www.KitaboSunnat.com

تجوید کی تدریس کے مناہج

اور اس کی تعلیم وتعلم کے احکام

مؤلفین: ڈاکٹر فہد عبدالرحمن الرومی ، ڈاکٹر محمد السید الزعبلاوی

ترجمہ: ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

كلية القرآن الكريم والتربية الإسلامية

ادارہ الاصلاح ٹرسٹ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی

کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

تجوید کی تدریس کے مناہج

اور اس کی تعلیم و تعلم کے احکام

مؤلفین

ڈاکٹر فہد عبد الرحمن الرومی

ڈاکٹر محمد السید الزعبلاوی

ترجمہ: ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

www.KitaboSunnat.com

كلية القرآن الكريم والتربية الإسلامية

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... تجوید کی تدریس کے مناہج

تالیف .... ڈاکٹر فہد عبدالرحمن الرومی ، ڈاکٹر محمد السید الزعبلاوی

ترجمہ .... ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

ناشر .... کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ

طباعت .... جون 2016ء

کمپوزنگ .... قاری عبدالرشید قمر

المکتبۃ الرحمانیۃ

۹۹- جے ماڈل ٹاؤن - لاہور

ملنے کا پتہ

کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ

ادارۃ الاصلاح ٹرسٹ پاکستان

Mob: 0333-4358421, 0333-4296679
Mob: 0333-4084583, 0300-4306893

Email.quraancollege@hotmail.com
www.quraancollege.com

فہرست

* عرض مترجم ---------- 19
* مقدمہ ---------- 21
* قرآن مجید کی فضیلت، مقام اور اہمیت کا بیان ---------- 23
  - قرآن مجید میں قرآن کی فضیلت ---------- 25
  - سنت نبویہ میں قرآن مجید کی فضیلت ---------- 27
* قرآن مجید کی درس وتدریس کی فضیلت ---------- 30
* قرآن مجید کی تدریس کے احکام اور آداب ---------- 37

۱.....قرآن مجید کی تدریس پر اجرت لینا ---------- 37

پہلا قول ---------- 38

دوسرا قول ---------- 42

راجح قول ---------- 46

۲.....قرآن مجید کی تعلیم پر نمایاں طلباء کی حوصلہ افزائی کے لیے دیے جانے والے انعامات کا حکم ---------- 48

* پہلی قسم ---------- 49
* دوسری قسم ---------- 49
* تیسری قسم ---------- 49

۳.....قرآن مجید کی درس وتدریس میں طہارت کے احکام کا بیان ---------- 53

* قرآن مجید کی درس وتدریس کے آداب ---------- 65

➢ قرآن مجید کی تدریس کے آداب ---------- 65
ا۔ خالص اللہ کی رضا کا حصول ---------- 65
۲۔ تواضع اور انکساری ---------- 66
۳۔ طلبا کے مابین عدل کرنا ---------- 67
۴۔ بہترین اخلاق کا التزام ---------- 67
۵۔ تعلیم کی ابتداء سے پہلے امتحان لینا ---------- 69
۶۔ اپنے طلبا کو نصیحت کرنا ---------- 69
۷۔ طالب علم کی قراءت توجہ سے سنے ---------- 71
۸۔ ایک سے زائد طلباء سے ایک ہی وقت میں سبق نہ سنے ---------- 71
۹۔ خطا کرنے پر نرمی کرے ---------- 72
۱۰۔ طلباء سے اپنی ضروریات پوری نہ کروائے ---------- 72
➢ قرآن مجید سیکھنے والے کے آداب ---------- 74
ا۔ اپنے استاذ کا احترام کرنا ---------- 74
۲۔ علم کے لیے اپنے آپ کو فارغ کرنا ---------- 76
۳۔ علم حاصل کرنے کی حرص پیدا کرے ---------- 76
۴۔ حاصل شدہ علم پر فخر نہ کرے ---------- 76
۵۔ دوسرے طلباء سے حسد نہ کرے ---------- 77
❁ قرآن مجید کی تلاوت کی فضیلت ---------- 78
➢ تلاوت کے آداب ---------- 82
ا۔ طہارت ---------- 83
۲۔ آواز کو خوبصورت کرنا بھی تلاوت کے آداب میں شامل ہے ---------- 85
❁ تجوید کی تعریف اور اس کا حکم ---------- 94

➢ تجوید کا حکم -- 94

❋ تدریس کے تعلیمی ذرائع -- 98

➢ تعلیمی وسائل کے فوائد -- 98

➢ تدریسی وسائل کی شروط -- 100

➢ تجوید کے سبق میں استعمال کیے جانے والے تدریسی وسائل کی اقسام ---- 100

(ا) روایتی وسائل -- 100

(ب) جدید تکنیکی وسائل -- 101

ا۔ اوور ہیڈ (Overhead) پروجیکٹر ---------- 102

۲۔ جادوئی فانوس (Magic Lantern) ------ 102

۳۔ آلہ برائے انتقال آواز (میکروفون) --------- 103

۴۔ ایل سی پی پینل -- 103

❋ علم تجوید کی تعلیم کے اہداف ومقاصد -- 104

➢ ابتدائی کلاسز میں تجوید کی تعلیم کے اہداف -- 104

➢ تخصص کی کلاسز میں تجوید کی تعلیم کے مقاصد -- 106

❋ تجوید کی تدریس کے طریقے -- 108

➢ القائی طریقہ کار کی تعریف -- 108

➢ استقرائی طریقہ کار کی تعریف -- 109

➢ استقرائی طریق کار میں مدرس کا کام -- 109

➢ استقرائی طریقہ کار کے نقصانات -- 111

➢ استقرائی طریقہ کار کے مراحل -- 111

پہلا مرحلہ -- 111

دوسرا مرحلہ -- 112

تیسرا مرحلہ ---------------------------------- 113

چوتھا مرحلہ ---------------------------------- 113

ہوم ورک ---------------------------------- 113

➢ قیاسی طریقہ ---------------------------------- 114

قیاسی طریق کار کے مراحل ---------------------------------- 114

۱۔تمہید ---------------------------------- 114

۲۔قاعدہ ---------------------------------- 114

۳۔تعمیم ---------------------------------- 114

۴۔تطبیق ---------------------------------- 115

➢ استقرائی اور قیاسی طریق کار میں موازنہ ---------------------------------- 116

❋ تطبیقی قسم ---------------------------------- 118

❋ نون اور میم مشدد کا حکم ---------------------------------- 119

➢ تمہید ---------------------------------- 119

➢ عرض ---------------------------------- 119

➢ تعلیمی ذریعہ ---------------------------------- 119

➢ مدرس کی تلاوت ---------------------------------- 119

➢ طالب علم کی تلاوت ---------------------------------- 120

➢ طالب علم کے لیے چند نکات ---------------------------------- 120

➢ تخصص یا اعلی تعلیمی مراحل ---------------------------------- 121

پہلا مرتبہ ---------------------------------- 121

دوسرا مرتبہ ---------------------------------- 121

تیسرا مرتبہ ---------------------------------- 122

چوتھا مرتبہ ---------- 122

پانچواں مرتبہ ---------- 122

➢ خلاصہ کلام ---------- 122

➢ تطبیق ---------- 123

➢ ہوم ورک ---------- 123

❁ اظہار ---------- 124

ا۔اظہار حلقی ---------- 124

➢ تمہید ---------- 124

➢ عرض ---------- 124

➢ تعلیمی وسیلہ ---------- 124

➢ مدرس کا اونچی آواز میں تلاوت کرنا ---------- 125

➢ طلباء کا اونچی آواز سے تلاوت کرنا ---------- 125

➢ طلباء کے نوٹ کرنے کی باتیں ---------- 126

➢ اعلیٰ درجات اور متخصصین کی کلاسز ---------- 126

➢ نتیجہ بحث ---------- 127

➢ تطبیق ---------- 127

➢ ہوم ورک ---------- 127

۲۔ادغام ---------- 129

➢ تمہید ---------- 129

➢ عرض ---------- 129

➢ مدرس کا مختلف مثالوں کی تلاوت کرنا ---------- 130

➢ طلباء کا مختلف مثالوں کی تلاوت کرنا ---------- 130

- طلباء کے لیے اہم نکات ---------- 130
- اعلیٰ تعلیمی مراحل یا تخصص کی کلاسز میں ادغام کی تعلیم ---------- 131
- نتیجہ بحث ---------- 132
- تطبیق ---------- 132
- ہوم ورک ---------- 133

۳۔ اخفائے حقیقی ---------- 134

- تمہید ---------- 134
- عرض ---------- 134
- مدرس کی تلاوت ---------- 135
- طلباء کی تلاوت ---------- 135
- طلباء کے نوٹس ---------- 135
- نتیجہ بحث ---------- 135
- تطبیق ---------- 136
- دوسرا سبق ---------- 136
- مدرس کی تلاوت ---------- 136
- طلباء کی تلاوت ---------- 136
- طلباء کے نوٹس ---------- 137
- اعلیٰ تعلیمی درجات میں اخفاء کی تعلیم ---------- 137
- نتیجہ بحث ---------- 138
- تطبیق ---------- 139
- گھر کا کام ---------- 139

۴۔ اقلاب ---------- 140

➢ تمہید -- 140
➢ عرض -- 140
➢ مدرس کی تلاوت -- 140
➢ طلباء کی تلاوت -- 141
➢ طلباء کے نوٹس -- 141
➢ اعلیٰ تعلیمی مراحل اور تخصص کی کلاسز میں اقلاب کی تعلیم ---------------- 141
➢ نتیجہ بحث -- 143
➢ تطبیق -- 143
➢ گھر کا کام -- 143
❋ میم ساکن کے احکام -- 144
ا۔ اخفائے شفوی -- 144
➢ تمہید -- 144
➢ عرض -- 144
➢ تعلیمی وسیلہ -- 144
➢ مدرس کی تلاوت -- 144
➢ طلباء کی تلاوت -- 144
➢ طلباء کے نوٹس -- 145
➢ نتیجہ بحث -- 145
➢ تطبیق -- 146
➢ گھر کا کام -- 146
۲۔ مثلین صغیر کا ادغام -- 147
➢ تمہید -- 147

➢ عرض -- 147

➢ تعلیمی وسیلہ -- 147

➢ مدرس کی تلاوت -- 148

➢ طلباء کی تلاوت -- 148

➢ طلباء کے نوٹس -- 148

➢ اعلیٰ تعلیمی مراحل اور تخصص کی کلاسز میں ادغام مثلین صغیر کی تعلیم ---------- 148

➢ مناقشہ -- 149

➢ تطبیق -- 149

٣۔ اظہارِ شفوی -- 150

➢ تمہید -- 150

➢ عرض -- 150

➢ تعلیمی وسیلہ -- 151

➢ مدرس کی تلاوت -- 151

➢ طالب علم کی تلاوت -- 151

➢ طلباء کے نوٹس -- 151

➢ اعلیٰ اور تخصص کی کلاسز -- 152

➢ نتیجہ بحث -- 153

➢ تطبیق -- 153

➢ گھر کا کام -- 153

❋ لام تعریف (اَل) -- 154

➢ تمہید -- 154

پہلی حالت لام قمری -- 154

➢ تعلیمی وسیلہ -- 154

➢ استاذ کی تلاوت -- 155

➢ طلباء کی تلاوت -- 155

➢ طلباء کے نوٹس -- 155

➢ اعلیٰ اور تخصص کی کلاسز -- 155

➢ نتیجہ بحث -- 156

➢ گھر کا کام -- 156

دوسری حالت لام شمسی -- 156

➢ تمہید -- 156

➢ عرض -- 157

➢ تعلیمی وسیلہ -- 157

➢ استاذ کی تلاوت -- 157

➢ طلباء کی تلاوت -- 157

➢ طلباء کے نوٹس -- 157

➢ اعلی اور تخصص کی کلاسز -- 158

➢ نتیجہ بحث -- 158

➢ تطبیق -- 159

➢ گھر کا کام -- 159

لام فعل -- 160

➢ تمہید -- 160

➢ عرض -- 160

➢ تعلیمی وسیلہ -- 160

➢ استاذ کی تلاوت ---------------------------------- 161

➢ طلباء کی تلاوت ---------------------------------- 161

➢ طلباء کے نوٹس ---------------------------------- 161

➢ اعلی اور تخصص کی کلاسز ---------------------------------- 162

➢ نتیجہ بحث ---------------------------------- 164

➢ تطبیق ---------------------------------- 164

➢ گھر کا کام ---------------------------------- 164

لام حرف (بَل) ---------------------------------- 165

➢ تمہید ---------------------------------- 165

➢ عرض ---------------------------------- 165

➢ تعلیمی وسیلہ ---------------------------------- 165

➢ مدرس کی تلاوت ---------------------------------- 165

➢ طلباء کی تلاوت ---------------------------------- 166

➢ طلباء کے نوٹس ---------------------------------- 166

➢ نتیجہ بحث ---------------------------------- 167

➢ تطبیق ---------------------------------- 167

➢ گھر کا کام ---------------------------------- 167

لامِ حرف (ھَلْ) ---------------------------------- 168

➢ تمہید ---------------------------------- 168

➢ عرض ---------------------------------- 168

➢ تعلیمی وسیلہ ---------------------------------- 168

لامِ اسم ---------------------------------- 170

➢ تمہید -- 170

➢ عرض -- 170

➢ تعلیمی وسیلہ -- 170

لامِ اسم کی مثالیں -- 170

➢ مدرس کی تلاوت -- 170

➢ طلباء کی تلاوت -- 171

➢ طلباء کے نوٹس -- 171

➢ نتیجہ بحث -- 171

➢ تطبیق -- 171

➢ گھر کا کام -- 171

لامِ اَمر -- 172

➢ تمہید -- 172

➢ عرض -- 172

➢ تعلیمی وسیلہ -- 172

لامِ اَمر اور اس کی شرط -- 172

➢ مدرس کی تلاوت -- 172

➢ طلباء کی تلاوت -- 172

➢ نتیجہ بحث -- 173

➢ تطبیق -- 174

➢ گھر کا کام -- 174

❋ مد اور قصر -- 175

➢ تمہید -- 175

➢ عرض ---------- 175

➢ تعلیمی وسیلہ ---------- 175

➢ مدرس کی تلاوت ---------- 175

➢ طلباء کی تلاوت ---------- 176

➢ طلباء کے نوٹس ---------- 176

➢ اعلیٰ اور تخصص کی کلاسز ---------- 177

➢ نتیجہ بحث ---------- 178

➢ تطبیق ---------- 178

➢ گھر کا کام ---------- 178

طبیعی مد کی اقسام ---------- 179

➢ تمہید ---------- 179

➢ عرض ---------- 179

➢ مدرس کی تلاوت ---------- 179

➢ طلباء کی تلاوت ---------- 179

➢ طلباء کے نوٹس ---------- 180

➢ نتیجہ بحث ---------- 181

➢ تطبیق ---------- 182

➢ گھر کا کام ---------- 182

مدِ متصل ---------- 183

➢ تمہید ---------- 183

➢ عرض ---------- 183

➢ تعلیمی وسیلہ ---------- 183

➢ مدرس کی تلاوت ---------------------------------- 183
➢ طلباء کی تلاوت ---------------------------------- 184
➢ طلباء کے نوٹس ---------------------------------- 184
➢ اعلیٰ تعلیمی مراحل اور تخصص کی کلاسز ---------------------------------- 185
➢ نتیجہ بحث ---------------------------------- 187
➢ تطبیق ---------------------------------- 187
➢ گھر کا کام ---------------------------------- 187
۲۔مدِ منفصل ---------------------------------- 188
➢ تمہید ---------------------------------- 188
➢ عرض ---------------------------------- 188
➢ تعلیمی وسیلہ ---------------------------------- 188
➢ مدرس کی تلاوت ---------------------------------- 188
➢ طلباء کی تلاوت ---------------------------------- 189
➢ طلباء کے نوٹس ---------------------------------- 189
➢ نتیجہ بحث ---------------------------------- 190
➢ تطبیق ---------------------------------- 190
➢ گھر کا کام ---------------------------------- 190
۳۔مدِ بدل ---------------------------------- 191
➢ تمہید ---------------------------------- 191
➢ عرض ---------------------------------- 191
➢ تعلیمی وسیلہ ---------------------------------- 191
➢ مدرس کی تلاوت ---------------------------------- 191

➢ طلباء کی تلاوت -- 192
➢ طلباء کے نوٹس -- 192
➢ اعلیٰ تعلیمی مراحل اور تخصص کی کلاسز ------------------------ 192
➢ نتیجہ بحث -- 194
➢ تطبیق -- 194
➢ گھر کا کام -- 194
۴۔مدِ عارض ساکن -- 195
➢ تمہید -- 195
➢ عرض -- 195
➢ مدرس کی تلاوت -- 195
➢ طلباء کی تلاوت -- 196
➢ طلباء کے نوٹس -- 196
➢ اعلیٰ تعلیمی مراحل اور تخصص کی کلاسز ------------------------ 196
➢ نتیجہ بحث -- 198
➢ تطبیق -- 199
➢ گھر کا کام -- 199
۵۔مدِ لین -- 200
➢ تمہید -- 200
➢ عرض -- 200
➢ مدرس کی تلاوت -- 200
➢ طلباء کی تلاوت -- 201
➢ طلباء کے نوٹس -- 201

➢ اعلیٰ اور تخصص کی کلاسز ---------------------------------- 201

➢ نتیجہ بحث -- 203

➢ تطبیق -- 203

➢ گھر کا کام -- 203

٦۔مدِ لازم -- 204

➢ الف مدِ لازم کلمی ----------------------------------- 204

➢ تمہید -- 204

➢ عرض -- 204

➢ تعلیمی وسیلہ --------------------------------------- 204

➢ استاذ کی تلاوت ------------------------------------ 204

➢ طلباء کی تلاوت ------------------------------------ 205

➢ طلباء کے نوٹس ------------------------------------ 205

➢ اعلی اور تخصص کی کلاسز ---------------------------- 205

➢ نتیجہ بحث -- 206

➢ تطبیق -- 206

➢ گھر کا کام -- 206

(ا) مدِلازم...... (ب) مدِلازم حرفی ------------------------- 207

➢ تمہید -- 207

➢ عرض -- 207

➢ تعلیمی وسیلہ --------------------------------------- 207

➢ استاذ کی تلاوت ------------------------------------ 207

➢ طلباء کی تلاوت ------------------------------------ 208

➢ طلباء کے نوٹس -- 208

➢ اعلیٰ اور تخصص کی کلاسز -- 209

➢ نتیجہ بحث -- 210

➢ خاتمہ -- 211

➢ ضروری نوٹس -- 213

عرض مترجم

قرآن مجید اللہ عزوجل کا کلام ہے اور ہمیں اس کی تلاوت کرتے ہوئے اس کی تلاوت کا حق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور کتاب اللہ کی تلاوت کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ ہم اس کے الفاظ کی ادائیگی ان کے صحیح مخارج اور صفات کا لحاظ رکھتے ہوئے عمدہ لحن اور لب ولہجے میں کریں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے علم التجوید مدون ہوا اور بلاشبہ اس موضوع پر ہزاروں کتابیں عربی اور اردو زبان میں موجود ہیں۔

اس کتاب کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تجوید کی تدریس کے جدید ذرائع، وسائل اور طریق کار پر بحث کی گئی ہے۔ علوم انسانیہ اور سماجی علوم میں جب بحث وتحقیق بڑھی تو جو نئے علمی میدان متعین ہوئے، ان میں سے ایک اصول تدریس اور اصول تعلیم کا شعبہ بھی تھا کہ جس میں بہت کچھ ریسرچ ہمارے سامنے آ چکی ہے۔ اب کسی بھی شعبہ میں تعلیم وتدریس کا صرف یہ معنی نہیں ہے کہ استاذ درسی کتاب کے متن کا ترجمہ اپنے طلباء کے سامنے کر دے یا ان کو روزانہ کی بنیاد پر کتاب کا ایک صفحہ زبانی یاد کروا دے بلکہ اب تو اساتذہ اور معلمین کی تربیت کی بات ہو رہی ہے۔ اب تو اس پر ورکشاپس اور سیمینارز منعقد ہو رہے ہیں کہ اساتذہ اور معلمین کن طریقوں اور وسائل کو استعمال کر کے اپنے طلباء کو نہ صرف اپنا علم بہتر طور منتقل کر سکتے ہیں بلکہ تطبیق اور عملی مشق کے رستے اپنے علم کو ان کے ذہنوں اور عمل میں بھی راسخ کر سکتے ہیں۔

استاذ کا کردار کتاب کے عربی متن کے ترجمہ اور تشریح کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتا بلکہ حقیقی معلم وہ ہے کہ جو اپنے علم کو اپنے طالب علم کا عمل بنا دے۔ اور یہ تو بالکل واضح ہے کہ علم تجوید کا مقصد چند تجویدی قواعد وضوابط اور حروف کے مخارج وصفات یا مقدمہ جزریہ جیسی کسی

درسی کتاب کو زبانی یاد کر لینا نہیں ہے بلکہ یہ تو وسائل ہیں اور مدرسین تجوید کا مقصد اصلی یہی ہے کہ طلباء قرآن مجید کی تجوید کے ساتھ تلاوت کرنے کے قابل بن جائیں۔

اس کتاب کے مولفین نے تدریس کے جدید اصولوں اور طریقوں کو مد نظر رکھتے ہوئے تجوید کے مضمون کو اس طرح پڑھنے اور پڑھانے کی کوشش کی ہے کہ جس سے یہ علم طلباء کے لیے محض رٹی ہوئی معلومات نہ رہے بلکہ ان کے ذہنوں میں راسخ ہو کر ان کے عمل کا حصہ بن جائے۔ مولفین نے اس کتاب کے ذریعے اساتذہ کی بھی تربیت کی ہے کہ وہ اپنا علم اپنے طلباء کے لیے کس طرح مفید بنا سکتے ہیں؟ یہ ممکن ہے کہ مدرسہ کے کوئی استاذ علم کے پہاڑ ہوں لیکن اپنے طلباء تک اپنا علم منتقل کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں۔ اپنا علم دوسروں تک منتقل کرنا اب باقاعدہ ایک فن بن چکا ہے کہ جس کی تربیت اساتذہ کو دینی چاہیے۔

مولفین نے اساتذہ کی رہنمائی کے لیے روزانہ کے سبق کے شروع اور آخر میں کچھ سوالات متعین کر دیے ہیں کہ جن کا مقصد پچھلے سبق کا اعادہ ہے اور نئے سبق میں جو طلباء نے سیکھنا ہے، اس کے لیے ان کے ذہن کو تیار کرنا ہے۔ اور درس کے آخر میں دیے گئے سوالات کا مقصد یہ جاننا ہے کہ طلباء نے آج کے سبق میں کیا اور کتنا سیکھا ہے؟ اس کے علاوہ ہر سبق کی علمی مشقیں بھی اسی درس میں شامل ہیں کہ جن سے تجوید کا علم محض معلومات نہیں رہے گا بلکہ عمل کا جزء بن جائے گا۔ ان شاء اللہ!

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ مولفین اور مترجم کی اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین یا رب العلمین!

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، ہم اسی کی تعریف بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے استغفار کرتے ہیں۔ اپنے نفس کی شرارتوں اور برے اعمال سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جسے وہ گمراہ کرے، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً﴾

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيْداً. يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعْ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيْماً﴾

أما بعد!

بہترین کتاب، اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے۔ اور بدترین امور بدعت ہیں اور دین میں ہر نیا کام بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام آگ ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بہترین محنت اور کاوش وہ ہے جو کتاب اللہ کی تلاوت اور درس وتدریس کی تطبیق میں صرف ہو۔

چونکہ علوم قرآن کے شعبہ میں قرآن مجید کے طرقِ تدریس کی بالعموم اور تجوید کی خاص طور عملی تربیت کی نگرانی ہماری ذمہ داری ہے لہٰذا ہم نے شدت سے محسوس کیا کہ طلباء کو ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہے جو ان کے لیے قرآن مجید اور خاص طور تجوید کی تعلیم حاصل کرنے میں ایک منہج اور رستہ طے کر دے۔ کیونکہ کتاب کے بغیر طلباء ایک ایسے جدید طریق کار کے مطابق پڑھ رہے ہوتے ہیں جس سے وہ مانوس نہیں ہوتے یا ایسے رستے پر چل رہے ہوتے ہیں جس کے وہ عادی نہیں ہوتے۔ پس ہم نے یہ محسوس کیا کہ ہمیں دوران تدریس ان کے ساتھ شریک رہنا چاہیے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے۔ دوران تربیت ہمیں یہ بھی محسوس ہوا کہ جدید طریق تعلیم کے علاوہ انہیں مزید کچھ چیزوں کے بارے جاننے کی بھی خواہش اور ضرورت ہے جیسا کہ تجوید کی درس وتدریس کے احکام، قرآن مجید کی فضیلت اور تلاوت کے احکام اور قرآن مجید کی درس وتدریس پر اجرت لینے کے مسائل وغیرہ۔ لہٰذا ہم نے یہ ابحاث بھی اس کتاب میں جمع کر دی ہیں تا کہ ان کے لیے رہنمائی کا کام دیں۔

اور ہم نے اس کتاب کا نام ''تجوید کی تدریس کے مناہج اور اس کی تعلیم وتعلم کے احکام'' رکھا ہے۔ میں [ڈاکٹر فہد عبد الرحمٰن الرومی] نے تجوید کی درس وتدریس کے احکام مرتب کیے ہیں جبکہ ڈاکٹر محمد سید زعبلاوی نے تدریس کے مناہج کو بیان کیا ہے۔

ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہماری اس کاوش کو خالصتاً اپنی رضا کا باعث، اہل اسلام کے لیے مفید اور ہمارے لیے توشہ آخرت بنائے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھے رستے کی رہنمائی کرنے والے ہیں۔ اور ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ اور ان کے اصحاب پر درود وسلام ہو۔

مؤلفان

قرآن مجید کی فضیلت، مقام اور اہمیت کا بیان

یہ امت جاہلیت میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اللہ نے قرآن مجید کے ذریعے اسے جہالت کے اندھیروں سے نکال لیا، یہ گمراہ تھی کہ اسے محمد ﷺ کے بدولت ہدایت ملی، یہ کمزور تھی کہ اسے اسلام نے قوت بخشی۔

دورِ جاہلیت میں اندھی جہالت اور گمراہی تھی اور دشمنی اور کینہ اہل عرب کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا اور لوٹ مار ان کی عادت تھی۔ وہ بتوں کے پجاری تھے اور ان کے مابین نہ تو کوئی سیاسی وحدت تھی اور نہ ہی کوئی معاشی رابطہ قائم تھا۔ اسی طرح نہ ہی ان کے پاس کوئی ایسا عقیدہ یا فکر تھا جو انہیں متحد کر سکتا جبکہ وہ متفرق قبائل، متنوع شاخوں اور مختلف خاندانوں میں بٹے ہوئے تھے۔ مختلف قبائل کے مابین اسباب وسائل پر جنگ کی آگ بھڑک اٹھتی اور ہر اچھے برے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھی جیسا کہ بسوس، داحس اور غبراء کی جنگوں کو ہی دیکھ لیں۔ دور جاہلیت میں باہمی مزاحمت کی وجہ تکبر اور حسد تھا جو ایک قبیلے ہی کی دو شاخوں میں چپقلش کا باعث بن جاتا تھا۔ ابوجہل وغیرہ کو اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع سے تکبر اور حسد کے علاوہ کیا چیز مانع تھی؟

جہاں تک خاندان کا معاملہ ہے تو اس کی حالت بھی عجیب ہی تھی۔ ایک شخص محض عار دلانے کے خوف سے اپنی بیٹی کو زندہ دفن کر دیتا تھا اور اس گناہ کا سبب محض اس چیز کا خوف تھا جو ابھی واقع بھی نہیں ہوئی تھی۔ ایک شخص اپنے جگر گوشے کو محض بھوک کے خوف سے قتل کر دیتا تھا اور عورت! اس کے حالات بھی عجیب ہی تھے۔ خاندان کی روح کی بازاروں میں خرید وفروخت ہوتی تھی اور وہ ایسے بطور تحفہ دی جاتی اور وراثت میں منتقل ہوتی جیسے کہ دنیا کا کوئی مال ومتاع ہو۔

اس وقت جبکہ یہ امت بدترین جاہلیت اور اندھی گمراہی میں پڑی ہوئی تھی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی عظیم حکمت کے ساتھ یہ ارادہ فرمایا کہ اس امت پر قرآن مجید جیسی کتاب نازل کی جائے اور اس کتاب کے ذریعے اسے گمراہیوں سے نکالا جائے، اس کا مقام بلند کیا جائے اور اس کی اتباع کے ساتھ اسے بہترین امت بنایا جائے۔ پس چند ہی سالوں میں یہ امت یک جان ہوگئی، مسلمان اپنا مال ومتاع ایک دوسرے پر لوٹانے لگے، اور خود تنگی میں رہ کر دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینے لگے۔ ان کے لشکروں نے کسریٰ کی عظیم وشان فصیلوں کو روند ڈالا اور قیصر کے محلات گرا دیئے۔ چند ہی سالوں میں وہ آرمیڈیا، آذربائیجان، ہندوستان، چین، تاتاریوں کے دیس اور شیشان تک پہنچ گئے۔ یہ وہ وقت تھا کہ خلیفہ بادلوں سے مخاطب ہو کر کہتا تھا کہ اے بادلو! تم جہاں بھی بارش برساؤ، اس کا خراج ہمارے پاس ہی آئے گا۔

اللہ اکبر! یہ قرآن مجید ہی تھا جو انہیں اُس حال سے اِس حال میں لے آیا کہ انہوں نے اپنا آپ اور اپنے جمیع معاملات اس کتاب کے سپرد کر دیے۔ اس کے بیان کے سامنے ان کے دل جھک گئے اور اس کی تلاوت کے ساتھ ان کی زبانیں مطیع وفرمانبردار بن گئیں انہوں نے اس قرآن کے ساتھ اس وقت قیام کیا جبکہ لوگ سو رہے ہوتے تھے اور قرآن ان میں ایسے جاری ہو گیا جیسا کہ کسی بنجر زمین میں پانی جاری ہو اور اسے سرسبز وشاداب اور لہلہاتی کھیتیوں میں تبدیل کر دے۔ انہوں نے قرآن مجید کی تلاوت کی، اس میں تدبر کیا، اس کی تعلیم حاصل کی، اس میں غور وفکر کیا، اس کے محکمات پر عمل کیا، اس کے متشابہات پر ایمان لائے اور اس کا باہم مذاکرہ کیا۔ اور قرآن مجید کا یہی مقام ہے۔

میری رائے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت پر قرآن مجید نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ یہ ان کے لیے قطعی حجت، غالب دلیل اور واضح مثال بن سکے۔ اس قرآن مجید کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جاہلیت کے بدترین درجات سے نکالا، میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ دیگر اقوام کو بھی ان کی جہالت اور افتراق سے نکالے، چاہے وہ کسی درجے کا بھی ہو۔ ذرا غور کریں کہ اس کتاب کا کیا مقام اور مرتبہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ذریعے

اقوام کو زندگی بخشتے ہیں، قلوب کو سیراب کرتے ہیں اور دلوں کو ہدایت دیتے ہیں۔

اس کتاب کا حق ہے کہ اہل اسلام اس کے مقام کا لحاظ کریں، اسے اس کے عالی مقام اور بلند مرتبے پر رکھتے ہوئے اس کے مطابق اپنے مابین فیصلے کریں۔ اگر تو مسلمان عزت اور دنیا و آخرت کی فلاح چاہتے ہیں تو وہ اسے اپنی زندگی کا دستور، معیشت کا نظام، جملہ امور کا ستون اور شاہراہ حیات بنائیں کہ جس کے ذریعے وہ رہنمائی حاصل کریں۔ اس کی طرف لوگوں کو بلائیں، اس کی طرف متوجہ ہوں، اس سے اپنے بچوں کی تربیت کریں، اس کا باہمی مذاکرہ کریں اور اس پر عمل کریں۔

بلاشبہ قرآن مجید کا مقام عالی اور مرتبہ بلند ہے۔ یہ عقائد و عبادات، احکام و آداب، اخلاق و قصص، مواعظ و نصائح، علوم و اخبار اور رشد و ہدایت کے پہلو سے اسلام کی کتاب ہے۔ یہ توحید اور لوگوں کے لیے رحمت کے تسلیم شدہ پیغام کی بنیاد ہے۔ یہ واضح نور اور روشن دلیل ہے کہ جس سے وہی اعراض کرے گا جس کے مقدر میں ہلاکت ہے۔ قرآن مجید اور سنت نبویہ دونوں میں قرآن مجید کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ہم ذیل میں اس بارے چند ایک نصوص نقل کر رہے ہیں:

قرآن مجید میں قرآن کی فضیلت:

قرآن مجید کی فضیلت اور اہمیت سورۃ فاتحہ کے فوراً بعد نقل ہوئی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الٓمٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (البقرۃ: ۱-۲)

''الم، یہ کتاب، اس میں کسی قسم کا کوئی بھی شک نہیں، ہدایت ہے متقین کے لیے۔''

یہ بات قابل غور ہے کہ سورۃ فاتحہ میں اللہ کی حمد و ثناء کے فوراً بعد سورۃ البقرۃ میں قرآن مجید کی تعریف کی گئی ہے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے اور یہ متقین کے لیے ہدایت ہے۔

اس کی فضیلت تو یہ ہے کہ اس کے نزول کو ماہ رمضان کا امتیاز گردانا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾

''یہ رمضان کا مہینہ ہے کہ جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔''

اور کیا ہی بابرکت وہ رات ہے کہ جس رات میں اس کا نزول ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ﴾

''ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے۔''

اور اس کے نزول کی رات کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار مہینے سے افضل قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝﴾ (القدر: ۱-۳)

''ہم نے اس قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔''

قرآن مجید میں قرآن کی فضیلت کے بارے یہ بھی مروی ہے کہ اس کی تلاوت کے سننے کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا قُرِىءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُواْ لَهُ وَأَنصِتُواْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

''اور جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعاً مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾

''اور ہم نے آپ کو سات بار بار دہرائی جانے والی آیات اور قرآن عظیم دیا ہے۔''

اور اس کی صفت ہدایت کے بیان میں کہا ہے:

﴿إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يِهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾

''بلاشبہ یہ قرآن مجید سیدھے ترین رستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔''

اور اللہ نے اس قرآن مجید کی قسم بھی کھائی ہے:

﴿وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ﴾ ''اور قسم ہے قرآن مجید کی۔''

اور اس کی تلاوت کا حکم دیا ہے:

﴿وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ o وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ﴾

''اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہو جاؤں اور یہ کہ میں قرآن مجید کی تلاوت کروں۔''

اور اس میں غور وفکر کی دعوت دی ہے:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ﴾

''کیا پس وہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے ہیں۔''

اور اس کے کسی بھی قسم کے ٹیڑھ پن سے پاک ہونے کی گواہی دی ہے:

﴿قُرآناً عَرَبِيّاً غَيْرَ ذِي عِوَجٍ﴾

''اس حال میں کہ یہ قرآن عربی زبان میں ہے اور اس میں کوئی کجی (ٹیڑھ پن) نہیں ہے۔''

اس کے علاوہ بھی قرآن مجید میں قرآن کی فضیلت، عالی مقام اور بلند مرتبے کے بارے بہت سی آیات موجود ہیں۔

سنت نبویہ میں قرآن مجید کی فضیلت:

جیسا کہ قرآن مجید میں قرآن کی فضیلت نقل ہوئی ہے، اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی قرآن مجید کا مقام اور مرتبہ بیان ہوا ہے۔ ان میں سے جامع ترین حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا کہ عنقریب فتنے رونما ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ان فتنوں سے بچاؤ کا رستہ کیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((كِتَابُ اللّٰهِ، فِيهِ نَبَأُ مَا كَانَ قَبْلَكُمْ، وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ، وَحُكْمُ

مَا بَيْنَكُمْ، وَهُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ، مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ، وَ مَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ أَضَلَّهُ اللّٰهُ، وَ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ، وَ هُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ، وَ هُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ، هُوَ الَّذِيْ لَا تَزِيْغُ بِهِ الْأَهْوَاءُ وَ لَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ، وَ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ، وَ لَا يَخْلَقُ عَلٰى كَثْرَةِ الرَّدِّ، وَ لَا تَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ، هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا: ﴿إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ يَّهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ﴾ مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ وَ مَنْ عَمِلَ بِهٖ أُجِرَ وَ مَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ وَ مَنْ دَعَا إِلَيْهِ هُدِىَ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ .)) [1]

''اللہ کی کتاب، اس میں تمہارے پچھلے اور بعد میں آنے والوں کی خبریں ہیں۔ اور اس میں تمہارے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ ہے۔ اور یہ فیصلہ کن کلام ہے، کوئی ہنسی مذاق نہیں ہے۔ جس نے کسی قسم کے تکبر کی وجہ سے اسے ترک کیا، اللہ اسے پیس کر رکھ دیں گے۔ اور جس نے اس کے علاوہ میں ہدایت تلاش کی تو اللہ اسے گمراہ کر دیں گے۔ اور یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ اور یہ حکمت والی نصیحت ہے۔ اور یہ صراط مستقیم ہے۔ اس کے ساتھ خواہشات ٹیڑھی نہیں ہوں گی اور زبانیں گمراہ نہیں ہوں گی۔ اس سے اہل علم سیر نہیں ہوں گے اور کثرت سے تلاوت کے باوجود یہ پرانا نہیں ہوگا۔ اور اس کے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اور یہ وہی کلام ہے کہ جسے سننے کے بعد جنات نے کہا تھا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ ہے جو سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ جس نے قرآن کے ساتھ بات کی، اس نے سچ کہا۔ اور جس نے اس پر عمل کیا، اسے اجر دیا گیا۔ اور جس نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا، اس نے عدل کیا اور جس نے اس کی طرف دعوت دی تو اسے (داعی کو) تو سیدھے رستے کی ہدایت دے دی گئی۔''

---

[1] سنن الترمذی: ۵/ ۱۷۲.

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی قرآن مجید کی فضیلت نقل ہوئی ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

((إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَأْدُبَةُ اللّٰهِ، فَتَعَلَّمُوْا مِنْ مَأْدُبَتِهٖ مَا اسْتَطَعْتُمْ، إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ حَبْلُ اللّٰهِ، وَ النُّوْرُ، وَ الشِّفَاءُ النَّافِعُ، عِصْمَةٌ لِّمَنْ تَمَسَّكَ بِهٖ، وَنَجَاةٌ لِّمَنِ اتَّبَعَهٗ، لَا يَزِيْغُ فَيُسْتَعْتَبُ، وَ لَا يَعْوَجُّ فَيُقَوَّمُ، وَ لَا تَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ، وَ لَا يَخْلُقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ، فَاتْلُوْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَأْجُرُكُمْ عَلٰى تِلَاوَتِهٖ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرَ حَسَنَاتٍ، أَمَا أَنِّيْ لَا أَقُوْلُ الٓمٓ وَ لٰكِنْ بِأَلِفٍ وَ لَامٍ وَ مِيْمٍ.)) [1]

''بلاشبہ یہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے ضیافت ہے۔ پس تم اللہ کی ضیافت سے اپنی استطاعت کے مطابق سیکھو۔ بلاشبہ یہ قرآن مجید اللہ کی مضبوط رسی ہے، یہ نور ہے، یہ نفع بخش شفاء ہے۔ جس نے اس کو مضبوطی سے تھاما، اس کے لیے پناہ ہے۔ اور جس نے اس کی پیروی کی، اس کے لیے نجات ہے۔ اس کے ساتھ کوئی ایسی گمراہی نہیں ہے کہ جس سے توبہ کروائی جائے۔ اور اس کے ساتھ کوئی کجی نہیں ہے کہ جسے سیدھا کرنے کی ضرورت پڑے۔ اور اس کے عجائب ختم نہیں ہوں گے۔ اور یہ کثرت تلاوت سے پرانا نہیں ہو گا۔ پس تم اس کی تلاوت کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی تلاوت پر اجر دیں گے، ہر حرف پر دس نیکیاں۔ اور میں نہیں کہتا کہ ''الٓمٓ'' ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے۔''

اس کے علاوہ بھی بہت سی روایات ہیں کہ جن میں قرآن مجید کے عمومی فضائل کے علاوہ اس کی متنوع سورتوں اور آیات کے بھی فضائل بیان ہوئے ہیں لیکن یہاں ہمارا مقصود ان جمیع فضائل کا شمار نہیں ہے۔ ہمارے خیال میں ہم نے درج بالا احادیث کے ذریعے سنت نبویہ میں قرآن مجید کے مقام اور عظمت کے بیان کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

[1] سنن الدارمی: ۲/ ۵۲۳۔۵۲۴.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید کی درس وتدریس کی فضیلت

قرآن مجید کے سیکھنے اور سکھانے اور اس کی درس وتدریس کے لیے جمع ہونے کی فضیلت کے بیان میں کئی ایک احادیث مروی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے:

((وَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِی بَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَهُ بَیْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ، وَ غَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَ حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ، وَ ذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیمَنْ عِنْدَهُ.)) [1]

''جب بھی کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کی درس وتدریس کی کوشش کرتی ہے تو اس پر سکینت نازل ہوتی ہے، اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، اور فرشتے انہیں گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر ان فرشتوں کی مجلس میں کرتے ہیں جو اللہ کے پاس ہوتے ہیں۔''

اس حدیث میں چار باتوں کا بیان ہے:

(۱)......ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔

(۲)......رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے۔

(۳)......فرشتے انہیں گھیرے میں لے لیتے ہیں۔

(۴)......اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس موجود فرشتوں کی مجلس میں کرتے ہیں۔

ہم میں سے کون ایسا ہے جو ان مذکورہ بالا باتوں میں سے کسی ایک بھی خواہش نہ رکھتا ہو۔ کیا ہی خوب بات ہے کہ ایک ہی عمل میں یہ تمام فضیلتیں ایک ساتھ جمع ہو جاتی ہیں۔

[1] صحیح مسلم: ۲۰۷٤/٤

اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن مجید کے سیکھنے کو مستحب قرار دیا ہے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی ترغیب بھی موجود ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

((خَرجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ. فَقَالَ: أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يَّغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ إِلَى بَطْحَانَ أَوْ إِلَى الْعَقِيْقِ، فَيَأْتِيَ مِنْهُ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ، فِيْ غَيْرِ إِثْمٍ وَ لَا قَطْعِ رَحِمٍ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نُحِبُّ ذٰلِكَ؟ قَالَ: "أَفَلَا يَغْدُوْ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيُعَلِّمَ أَوْ يَقْرَأَ اٰيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ، وَ ثَلَاثٌ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ ثَلَاثٍ، وَ أَرْبَعٌ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَرْبَعٍ وَ مِنْ أَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْإِبِلِ.)) ❶

''اللہ کے رسول ﷺ ایک دن گھر سے نکلے اور ہم صحابہ کی ایک جماعت صفہ کے چبوترے پر تھے۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے کون ایسا ہے جسے یہ پسند ہے کہ وہ بطحان یا عقیق کے بازار صبح کے وقت جائے اور دو موٹی تازی اونٹنیاں لے آئے۔ اور اس طرح لائے کہ نہ تو کسی گناہ میں ملوث ہو اور نہ ہی کسی قسم کی قطع رحمی کرے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں یہ پسند ہے۔ آپ نے فرمایا: تم سے کوئی ایک جب مسجد میں صبح کے وقت داخل ہو اور قرآن مجید کی دو آیات تلاوت کرے یا ان کا علم حاصل کرے تو یہ اس کے لیے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے، اور تین آیات تین اونٹنیوں جبکہ چار آیات چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور جتنی تعداد میں آیات بڑھائے گا وہ اتنی ہی اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔''

قرآن مجید کی درس وتدریس کے بارے جامع ترین حدیث حضرت عثمان کی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ.)) ❷

---

❶ صحيح مسلم: ١/٥٥٣.   ❷ صحيح البخاري: ٦/١٠٨.

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن مجید سیکھیں اور سکھائیں۔''

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((إِنَّ أَفْضَلَكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ .)) ❶

''تم میں سے افضل ترین وہ ہیں جو قرآن مجید سیکھیں اور سکھائیں۔''

یہ واضح رہے کہ یہ فضیلت یا شرف ان کے لیے نہیں ہے جو الفاظ وحروف کو ان کے معانی و مفاہیم کے بغیر سیکھتے ہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے بلکہ اس میں الفاظ کا سیکھنا، انہیں یاد کرنا، اس کی تجوید، اس کے اعراب، اس کی تفسیر، اس کے احکام، ان میں موجود حکمتوں کی معرفت حاصل کرنا اور اس کے حلال وحرام کا سیکھنا بھی شامل ہے۔ ابوعبدالرحمٰن السلمی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا:

((حَدَّثَنَا الَّذِيْنَ يَقْرَؤُوْنَنَا أَنَّهُمْ كَانُوْا يَسْتَقْرِؤُوْنَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانُوْا إِذَا تَعَلَّمُوْا عَشْرَ اٰيَاتٍ لَمْ يُخْلِفُوْهَا حَتّٰى يَتَعَلَّمُوْا بِمَا فِيْهَا مِنَ الْعَمَلِ: فَتَعَلَّمْنَا الْقُرْاٰنَ وَالْعَمَلَ جَمِيْعًا .)) ❷

''ہمیں ان لوگوں نے بیان کیا ہے جو ہمیں قرآن مجید پڑھاتے تھے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ پس جب وہ دس آیات سیکھ لیتے تو اس سے آگے اس وقت تک نہ بڑھتے جب تک انہیں اپنے عمل میں نہ لے آتے تھے۔ پس ہم نے قرآن مجید کا علم اور اس پر عمل دونوں کو ساتھ ساتھ سیکھا۔''

قرآن مجید کی درس وتدریس کا یہی صحیح منہج اور بہترین طریق کار ہے۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ سیکھنے سے پہلے اس کے معانی کا جاننا ضروری ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ہے:

((فَإِنْ قِيلَ: فَيَلْزَمُ عَلٰى هٰذَا أَنْ يَكُوْنَ الْمُقْرِئُ أَفْضَلَ مِنَ

---

❶ صحيح البخاري: ١٠٨/٦.

❷ تفسير الطبري: ٨٠/١.

الْـفَـقِيْهِ . قُلْنَا: لَا ، لِأَنَّ الْمُخَاطِبِيْنَ بِذٰلِكَ كَانُوْا فُقَهَاءَ النُّفُوْسِ لِأَنَّهُمْ كَانُوْا أَهْلَ اللِّسَانِ فَكَانُوْا يَدْرُوْنَ مَعَانِيَ الْقُرْاٰنِ بِالسَّلِيْقَةِ أَكْثَرَ مِمَّا يُدْرِيْهَا مَنْ بَعْدَهُمْ بِالْاِكْتِسَابِ ، فَكَانَ الْفِقْهُ لَهُمْ سَجِيَّةً ، فَمَنْ كَانَ فِيْ مِثْلِ شَأْنِهِمْ شَارَكَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ لَا مَنْ كَانَ قَارِءًا أَوْ مُقْرِءًا مَحْضًا لَا يَفْهَمُ شَيْئًا مِنْ مَّعَانِيْ مَا يَقْرَؤُوْهُ أَوْ يُقْرِؤُوْهُ .)) ❶

''اگر یہ کہا جائے کہ اس روایت کے ان الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قاری قرآن، فقیہ سے افضل ہے۔ تو ہم جواب میں یہ کہیں گے کہ یہ بات درست نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان کے اول مخاطبین فقہاء تھے کیونکہ وہ اہل زبان ہونے کی وجہ سے جس کلام کے الفاظ سیکھ رہے تھے، اس کے معانی ان لوگوں سے بہتر طور جانتے تھے کہ جو ان کے بعد آنے والے تھے کہ جنہیں ان معانی کے جاننے کے لیے کافی محنت کرنا پڑتی ہے۔ تفقہ ان کے مزاج کا حصہ تھا۔ تو جو تو ان صحابہ جیسا ہو گا تو وہ اس روایت کے مفہوم میں شامل ہے، محض یہ وجہ اس فضیلت کو پانے کے لیے کافی نہیں ہے کہ وہ قاری یا مقری ہے اور اسے کچھ سمجھ نہیں کہ کیا پڑھ رہا ہے یا پڑھا رہا ہے۔''

جہاں تک قرآن مجید کی تدریس کا معاملہ ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ افضل ترین نیکی اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے والے اعمال میں سے ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے جہاد اور قرآن مجید پڑھانے کے بارے سوال ہوا تو انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم دینے کو افضل قرار دیا اور دلیل میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی۔ ❷

پس یہ فضیلت صرف اسی کے لیے ہے جس نے قرآن مجید کا علم اور عمل ایک ساتھ

---

❶ فتح الباری: ٨/ ٦٩٤.

❷ فتح الباری: ٨/ ٦٩٥.

حاصل کیا۔ اسی لیے ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((وَ لا شَكَّ أَنَّ الْجَامِعَ بَيْنَ تَعَلُّمِ الْقُرْاٰن وَ تَعْلِيمِهٖ مُكمِلٌ لِّنَفْسِهٖ وَ لِغَيْرِهٖ جَامِعٌ بَيْنَ النَّفْعِ الْقَاصِرِ وَ النَّفْعِ الْمُتَعَدِّىْ وَلِهٰذَا كَانَ أَفْضَلَ .)) ❶

''اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن مجید سیکھنا اور سکھانا اپنی ذات اور دوسروں کی ذات کی تکمیل کا باعث ہے اور اس میں ایسا فائدہ ہے جو اپنے لیے بھی ہے اور دوسروں کے لیے بھی اور اسی وجہ سے اسے افضل ترین عمل قرار دیا گیا ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((وَ الْغَرَضُ أَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ قَالَ: خَيرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ۔ وَ هٰذِهِ الصِّفَاتُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الْمُتَّبِعِيْنَ لِلرُّسُلِ وَهُمُ الْكُمَّلُ فِيْ أَنْفُسِهِمُ الْمُكْمِلِيْنَ لِغَيْرِهِمْ ، وَ ذٰلِكَ جَمْعٌ بَيْنَ النَّفْعِ الْقَاصِرِ وَ الْمُتَعَدِّىْ ، وَ هٰذَا بِخِلَافِ صِفَةِ الْكُفَّارِ الْجَبَّارِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْفَعُوْنَ وَ لَا يَتْرُكُوْنَ أَحَدًا مِمَّنْ أَمْكَنَهُمْ أَنْ يَنْتَفِعَ كَمَا قَالَ تَعَالٰى: ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ﴾ وَ كَمَا قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَ هُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْئَوْنَ عَنْهُ﴾ فِيْ أَصَحِّ قَوْلِي الْمُفَسِّرِيْنَ فِيْ هٰذَا هُوَ أَنَّهُمْ يَنْهَوْنَ النَّاسَ عَنِ اتِّبَاعِ الْقُرْاٰن مَعَ نَأْيِهِمْ وَ بُعْدِهِمْ عَنْهُ أَيْضًا ، فَجَمَعُوْا بَيْنَ التَّكْذِيْبِ وَ الصَّدِّ ، كَمَا قَالَ تَعَالٰى: ﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْهَا﴾ فَهٰذَا شَأْنُ شِرَارِ الْكُفَّارِ كَمَا أَنَّ شَأْنَ الْأَخْيَارِ الْأَبْرَارِ أَنْ يَتَكَمَّلَ فِيْ نَفْسِهٖ وَ أَنْ يَّسْعٰى فِيْ تَكْمِيْلِ غَيْرِهٖ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ: خَيْرُكُمْ مَّنْ

❶ فتح الباری: ٨/ ٦٩٤.

تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ. وَ كَمَا قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَ مَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَ قَالَ إِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ فَجَمَعَ بَيْنَ الدَّعْوَةِ إِلَى اللّٰهِ سَوَاءً كَانَ بِالْأَذَانِ أَوْ بِغَيْرِهٖ مِنْ أَنْوَاعِ الدَّعْوَةِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ تَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ وَ الْحَدِيْثِ وَالْفِقْهِ وَ غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ، وَ عَمِلَ هُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَالِحًا وَ قَالَ قَوْلًا صَالِحًا أَيْضًا فَلَا أَحَدٌ أَحْسَنُ حَالًا مِّنْ هٰذَا.)) [1]

''اللہ کے رسول ﷺ نے کہا ہے کہ تم میں سے بہترین وہ ہیں جو قرآن مجید سیکھیں اور سکھائیں اور یہ اہل ایمان اور نبیوں کے پیروکاروں کی صفت ہے کہ وہ اپنی ذات کے لیے بھی مفید ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسا عمل ہے کہ جس کا فائدہ اپنے آپ کو بھی اور دوسروں کو بھی ہے۔ اس کے برعکس سرکش کفار کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کو تو کوئی فائدہ پہنچا لیتے ہیں لیکن اپنی امکان بھر طاقت کے بل پر کسی کو فائدہ اٹھانے نہیں دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے رستے سے رک گئے یا روک دیا تو ہم انہیں عذاب میں بڑھاتے ہی جائیں گے۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ کفار اس قرآن مجید سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے رک جاتے ہیں۔ مفسرین کے صحیح ترین قول کے مطابق اس آیت سے مراد قرآن مجید کی اتباع سے رک جانا اور منع کرنا ہے۔ پس ان کفار نے جھٹلانے کے علاوہ قرآن مجید پر عمل نہ کرنے کو بھی اپنے کفر میں شامل کر لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا اور ان سے اعراض کیا۔ پس یہ شریر کفار کا معاملہ ہے جبکہ اللہ

[1] فضائل القرآن لابن کثیر: ۷۴-۷۵.

کے چنیدہ بندوں کا معاملہ اس کے برعکس یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کی تکمیل کے علاوہ دوسروں کو بھی کمال تک پہنچانے کی کوشش کریں جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین وہ ہیں جو قرآن مجید سیکھیں اور سکھائیں۔ اور جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اور اس سے بہترین بات کس کی ہو سکتی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ پس اللہ کی طرف دعوت دینا، چاہے اذان کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں، تو وہ اس میں شامل ہے۔ مثلاً قرآن مجید، حدیث اور فقہ وغیرہ کی تعلیم جب اللہ کی رضا کے لیے دے گا تو یہ بھی دعوت الی اللہ کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔ اس کے ساتھ اگر وہ صالح اعمال بھی کرے یا بعض نے کہا کہ اس کی باتیں صالح ہوں تو کوئی بھی اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔''

یہ بات بھی واضح ہے کہ تعلیم کے مراحل میں سے بہترین مرحلہ بچپن کی تعلیم کا ہے کیونکہ جو وہ سیکھتا ہے اسی کے مطابق ہی وہ پروان چڑھتا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((تَعْلِيْمُ الصِّبْيَانِ الْقُرْاٰنَ أَصْلٌ مِنْ أُصُوْلِ الْإِسْلَامِ فَيَنْشَأُوْنَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَ يَسْبِقُ إِلٰى قُلُوْبِهِمْ أَنْوَارُ الْحِكْمَةِ قَبْلَ تَمَكُّنِ الْأَهْوَاءِ مِنْهَا، وَ سَوَادِهَا بِأَكْدَارِ الْمَعْصِيَةِ الضَّلَالِ. فَيَنْبَغِيْ لِوَلِيِّ الصَّغِيْرِ وَ الصَّغِيْرَةِ أَنْ يَّبْدَأَ بِتَعْلِيْمِهِمَا الْقُرْاٰنَ مُنْذُ الصِّغْرِ وَ ذٰلِكَ لِأَجْلِ أَنْ يَّتَوَجَّهَا إِلَى اعْتِقَادِ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى هُوَ رَبُّهُمْ، وَأَنَّ هٰذَا كَلَامُهٗ تَعَالٰى، وَ لِأَجْلِ أَنْ يَّسْرِيَ حُبُّ الْقُرْاٰنِ فِيْ قُلُوْبِهِمْ، يُشْرِقُ نُوْرُهٗ فِيْ عُقُوْلِهِمْ، وَ أَفْكَارِهِمْ، مَدَارِكِهِمْ، وَحَوَاسِهِمْ، وَ لِأَجْلِ أَنْ يَّتَلَقَّنَا عَقَائِدَ الْقُرْاٰنِ مُنْذُ الصِّغْرِ، وَ أَنْ يَّنْشَأَ وَ يَشِبَّ عَلَى التَّخَلُّقِ بِخُلُقِ الْقُرْاٰنِ، وَ الْإِئْتِمَارِ بِأَمْرِهٖ، وَاجْتِنَابِ نَوَاهِيْهِ، لِأَنَّ التَّعَلُّمَ فِي الصِّغْرِ أَرْسَخُ فِيْ

الْـحَـافِـظَةِ، وَ أَبْقٰى فِي الذَّاكِرَةِ، وَ أَوْقَعُ فِي الْقَلْبِ، وَ أَشَدُّ انْطِبَاعًا فِي النَّفْسِ .)) ❶

''بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا اصول اسلام میں سے ہے کیونکہ بچوں کی پرورش فطرت سلیمہ پر ہوتی ہے لہٰذا ان کے دل خواہشات کی آماجگاہ بننے اور معصیت وگمراہی کی سیاہی سے پہلے حکمت کے انوار سے پُر ہوتے ہیں۔ پس چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ بچپن ہی سے انہیں قرآن مجید کی تعلیم پر ڈال دیا جائے تا کہ ان کا یہ پختہ عقیدہ قائم ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالی ان کا رب ہے اور قرآن مجید اس کا کلام ہے۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس سے ان کے دلوں میں قرآن مجید کی محبت راسخ ہو گی اور ان کے اذہان، افکار، صلاحیتیں اور حواس اس کے نور سے روشن ہوں گے۔ اس طرح ہم بچپن میں ہی قرآنی عقائد سیکھ لیں گے اور ہماری جوانی اور بڑھاپا قرآنی اخلاق کی روشنی میں گزرے گا۔ ہم اس کے احکامات پر عمل اور اس کے نواہی سے اجتناب کریں گے۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ بچپن کا حفظ پختہ ہوتا ہے اور دیر تک یاد رہتا ہے۔ دل میں اتر جاتا ہے اور نفس پر اس کا اثر نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔''

قرآن مجید کی تدریس کے احکام اور آداب:

جب قرآن مجید کی درس وتدریس کا یہ مرتبہ ہو تو بلاشبہ اس بارے کچھ احکامات اور آداب ایسے ہوں گے کہ جن کا التزام بہت ضروری ہے۔ یہاں ہم قرآن مجید کی تدریس کے چند احکامات بیان کر رہے ہیں:

ا......قرآن مجید کی تدریس پر اجرت لینا

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن مجید کی تدریس اور محض تلاوت پر اجرت حاصل کرنے میں فرق کریں اور یہ جان لیں کہ دوسری صورت درست نہیں ہے جبکہ پہلی جائز ہے

❶ فضائل القرآن لابن كثير: ص٧٤ـ٧٥.

کیونکہ اس میں تعلیم وتدریس ہو رہی ہے۔ اہل علم کا اس بارے اختلاف ہے کہ تدریس قرآن پر اجرت حاصل کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ اس بارے دو اقوال مروی ہیں:

پہلا قول:

حنفیہ اور حنابلہ کے راجح قول کے مطابق تعلیم قرآن کی اجرت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ ابن عابدین رحمہ اللہ نے اپنے 'حاشیہ' میں لکھا ہے کہ مذہب حنفی میں اصل رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کی اجرت لینا درست نہیں ہے اور متقدمین حنفی علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ لیکن بعد میں آنے والوں نے ضرورت کے تحت اسے جائز قرار دیا جیسا کہ ''بلخ'' کے حنفی مشائخ کا قول ہے۔ اسی طرح "مطالب أولي النهى" میں تعلیم قرآن مجید کی اجرت لینے کو حرام قرار دینے کے بعد یہ کہا گیا ہے کہ یہی حنفی مذہب کا قول ہے اور جمہور حنفی علماء اسی کے قائل ہیں۔ علاوہ ازیں ''ابن منجا'' وغیرہ نے بھی اسے ہی صحیح ترین قول قرار دیا ہے اور ''الوجیز'' اور دوسری کتب میں بھی اسے ہی قطعی قول قرار دیا گیا ہے۔ اس قول کے قائلین کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبد الرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے:

((اِقْرَؤُوا الْقُرْاٰنَ وَ لَا تَغْلُوْا فِيْهِ وَ لَا تَجْفُوْا عَنْهُ وَ لَا تَأْكُلُوْا بِهٖ وَلَا تَسْتَكْثِرُوْا بِهٖ .)) ❶

''قرآن پڑھو اور اس میں غلو نہ کرو۔ اس سے اعراض نہ کرو اور نہ اس سے کھاؤ اور نہ ہی اس کے ذریعے مال سمیٹو۔''

۲۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو صحابہ کی ایک جماعت قرآن مجید کی تلاوت کر رہی تھی تو آپ نے فرمایا:

((اِقْرَؤُوا الْقُرْاٰنَ وَ ابْتَغُوْا بِهِ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ قَوْمٌ

❶ مسند أحمد: ٣/٤٢٨.

يُقِيمُوْنَهُ إِقَامَةَ الْقَدْحِ، يَتَعَجَّلُوْنَهُ وَ لَا يَتَأَجَّلُوْنَهُ .)) ❶

قرآن مجید پڑھو اور اس کے ذریعے اپنے رب کی رضا حاصل کرو اس سے پہلے کہ ایسے لوگ آ جائیں جو اسے تیر کی طرح سیدھا کریں گے اور وہ اس کا بدلہ دنیا میں چاہیں گے اور اسے آخرت تک مؤخر نہیں کریں گے۔"

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((اِقْرَؤُوا الْقُرْاٰنَ قَبْلَ أَنْ يَقْرَأَهُ أَقْوَامٌ يُقِيمُوْنَهُ كَمَا يَقُوْمُ السَّهْمُ يَتَعَجَّلُ أَجْرَهُ وَ لَا يَتَأَجَّلَهُ .)) ❷

"قرآن مجید پڑھو اس سے پہلے کہ ایسی قوم اسے پڑھے کہ جو اسے تیر کی طرح سیدھا کریں، اس کی اجرت دنیا میں ہی چاہیں گے اور اس کا بدلہ آخرت پر نہ چھوڑیں۔"

۳۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اہل صفہ میں سے ایک شخص کو قرآن مجید اور اس کی کتابت کی تعلیم دی تو اس شخص نے مجھے ایک کمان ہدیہ کی۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ مال تو ہے نہیں اور میں اس کے ذریعے اللہ کے رستے میں تیر چلاؤں گا۔ پس میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

((إِنْ سَرَّكَ أَنْ تُطَوَّقَ بِهَا طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا .)) ❸

"اگر تجھے یہ پسند ہے کہ تجھے اس کے بدلے آگ کا ایک طوق پہنایا جائے تو اس ہدیہ کو قبول کر لیے۔"

۴۔ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو قرآن مجید کی

---

❶ مسند أحمد: ٣٥٧/٣.

❷ سنن أبو داؤد: ٢٢٠/١.

❸ سنن ابن ماجة: ٧٣٠/٢.

تعلیم دی اور اس نے مجھے ایک کمان ہدیہ کی تو میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

((إِنْ أَخَذْتَهَا أَخَذْتَ قَوْسًا مِّنْ نَّارٍ .)) ❶

''اگر تو نے اسے قبول کیا تو یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ تو نے آگ کی ایک کمان قبول کی۔''

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ کمان اس شخص کو لوٹا دی۔

۵۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے:

((اِقْرَؤُوا الْقُرْاٰنَ وَ سَلُوا اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى بِهٖ فَإِنَّ مِنْ بَعْدِكُمْ قَوْمًا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ بِهٖ .)) ❷

''قرآن مجید پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے اس کے ذریعے سوال بھی کرو۔ تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن مجید پڑھیں گے اور اس کے ذریعے لوگوں سے سوال کریں گے۔''

جو لوگ اجرت لینے کے جواز کے قائل ہیں، انہوں نے ان دلائل کے یوں جواب دیئے ہیں:

حضرت عبد الرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ کی روایت اس شخص کے بارے میں ہے جو قرآن مجید کو کھانے اور مال سمیٹنے کا ذریعہ ہی بنا لے۔ اگر سیکھنے والا اپنی خوشی سے مدرس کو کچھ دے دے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے جبکہ معلم زیادہ کا مطالبہ بھی نہ کرے۔

جہاں تک حدیث جابر رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے تو اس میں مدرس کے لیے اس بات کو لازم قرار دیا گیا ہے کہ اس کا مقصود محض قرآن مجید کے حروف کو سیدھا کرنا ہی نہ بن جائے۔ یا وہ

---

❶ سنن ابن ماجة: ٢/ ٧٣٠.

❷ مسند أحمد: ٤٣٧/٤.

اس پر عمل کو پس پشت ڈال دے اور آخرت کے مقابلے میں صرف دنیاوی اجر پر ہی اکتفا کر لے۔ پس اس روایت میں تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے یا اجرت حاصل کرنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی قرآن مجید پر عمل اور اس پر اجر وثواب کے بالمقابل محض حروف کے سیدھا کرنے اور اجرت وصول کرنے ہی کو مقصود بنا لے گا تو یہ حرام ہے۔ جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

((إِذَا كَانَ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ إِلَّا لِأَجْلِ الْعُرُوْضِ فَلَا ثَوَابَ لَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ .)) ❶

''اگر کوئی شخص محض اجرت کے لیے قرآن پڑھے گا تو اسے اس کا کچھ اجر وثواب نہ ملے گا۔''

حضرت عبادۃ اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما کی روایت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان دو صحابیوں نے یہ تعلیم خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے دی تھی لہٰذا آپ نے ان حضرات کو ہدیہ لینے سے منع کر دیا۔ جیسا کہ امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((تَأَوَّلَ الْمُجِيْزُوْنَ حَدِيْثَ عُبَادَةَ عَلٰى أَنَّهٗ أَمْرٌ كَانَ تَبَرَّعَ بِهٖ وَنَوَى الْاِحْتِسَابَ فِيْهِ وَلَمْ يَكُنْ قَصْدُهٗ وَقْتَ التَّعْلِيْمِ إِلٰى طَلَبِ عِوَضٍ وَنَفْعٍ فَحَذَّرَهُ النَّبِيُّ ﷺ إِبْطَالَ أَجْرِهٖ وَتَوَعَّدَهٗ عَلَيْهِ وَكَانَ سَبِيْلُ عُبَادَةَ فِيْ هٰذَا سَبِيْلُ مَنْ رَدَّ ضَالَّةَ الرَّجُلِ أَوِ اسْتَخْرَجَ لَهٗ مَتَاعًا قَدْ غَرِقَ فِيْ بَحْرٍ تَبَرُّعًا وَحِسْبَةً فَلَيْسَ لَهٗ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهِ عِوَضًا، وَلَوْ أَنَّهٗ طَلَبَ لِذٰلِكَ أُجْرَةً قَبْلَ أَنْ يَفْعَلَهٗ حِسْبَةً كَانَ ذٰلِكَ جَائِزًا، وَأَهْلُ الصُّفَّةِ قَوْمٌ فُقَرَاءُ كَانُوْا يَعِيْشُوْنَ بِصَدَقَةِ النَّاسِ فَأَخْذُ الرَّجُلِ الْمَالَ مِنْهُمْ مَكْرُوْهٌ وَدَفْعُهٗ إِلَيْهِمْ مُسْتَحَبٌّ .)) ❷

❶ مجموع الفتاوی: ٣١٦/٢٤۔ ❷ معالم السنن: ٣/٩٩۔١٠٠۔

’’جو لوگ اجرت لینے کے جواز کے قائل ہیں، انہوں نے حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کی تاویل یہ کی ہے کہ انہوں نے اپنے اس عمل سے نیکی اور اجر وثواب کی نیت کی تھی اور تعلیم کے وقت ان کا مقصود کوئی معاوضہ یا نفع لینا نہ تھا۔ پس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے اجر کے ضائع ہونے سے ڈرایا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ ایک شخص کسی دوسرے کی گمشدہ یا سمندر میں ڈوب جانے والی چیز نیکی اور اجر وثواب کی نیت سے ڈھونڈ نکالتا ہے تو اب اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کا کچھ معاوضہ لے۔ ہاں! اگر اس نے تلاش سے پہلے اس کی کوئی اجرت طے کی تھی تو وہ لینا اس کے لیے جائز ہو گا۔ اہل صفہ فقراء اور مساکین میں سے تھے جن کا گزر بسر صدقات پر ہوتا تھا۔ پس کسی شخص کا ان سے کچھ لینا مکروہ جبکہ دینا مستحب امر تھا۔‘‘

حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی حدیث میں قرآن مجید کے ذریعے سوال کرنے کی ممانعت ہے جبکہ معاوضے کے طور اجرت لینا سوال کرنے میں داخل نہیں ہے۔

یہ جوابات اس صورت دیے گئے ہیں جبکہ ان روایات کی صحت ثابت ہو جائے جبکہ صحیح بات یہی ہے کہ ان روایات پر اس قدر جرح موجود ہے کہ یہ قابل حجت نہیں ہیں۔ یہاں تک امام نووی رحمہ اللہ نے تو یہ کہہ دیا ہے:

((لَيْسَ فِي الْبَابِ حَدِيْثٌ يَجِبُ الْعَمَلُ بِهِ مِنْ جِهَةِ النَّقْلِ.)) [1]

’’اس مسئلے میں کوئی ایسی حدیث منقول ہی نہیں ہے کہ جس پر عمل واجب ہو۔‘‘

دوسرا قول:

مالکیہ، شافعیہ، امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت اور بلخ کے حنفی علماء کا کہنا یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے۔ جواز کے قائلین نے درج ذیل دلائل کو بنیاد بنایا ہے:

ا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت کا گزر کسی گھاٹ

[1] التذكار في أفضل الأذكار: ١٤٩.

سے ہوا کہ جہاں ایک شخص کو سانپ نے کاٹ لیا تھا۔گھاٹ کے قریب رہنے والوں میں سے ایک شخص صحابہ کی جماعت کے پاس آیااور پوچھا کہ کیا آپ لوگوں میں کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے کہ پانی کے قریب ایک شخص کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ صحابہ میں سے ایک شخص اس کے ساتھ چلا گیا اور اس نے چند بکریوں کے عوض سورۃ فاتحہ کا دم کیا اور بکریاں لے کر واپس آ گیا۔ بقیہ صحابہ نے اس کے اس عمل کو ناپسند جانا اور کہا کہ تو نے کتاب اللہ کے عوض اجرت وصول کی ہے۔ یہاں تک جب صحابہ کی وہ جماعت مدینہ تشریف لائی تو انہوں نے کہا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخَذَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ أَجْرًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ.)) [1]

''اے اللہ کے رسول ﷺ! اس شخص نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: انسان سب سے زیادہ حقدار اس اجرت کا ہے جو وہ کتاب اللہ کے بدلے میں لے۔''

۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت کا عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلے سے گزر ہواتو قبیلے والوں نے ان کی مہمان نوازی نہ کی۔ ابھی صحابہ کی جماعت وہیں تھی کہ اس قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ تو انہوں نے صحابہ سے کہا کہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کے پاس سانپ کے کاٹے کی دوا یا جھاڑ پھونک ہو۔ صحابہ نے کہا کہ تم نے ہماری مہمان نوازی نہ کی لہٰذا ہم یہ کام اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک تم ہمیں اس کا معاوضہ نہ دو۔ تو انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ اجرت میں طے کر دیا۔ تو صحابہ میں سے ایک شخص نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرنا شروع کی اور وہ ساتھ ہی اپنی تھوک جمع کر کے تھوڑی تھوڑی پھینکتے جاتے تھے۔ دم سے وہ سردار تندرست ہو گیا اور وہ قبیلے والے بکریاں لے آئے۔ پس صحابہ نے کہا کہ ہم

[1] صحیح البخاری: ۷/ ۲۳.

اس وقت تک ان بکریوں کو استعمال نہ کریں گے جب تک اللہ کے رسول ﷺ سے معلوم نہ کرلیں۔ پس جب انہوں نے آپ سے پوچھا تو آپ مسکرا دیے اور کہا:

((وَ مَا أَدْرَاكُمْ أَنَّهَا رُقْيَةٌ، خُذُوْهَا وَ اضْرِبُوْا لِيْ بِسَهْمٍ .)) [1]

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ جھاڑ پھونک ہے۔ یہ اجرت لے لو اور اس میں میرا حصہ بھی مقرر کرو۔''

۳۔ خارجہ بن صلت رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے۔ پھر جب واپس اپنی قوم کی طرف جانے لگے تو راستے میں ان کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جسے مرگی کا دورہ پڑتا تھا اور اسے لوہے کی زنجیروں سے باندھا گیا تھا۔ اس کے گھر والوں نے کہا کہ ہمیں یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کے پاس سے تم ہو کر آ رہے ہو، وہ کچھ بھلائی لے کر آئے ہیں۔ کیا ان کے پاس کچھ ایسا ہے کہ ہمارے اس مریض کا علاج کرسکیں۔ چچا نے کہا کہ میں نے اس شخص پر سورۃ فاتحہ دم کی۔ راوی وکیع نے کہا ہے کہ یہ دم تین دن تک صبح وشام تھا۔ پس وہ شخص تندرست ہوگیا تو اس کے گھر والوں نے انہیں ایک سو بکریاں دیں۔ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آکر آپ کو خبر دی تو آپ نے کہا:

((خُذْهَا فَلَعُمْرِىْ مَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ .)) [2]

''میری عمر کی قسم! اسے لے لو، جس نے باطل جھاڑ پھونک سے کھایا تو وہ درست نہیں ہے اور تو نے تو حق جھاڑ پھونک کی ہے۔''

۴۔ سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس موجود تھے کہ ایک خاتون آپ کے پاس آئی اور اس نے اپنا آپ نکاح کے لیے پیش کیا۔ آپ نے اسے ایک نظر دیکھا اور خاموش رہے۔ اس دوران صحابہ میں سے ایک شخص نے آپ سے کہا:

---

[1] صحيح البخاری: ۲۳/۷.

[2] مسند أحمد: ۲۱۱/۵.

((زَوِّجْنِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ . قَالَ أَعِنْدَكَ شَيْءٌ؟ قَالَ: مَا عِنْدِيْ مِنْ شَيْءٍ . قَالَ: وَلَا خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ؟ قَالَ: وَلَا خَاتَمًا، وَلٰكِنْ أَشُقُّ بِرِدَتِيْ هٰذِهٖ فَأُعْطِيْهَا النِّصْفَ وَاٰخُذُ النِّصْفَ . قَالَ: هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَيْءٌ؟ قَالَ: نَعَمْ . قَالَ: اِذْهَبْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ .)) [1]

''اللہ کے رسول ﷺ اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے کہا: کیا لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے؟ اس نے کہا: نہیں! وہ بھی نہیں ہے۔ البتہ میرے پاس یہ چادر ہے، میں اسے دو حصوں میں تقسیم کیے دیتا ہوں۔ آدھی خود رکھ لوں گا اور آدھی اسے دے دوں گا۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ قرآن ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے کہا: جاؤ! میں نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ اس قرآن کے بدلے کر دیا جو تمہارے پاس ہے۔''

اگر ہم ان دلائل پر غور کریں تو پہلے تین دلائل تو قرآن مجید کی جھاڑ پھونک کی اجرت وصول کرنے کے بارے ہیں نہ کہ تعلیم وتدریس کا معاوضہ حاصل کرنے کے بارے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((لَا نُسَلِّمُ أَنَّ جَوَازَ أَخْذِ الْأَجْرِ فِي الرُّقٰى يَدُلُّ عَلٰى جَوَازِ التَّعْلِيْمِ بِالْأَجْرِ .))

''ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ جھاڑ پھونک کی اجرت لینے کے جواز سے تدریس قرآن کی اجرت لینے کا جواز بھی ثابت ہو جاتا ہے۔''

چوتھی روایت میں تعلیم قرآن کو معاوضہ بنایا گیا ہے اور اسے حق مہر کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس بارے یہ بھی کہا جا سکتا ہے چونکہ وہ شخص فقیر تھا لہٰذا اس کے لیے یہ جواز

[1] صحيح البخاري: ٦/ ١٣٤.

موجود تھا جبکہ اس روایت سے عمومی جواز نکالنا درست نہیں ہے۔

راجح قول:

دراصل قرآن مجید کی تعلیم کی اجرت لینے کا مختلف صورتوں اور متنوع حالات میں ایک جیسا حکم نہیں ہے۔بعض اوقات مدرس غنی ہوتا ہے اور بعض اوقات محتاج۔بعض حالات میں اس کے علاوہ بھی مدرسین کثرت سے ہوتے ہیں اور بعض اوقات کم اور بعض اوقات تو بالکل نہیں ہوتے۔اجرت ادا کرنے والا بعض اوقات تو طالب علم ہوتا ہے اور بعض اوقات کچھ اصحاب خیر اجرت ادا کرتے ہیں۔ اگر طالب علم ہو تو وہ بھی بعض اوقات غنی ہوتا ہے اور بعض اوقات محتاج۔بعض اوقات یہ اجرت بیت المال یا سرکار کی طرف سے بھی ادا کی جاتی ہے۔بعض اوقات یہ تعلیم اجرت کے ساتھ مشروط ہوتی ہے اور بعض اوقات اس کے ساتھ کسی قسم کی شرط نہیں ہوتی۔اور بعض اوقات مذکورہ بالا حالات کے علاوہ کچھ اور حالات ہوتے ہیں۔

اس میں اختلاف نہیں ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کی اجرت وصول نہ کرنا بہترین عمل اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے کا مفید ذریعہ ہے۔اس کے بعد دوسرا درجہ یہ ہے کہ اجرت کی شرط لگائے بغیر تعلیم دے۔ اگر کچھ دے دیا جائے تو اس کو قبول کر لے اور اگر کچھ نہ دیا جائے تو مطالبہ بھی نہ کرے۔ اگر ہم اپنے زمانے پر غور کریں کہ جس میں انسان کے فرائض، ذمہ داریاں اور مصروفیات بہت بڑھ گئی ہیں اور قرآن مجید کی فی سبیل اللہ یا اجر وثواب کی نیت سے تعلیم دینے والے نہ ہونے کے برابر ہیں تو اس تناظر میں:

۱۔ اگر کچھ لوگ اپنے آپ کو تعلیم قرآن کے لیے فارغ نہیں کریں گے اور انہیں اس کی اجرت نہ دی جائے گی تو ان کا اکثر وقت اپنے معاشی مسائل کو سلجھانے میں صرف ہو جائے گا اور قرآن مجید کی فی سبیل اللہ تعلیم کے لیے ان کے پاس بہت کم وقت بچ جائے گا۔اور اس زائد وقت میں تدریس قرآن کے لیے محنت اور کوشش کے باوجود وہ اس کے مقام ومرتبے کے اعتبار سے اس کا حق ادا نہیں کر پائیں گے۔

۲۔ قرآن مجید کی تعلیم سے مراد جمیع مراحل کی تعلیم ہے جن میں نرسری، پرائمری، مڈل، کالج

اور یونیورسٹی کے درجات کی تعلیم بھی شامل ہے۔حفظ قرآن کے لیے مخصوص مدارس بلکہ قرآن کالجز اور علوم قرآن کی تدریس کا تقاضا یہ ہے کہ مدرسین قرآن کی ایک بڑی تعداد اس کام کے لیے فارغ ہو۔ اگر یہ مدرسین دیگر سرکاری ملازمین کی طرح اجرت نہیں لیں گے تو قرآن مجید کی نشر واشاعت اور تعلیم وتدریس میں کمی واقع ہو جائے گی کیونکہ اتنی بڑی تعداد میں فی سبیل اللہ قرآن مجید کی تعلیم دینے والوں کا ملنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔

اس لیے ہماری رائے میں سرکاری یا عوامی مدارس میں تعلیم قرآن کی متعین اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جہاں تک مساجد میں حفظ قرآن کی کلاسز پر اجرت وصول کرنے کا معاملہ ہے، جو اصحاب خیر کے تعاون سے چلتی ہیں، تو ان میں بہتر صورت یہی ہے کہ کسی متعین اجرت کی شرط نہ لگائے اور وہ اپنی مرضی سے جو دے دیں اسے قبول کر لے۔ اور اگر وہ کچھ بھی نہ دیں تو اس صورت میں بھی بہتر ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث،تم میں سے بہترین وہ ہیں جو قرآن مجید سیکھیں اور سکھائیں،کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے آپ کو سوال کرنے سے بچائے۔ بلاشبہ اس کارِخیر کا بدلہ اور معاوضہ اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہے اور وہ جنت ہے۔حضرت ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَـنْ خَافَ أَدْلَجَ ، وَ مَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ ، أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ ، أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ .)) [1]

”جسے لٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے تو وہ رات کے آخر حصے میں سفر کرتا ہے۔ اور جو رات کے آخر حصے میں سفر کرتا ہے تو منزل کو پہنچ جاتا ہے۔خبردار! اللہ کا سامان بہت مہنگا ہے اور وہ جنت ہے۔“

مستقل کمیٹی برائے تحقیق وافتاء نے مدرسین قرآن کی اجرت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں کہا ہے:

---

[1] سنن الترمذی: ٤/ ٦٣٣.

((حُكْمُ أُجْرَةِ الْمُدَرِّسِينَ الَّذِيْنَ يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ كِتَابَ اللّٰهِ لَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ لِعُمُوْمِ قَوْلِهِ: إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ .)) ❶

''جو مدرسین کتاب اللہ کی تعلیم پر اجرت لیتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ آپ کے ارشاد کہ' بہترین چیز جس پر تم اجرت وصول کرو، اللہ کی کتاب ہے' کے عموم سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔''

شاید ہم نے اس مسئلہ میں کافی لمبی بحث کر دی ہے کیونکہ یہ ایک ایسا اہم بلکہ اصولی مسئلہ تھا جو اس کتاب کی بنیاد ہے۔ چونکہ اس کتاب کے ذریعے ہم مدرسین اور مدرسین کالجز کے طلباء کو مخاطب کر رہے ہیں لہٰذا یہ ضروری محسوس ہوا کہ اس مسئلے کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔

۲......قرآن مجید کی تعلیم پر نمایاں طلباء کی حوصلہ افزائی کے لیے دیے جانے والے انعامات کا حکم

اللہ تعالی نے اس امت اور اس کے حکمرانوں کو اس بات کی توفیق دی کہ وہ قرآن مجید کی تعلیم وتعلم کا اہتمام کریں۔ پس قرآن مجید کی تعلیم پھیل گئی، مدارس عام ہو گئے اور حفظ قرآن کی کلاسز تو بہت زیادہ ہیں۔ ہمارے ملک میں تو قرآن مجید کو تمام درجات کی تعلیم میں بطور نصاب شامل کیا گیا ہے۔ سعودی حکومت نے حفظ قرآن کے ابتدائی، متوسط اور اعلی درجہ کے مدارس قائم کرنے کا اہتمام کیا ہے اور ہماری اکثر مساجد میں بھی حفظ قرآن کی کلاسز قائم کی گئی ہے اور یہی صورت حال تقریباً دیگر اسلامی ممالک میں بھی ہے۔

اس صورت حال میں قرآن مجید کی تلاوت و حفظ پر حوصلہ افزائی کے لیے کئی رستے اختیار کیے گئے جن میں نمایاں طلباء کے لیے جو مکمل قرآن مجید یا اس کا ایک متعین حصہ یاد کریں، ماہنامہ وظائف اور دیگر دنیاوی انعامات بھی شامل ہوتے ہیں۔ بلکہ اب تو یہ

---

❶ فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء: ٤/ ٩١.

وظائف طلباء کے علاوہ قیدیوں کے لیے بھی ہیں۔ سعودی حکومت ان قیدیوں کی سزا میں تقریباً نصف تک تخفیف کر دیتی ہے جو قرآن مجید کا ایک متعین حصہ حفظ کرتے ہیں۔ پس حوصلہ افزائی کی خاطر دیے جانے والے ان انعامات کو ہم یوں بیان کر سکتے ہیں:

پہلی قسم:

حفظ قرآن کے مدارس میں طلباء کے ماہنامہ وظائف۔

دوسری قسم:

قرآن مجید کے مکمل یا متعین جز کے یاد کرنے پر حوصلہ افزائی کے لیے دیے جانے والے انعامات۔

تیسری قسم:

حفظ اور تلاوتِ قرآن مجید کے مقامی اور عالمی مقابلہ جات میں بہترین پوزیشن حاصل کرنے والوں کے لیے انعامات۔

تیسری قسم کو مزید تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ا۔ مادی و مالی انعامات۔ ۲۔ کتابوں، کیسٹس اور گھریلو ساز وسامان کی صورت میں دیے گئے انعامات۔ ۳۔ سزا میں تخفیف کی صورت میں انعام۔

مجھے علماء، مصنفین اور معاصرین کی کوئی ایسی بحث نہیں ملی کہ جس میں انہوں نے اس بارے تفصیلاً کلام کیا ہو، اگرچہ اجمالی طور وہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کے امراء کو لکھا تھا کہ قرآن مجید کے حفاظ کی فہرستیں مجھے بھیجو تا کہ ہم ان کی مالی خدمت کے ذریعے انہیں شرف بخشیں اور انہیں مختلف شہروں میں لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لیے بھیجیں۔ اس کے جواب میں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے لکھا کے میرے پاس تین سو سے زائد حفاظ موجود ہیں۔

خلیفہ ہارون الرشید نے لشکر کے امراء اور گورنروں کی طرف یہ لکھ بھیجا تھا کہ جو تمہیں اذان کا التزام کرتا نظر آئے (یعنی موذن) تو اس کے لیے ایک ہزار دینار وظیفہ مقرر کر دو۔ جو

قرآن مجید حفظ کرے اور علم کے حصول لیے کوشش کرے، مجالس علم وادب کو آباد کرے تو اس کے لیے دو ہزار دینار مقرر کرو۔ اور جو قرآن مجید کو حفظ کرے، حدیث کو نقل کرے اور علم میں پختگی اور گہرائی حاصل کرے تو اس کے لیے چار ہزار دینار مقرر کرو۔ لیکن یہ وظائف اس میدان کے ماہر علماء اور فضلاء کی طرف سے ایسے لوگوں کے امتحان لینے کے بعد مقرر کیے جائیں اور یہ بھی لکھ بھیجا تھا کہ ان علماء کی بات کو سنو، ان کے فیصلے کا احترام کرو اور پیروی کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ أَطِيْعُواْ اللّهَ وَأَطِيْعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِيْ الأَمْرِ مِنكُمْ﴾

''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اولوالامر کی۔''

اور ان سے مراد اہل علم کی جماعت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَمَا رَأَيْتُ عَالِمًا، وَ لَا قَارِءًا لِّلْقُرْآنِ، وَ لَا سَابِقًا لِّلْخَيْرَاتِ، وَ لَا حَافِظًا لِّلْحُرُمَاتِ فِيْ أَيَّامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَيَّامِ الْخُلَفَاءِ وَ الصَّحَابَةِ، أَكْثَرَ مِنْهُمْ فِيْ زَمَنِ الرَّشِيْدِ وَ أَيَّامِهِ، لَقَدْ كَانَ الْغُلَامُ يَجْمَعُ الْقُرْآنَ وَ هُوَ ابْنُ ثَمَانِ سِنِيْنَ وَ لَقَدْ كَانَ الْغُلَامُ يَسْتَبْحِرُ فِي الْفِقْهِ وَ الْعِلْمِ وَ يَرْوِي الْحَدِيْثَ وَ يَجْمَعُ الدَّوَاوِيْنَ وَ يُنَاظِرُ الْمُعَلِّمِيْنَ وَ هُوَ ابْنُ إِحْدٰى عَشَرَةَ سَنَةً.)) [1]

''میں نے دیکھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے کے بعد علماء، قراء، نیکی میں مسابقت کرنے والوں اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والوں کی اتنی کثیر تعداد کسی بھی زمانے میں نہ تھی جتنی ہارون الرشید کے زمانے میں تھی۔ لڑکا آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیتا اور گیارہ سال کی عمر میں حدیث روایت کرتا، ذخیرہ احادیث یاد کرتا، اساتذہ سے مکالمہ کرتا اور علم وتفقہ میں پختگی

[1] الإمامة والسياسة لابن قتيبة: ۱۵۷/۲.

حاصل کر لیتا تھا۔"

اگر یہ کہا جائے کہ اس قسم کے انعامات کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگ محض مادی معاوضے یا سزا میں تخفیف کے لیے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کریں گے تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ کیا معلوم یہی ان کی ہدایت کا سبب بھی بن جائے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَ لَا يُمْتَنَعُ عَنْ تَعْلِيمِ أَحَدٍ لِكَوْنِهِ غَيْرَ صَحِيحِ النِّيَّةِ فَقَدْ قَالَ سُفْيَانُ وَ غَيْرُهُ: طَلَبُهُمْ لِلْعِلْمِ نِيَّةٌ وَ قَالُوْا: طَلَبْنَا الْعِلْمَ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَأَبٰى أَنْ يَكُوْنَ إِلَّا لِلّٰهِ .)) ❶

"اہل علم کا کہنا ہے کہ کسی کو صرف اس وجہ سے قرآن مجید کی تعلیم سے نہیں روکا جائے گا کہ اس کی نیت درست نہیں ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے: ان کا علم کے لیے کوشش کرنا ہی ان کی نیت ہے۔ اور بعض اہل علم نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم نے غیر اللہ کی نیت سے علم حاصل کرنا شروع کیا اور بعد میں اس علم کی برکت سے وہ صرف اللہ کی رضا کے لیے مختص ہو گیا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض گورنروں کو لکھ بھیجا کہ وہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم پر وظائف جاری کریں۔ تو کسی نے جواب میں لکھا کہ آپ نے ہمیں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے پر وظائف دینے کا حکم دیا تھا اور اب ایسے لوگ بھی قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے لگیں ہیں جنہیں سوائے وظیفے کے اور کسی چیز سے غرض نہیں ہے۔ اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ تم انہیں قرآن مجید سے محبت اور اس کی صحبت کے بدلے کچھ دے دو۔

اس کے برعکس ابو عبید رحمہ اللہ اور دوسرے علماء نے اسیر بن عمرو رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

((بَلَغَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه أَنَّ سَعْدًا رضی الله عنه قَالَ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ أَلْحَقْتُهُ فِي أَلْفَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ: أُفٍّ أُفٍّ!

---

❶ التبيان فی آداب حملة القرآن: ص٤٩.

أَيُعْطِي عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَ .)) ❶

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ سعد رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید پڑھنے والوں کا دو ہزار وظیفہ مقرر کیا ہے تو اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اف! کیا وہ اللہ کی کتاب پر مال دے گا!''

علماء کی مستقل کمیٹی سے جب حفظ قرآن کے مقابلہ جات میں انعامات کے وصول کرنے کے بارے سوال ہوا تو انہوں نے جواب دیا:

((لَا حَرَجَ فِيْ ذٰلِكَ وَ لَا فَرْقَ بَيْنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَاءِ فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ .)) ❷

''اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے یہ جائز ہے۔''

اسی طرح ان سے یہ بھی سوال ہوا کہ عورتوں کے قرآن مجید ترتیل سے پڑھنے کے مقابلہ جات اگر مردوں کی موجودگی میں منعقد کیے جائیں تو اس پر کمیٹی نے جواب دیا:

((تَرْتِيْلُ الْبَنَاتِ لِلْقُرْاٰنِ بِحَضْرَةِ الرِّجَالِ لَا يَجُوْزُ ، لِمَا يَخْشَى فِيْ ذٰلِكَ مِنَ الْفِتْنَةِ بِهِنَّ ، وَ قَدْ جَاءَ تِ الشَّرِيْعَةُ بِسَدِّ الذَّرَائِعِ الْمُفْضِيَةِ لِلْحَرَامِ .)) ❸

''مردوں کی موجودگی میں لڑکیوں کا قرآن مجید ترتیل سے پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ اس میں ان کے لیے فتنے کے امکانات ہیں اور شریعت اسلامیہ ایسے تمام وسائل پر قدغن لگاتی ہے جو حرام کی طرف لے جانے کا ذریعہ بنتے ہوں۔''

میرے خیال میں چونکہ تلاوت میں حسن صوت مطلوب ہے، اور اگر کوئی عورت مردوں کی موجودگی میں اپنی آواز کو خوبصورت بنانے کی کوشش کرے گی تو ممنوع کا ارتکاب کرے گی۔

---

❶ منتخب كنز العمال: ١/٣٩٨.

❷ فتاوى اللجنة الدائمة: ٤/٨٨.

❸ أيضاً: ٤/١٢٧.

۳......قرآن مجید کی درس وتدریس میں طہارت کے احکام کا بیان

مقدس مقامات کا یہ حق ہے کہ انہیں نجاست وگندگی سے پاک رکھا جائے، یہی وجہ ہے کہ حرمین میں کفار ومشرکین کا داخلہ ممنوع ہے۔ اسی طرح کا حکم مساجد کا بھی ہے کہ جہاں کفار کا داخلہ ممنوع ہے۔ مساجد میں جنبی، حائضہ اور نفاس والی خواتین کا جانا جائز نہیں ہے۔ قرآن مجید بھی چونکہ پاک ہے لہٰذا اسے چھونے والا بھی پاک ہی ہونا چاہیے۔ علماء نے اس مسئلہ میں تفصیلی بحث کی ہے اور اس کے احکامات واضح کیے ہیں۔ ہمیں اس بارے درج ذیل چیزوں کا فرق ملحوظ رکھنا چاہیے:

۱۔طہارت کے بغیر تلاوت قرآن کا حکم

۲۔طہارت کے بغیر قرآن مجید کو چھونے کا حکم

ہم یہاں یہ بھی واضح کرتے چلیں کہ جو لوگ طاہر نہیں ہیں، وہ درج ذیل اقسام پر مشتمل ہیں:

(۱) حدث اکبر یعنی جنابت میں ہونا (۲) حدث اصغر یعنی بے وضو ہونا

(۳) حیض (۴) نفاس

(۵) کافر

جہاں تک مصحف کو چھوئے بغیر تلاوت کا حکم ہے تو اہل علم کا اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر کوئی مسلمان بغیر وضو کے قرآن مجید کی تلاوت کرے تو یہ جائز ہے اگرچہ وضو کے ساتھ تلاوت افضل ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

((فَإِنْ قَرَأَ مُحْدِثًا جَازَ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْأَحَادِيْثُ فِيْهِ كَثِيْرَةٌ مَعْرُوْفَةٌ . قَالَ إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ: وَ لَا يُقَالُ اِرْتَكَبَ مَكْرُوْهًا بَلْ هُوَ تَارِكٌ لِلْأَفْضَلِ فَإِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَاءَ تَيَمَّمَ .)) ❶

’’اگر کسی نے بے وضو تلاوت کی تو اہل علم کا اجماع ہے کہ اس کی تلاوت جائز

❶ التبيان : ص۹۳.

ہے اور اس بارے کئی ایک روایات معروف ہیں۔ امام الحرمین رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس نے بغیر وضو تلاوت کر کے کوئی مکروہ کام کیا ہے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ترکِ افضل ہے۔ پس اگر اسے پانی میسر نہ ہو تو تیمّم کر لے۔"

جہاں تک جنبی کا تعلق ہے تو جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ اس کے لیے قرآن مجید کی تلاوت جائز نہیں ہے، چاہے دل ہی سے یا مصحف کو چھوئے بغیر ہی کیوں نہ ہو۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((وَ الْأَرْبَعَةُ أَيْضًا لَا يَجُوْزُوْنَ لِلْجُنُبِ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ .)) [1]

"ائمہ اربعہ کا موقف یہی ہے کہ جنبی کے لیے قرآن مجید کی تلاوت جائز نہیں ہے۔"

حالت حیض ونفاس میں مصحف کو چھوئے بغیر قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں علماء کے دواقوال میں سے راجح قول یہی ہے کہ یہ جائز ہے کیونکہ اس کی ممانعت کے بارے اللہ کے رسول ﷺ سے کوئی چیز مروی نہیں ہے۔ علماء کی مستقل کمیٹی نے ایک سائلہ کے جواب میں یہ فتویٰ دیا ہے:

((يَجُوْزُ لَكِ أَنْ تَقْرَءِي الْقُرْاٰنَ وَأَنْتِ حَائِضٌ وَأَنْ تُعَلِّمِي الْحُيَّضَ التِّلَاوَةَ وَالتَّجْوِيْدَ حَالَ الْحَيْضِ دُوْنَ مَسِّ الْمُصْحَفِ .)) [2]

"تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ تم حالت حیض میں قرآن مجید کو چھوئے بغیر اس کی تلاوت کرو اور حیض والی خواتین کو حالت حیض میں قرآن مجید کی تلاوت اور تجوید کی تعلیم دو۔"

---

[1] مجموع الفتاوى: ٢١ : ٢٦٨.

[2] فتاوى اللجنة الدائمة: ٤/ ٧٤.

جہاں تک کسی کافر کی تلاوت کا حکم ہے جیسا کہ بعض کلاسز میں عیسائی طلباء بھی موجود ہوتے ہیں اور مدرسین عموماً انہیں قرآن مجید کی تعلیم دینے اور ان کے مصحف کو چھونے کے بارے سوال کرتے ہیں تو اس بارے امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب "بَابُ تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ" کے عنوان سے باندھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

((أَخْبَرَنِی أَبُو سُفْيَانَ أَنَّ هِرَقْلَ دَعَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَرَأَ فَإِذَا فِيْهِ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ يٰأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ.....﴾ ❶

"مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ ہرقل نے اللہ کے رسول ﷺ کا خط منگوایا اور اسے پڑھا تو اس میں یہ موجود تھا: "اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے مابین مشترک ہے..."

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((وَ وَجْهُ الدَّلَالَةِ مِنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَتَبَ إِلَى الرُّوْمِ وَ هُمْ كُفَّارٌ وَّالْكَافِرُ جُنُبٌ، كَأَنَّهٗ يَقُوْلُ إِذَا جَازَ مَسُّ الْكِتَابِ لِلْجُنُبِ مَعَ كَوْنِهٖ مُشْتَمِلًا عَلٰى اٰيَتَيْنِ فَكَذٰلِكَ يَجُوْزُ لَهٗ قِرَاءَ تُهٗ، كَذَا قَالَهُ ابْنُ رَشِيْدٍ وَ تَوْجِيْهُ الدَّلَالَةِ مِنْهُ إِنَّمَا هِيَ مِنْ حَيْثُ إِنَّهٗ إِنَّمَا كَتَبَ إِلَيْهِمْ لِيَقْرَؤُوْهُ فَاسْتَلْزَمَ جَوَازُ الْقِرَاءَةِ بِالنَّصِّ لَا بِالْاِسْتِنْبَاطِ. وَ قَدْ أُجِيْبَ مِمَّنْ مَّنَعَ ذٰلِكَ، وَ هُمُ الْجُمْهُوْرُ، بِأَنَّ الْكِتَابَ اشْتَمَلَ عَلٰى أَشْيَاءَ غَيْرَ الْاٰيَتَيْنِ، فَأَشْبَهَ مَا لَوْ ذُكِرَ بَعْضُ الْقُرْاٰنِ فِيْ كِتَابِ الْفِقْهِ أَوْ فِي التَّفْسِيْرِ فَإِنَّهٗ لَا يُمْنَعُ قِرَاءَ تُهٗ وَ لَا مَسُّهٗ

❶ فتاوى اللجنة الدائمة: ٤/ ٧٥.

www.KitaboSunnat.com

عِنْدَ الْجُمْهُورِ لِأَنَّهُ لَا يُقْصَدُ مِنْهُ التِّلَاوَةُ، وَ نَصَّ أَحْمَدُ أَنَّهُ يَجُوزُ مِثْلَ ذٰلِكَ فِي الْمُكَاتَبَةِ لِمَصْلِحَةِ التَّبْلِيغِ، وَ قَالَ بِهِ كَثِيرٌ مِّنَ الشَّافِعِيَّةِ، وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَصَّ الْجَوَازَ بِالْقَلِيلِ كَالْآيَةِ وَالْآيَتَيْنِ، قَالَ الثَّوْرِيُّ: لَا بَأْسَ أَنْ يُعَلِّمَ الرَّجُلُ النَّصْرَانِيَّ الْحَرْفَ مِنَ الْقُرْآنِ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّهْدِيَهُ، وَ أَكْرَهُ أَنْ يُّعَلِّمَهُ الْآيَةَ هُوَ كَالْجُنُبِ، وَ عَنْ أَحْمَدَ أَكْرَهُ أَنْ يَضَعَ الْقُرْآنَ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ وَ عَنْهُ إِنْ رَجٰى مِنْهُ الْهِدَايَةَ جَازَ وَ إِلَّا فَلَا .)) [1]

''اس میں استدلال کا پہلو یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اہل روم کی طرف خط لکھا جبکہ وہ کافر اور ناپاک تھے۔ پس جب کسی ناپاک کے لیے ایک ایسے خط کو چھونا جائز تھا کہ جس میں دو آیات بھی تھیں تو اس کے لیے اس کا پڑھنا بھی جائز تھا۔ ابن رشید نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ان کے نزدیک وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ خط لکھا ہی اس لیے تھا کہ وہ اسے پڑھیں، پس پڑھنے کا جواز تو نص سے ثابت ہوا نہ کہ استنباط سے۔ جمہور علماء جو اس کے قائل نہیں ہیں، ان کا جواب یہ ہے کہ خط میں ان دو آیات کے علاوہ بھی کچھ پیغامات تھے۔ پس اس خط کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ کسی فقہ یا تفسیر کی کتاب میں قرآن مجید کی بعض آیات لکھی ہوئی ہوں اور اس کتاب کو چھونا یا اس کو پڑھنا جمہور کے نزدیک بھی ممنوع نہیں ہے کیونکہ یہاں مقصود تلاوت نہیں ہوتی۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دعوت و تبلیغ کی مصلحت سے خط و کتابت میں ایسا جائز ہے۔ شافعیہ کی اکثریت کا بھی یہی قول ہے۔ بعض شوافع نے قلیل یعنی ایک یا دو آیات کی اجازت دی ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ کسی شخص کا کسی عیسائی کو قرآن مجید کے چند حروف پڑھانے میں کوئی حرج نہیں، شاید اسے

---

[1] فتح الباري: ١/٤٨٦، ٤٨٧.

اسی سے ہدایت مل جائے۔ البتہ میں اس بات کو ناپسند جانتا ہوں کہ کوئی مسلمان کسی عیسائی کو آیت کی تعلیم دے کیونکہ وہ جنبی کی مانند ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے یہ ناپسند ہے کہ قرآن مجید ایسے شخص کو سکھایا جائے جو اس کا محل نہیں۔ اسی طرح ان سے یہ بھی مروی ہے کہ اگر مجھے غیر مسلم سے ہدایت کی امید ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔''

ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک دوسرے مقام پر یہ کہا ہے:

((وَ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةُ مِمَّا اخْتَلَفَ فِيْهِ السَّلَفُ فَمَنَعَ مَالِكٌ مِّنْ تَعْلِيْمِ الْكَافِرِ لِلْقُرْاٰن، وَ رَخَّصَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ، وَ اخْتَلَفَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَ الَّذِيْ يَظْهَرُ أَنَّ الرَّاجِحَ التَّفْصِيْلُ بَيْنَ مَنْ يُّرْجٰى مِنْهُ الرَّغْبَةُ فِي الدِّيْنِ وَ الدُّخُوْلُ فِيْهِ مَعَ الْأَمْنِ مِنْهُ أَنْ يَتَسَلَّطَ بِذٰلِكَ إِلَى الطَّعْنِ فِيْهِ، وَ بَيْنَ مَنْ يَّتَحَقَّقُ أَنَّ ذٰلِكَ لَا يَنْجَحُ فِيْهِ أَوْ يُظَنُّ أَنَّهٗ يَتَوَصَّلُ بِذٰلِكَ إِلَى الطَّعْنِ فِي الدِّيْنِ وَ اللّٰهُ أَعْلَمُ وَيُفَرَّقُ أَيْضًا بَيْنَ الْقَلِيْلِ مِنْهُ وَ الْكَثِيْرِ.)) [1]

''یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس میں سلف صالحین کا اختلاف ہے، امام مالک رحمہ اللہ نے غیر مسلم کو قرآن مجید کی تعلیم دینے سے منع کیا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس بارے رخصت کے قائل ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے اس بارے مختلف اقوال مروی ہیں۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اس مسئلے میں تفصیل ہے اور وہ اس غیر مسلم، کہ جس سے دین اسلام قبول کرنے کی امید ہو اور یہ بھی خوف نہ ہو کہ وہ دین اسلام میں طعن کرنے کے لیے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرے گا، اور اس میں فرق کرتے ہیں کہ جس کافر کی ہدایت کی امید نہ ہو اور اس سے یہ بھی گمان ہو کہ وہ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر کے دین اسلام پر طعن کرے گا۔

---

[1] فتح الباری: ١٢٦/٦.

اسی طرح انہوں نے تھوڑی اور زیادہ تلاوت کا بھی فرق کیا ہے۔''

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مصاحف قرآنیہ مسلم اور غیر مسلم ممالک میں ہر جگہ کثیر تعداد میں لائبریریوں وغیرہ میں موجود ہیں اور ایک غیر مسلم کے لیے انہیں حاصل کرنا بہت ہی آسان ہے۔ اور اگر کوئی کافر معاذ اللہ! اللہ کی کتاب کی توہین کرنا چاہتا ہے تو اس کے پاس اس کے ہزاروں رستے موجود ہیں۔ پس ان حالات میں بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی سرپرستی میں انہیں قرآن مجید کی تلاوت اور تعلیم کا موقع میسر کریں اور اس تدریس کے دوران ان تک اسلام کی دعوت پہنچائیں، شاید کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے اور ان کا سینہ اسلام کے لیے کھول دے۔

جہاں تک مصحف کو چھونے کا مسئلہ ہے تو اس بارے تفصیل ہے:

(۱) حدث اکبر (۲) حدث اصغر

(۳) حیض ونفاس (۴) چھوٹا بچہ

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ أَنَّهُ لَا يَمَسَّ الْمُصْحَفَ إِلَّا طَاهِرٌ .)) ❶

''ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ مصحف کو صرف پاک شخص ہی چھو سکتا ہے۔''

ایک اور جگہ انہوں نے لکھا ہے:

((وَ أَمَّا مَسُّ الْمُصْحَفِ فَالصَّحِيْحُ أَنَّهُ يَجِبُ لَهُ الْوُضُوْءُ كَقَوْلِ الْجُمْهُوْرِ وَ هٰذَا هُوَ الْمَعْرُوْفُ عَنِ الصَّحَابَةِ سَعْدٍ وَ سَلْمَانَ وَابْنِ عُمَرَ .)) ❷

''جہاں تک مصحف کو چھونے کی بات ہے تو اس بارے صحیح قول وہی ہے جو جمہور کا ہے کہ وضو واجب ہے اور یہی فتوی صحابہ مثلاً سعد بن ابی وقاص، سلمان فارسی

---

❶ مجموع الفتاوی: ۲۱ : ۲٦٦.

❷ مجموع الفتاوی: ۲۱/ ۲۸۸.

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔''

علماء کی مستقل کمیٹی نے بھی یہی فتوی ہے:

((إِنَّ مَنْ أَرَادَ مَسَّ الْمُصْحَفِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَعَلَيْهِ أَنْ يَتَطَهَّر مِنَ الْحَدْثِ الْأَصْغَرِ وَ الْأَكْبَرِ .)) ❶

''جو شخص مصحف کو ہاتھ لگانا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ حدث اکبر اور اصغر سے پاک ہو۔''

ایک اور سوال کے جواب میں مستقل کمیٹی نے کہا ہے:

((لَايَجُوْزُ لِلْحَائِضِ مَسُّ الْمُصْحَفِ عِنْدَ جُمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ .)) ❷

''جمہور علماء کے نزدیک حائضہ عورت کے لیے مصحف کو چھونا جائز نہیں ہے۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((وَ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْ مَسِّ الْمُصْحَفِ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ فَالْجُمْهُوْرُ عَلَى الْمَنْعِ مِنْ مَسِّهِ لِحَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ .)) ❸

''بغیر وضو مصحف کے چھونے کے بارے اہل علم کا اختلاف ہے۔جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے جیسا کہ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔''

ابن قدامہ رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((مَسْأَلَةٌ: قَالَ: ((وَ لَا يَمَسَّ الْمُصْحَفَ إِلَّا طَاهِرٌ)) يَعْنِى طَاهِرًا مِّنْ الْحَدَثَيْنِ جَمِيْعًا .)) ❹

''مصحف کو طہارت والے کے علاوہ کوئی نہ چھوئے۔اور طہارت سے مراد حدث اکبر اور اصغر سے پاک ہونا ہے۔''

---

❶ فتاوی اللجنة الدائمة: ٤/ ٧٢.

❷ فتاوی اللجنة الدائمة: ٤/ ٧٤.

❸ الجامع لأحكام القرآن: ١٧/ ٢٢٦.

❹ المغنی: ١/ ٢٠٢.

اوراس کی دلیل کے طور پر قرآن مجید کی یہ آیت بھی بیان کی جاتی ہے:

﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾

''اس کو نہ چھوئیں مگر وہ جو انتہائی پاک ہیں۔''

اسی طرح اللہ کے رسول نے جو خط عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا تھا تو اس میں ہے:

((أَنْ لَّا يَمَسَّ الْقُرْاٰنَ إِلَّا طَاهِرٌ.)) ❶

''قرآن مجید کو صرف طہارت والے ہی چھوئیں۔''

پس حدث اکبر، حدث اصغر، حیض اور نفاس کی حالت میں قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس شخص اور مصحف کے مابین کچھ رکاوٹ حائل ہو۔ جہاں تک کسی کپڑے یا چمڑے کے ٹکڑے کے واسطہ سے مصحف کو پکڑنے کا معاملہ ہے تو جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((وَ أَمَّا إِذَا حَمَلَ الْإِنْسَانُ الْمُصْحَفَ بِكُمِّهِ فَلَا بَأْسَ وَ لٰكِنْ لَا يَمَسَّهُ بِيَدَيْهِ.)) ❷

''اگر کوئی شخص اپنی آستین سے مصحف کو پکڑتا ہے تو جائز ہے لیکن اسے ہاتھ نہ لگائے۔''

اسی طرح ایک اور جگہ انہوں نے کہا ہے:

((وَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مُصْحَفٌ فَلَهُ أَنْ يَحْمِلَهُ بَيْنَ قُمَاشِهِ، وَ فِي خُرْجِهِ وَ حَمْلِهِ، سَوَاءً كَانَ ذٰلِكَ الْقُمَاشُ لِرَجُلٍ أَوِ امْرَأَةٍ، أَوْ صَبِيٍّ، وَ إِنْ كَانَ الْقُمَاشُ فَوْقَهُ أَوْ تَحْتَهُ۔ والله أعلم.)) ❸

''جس کے پاس مصحف ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اسے کپڑے کے ساتھ اور اس

❶ سنن الدارمی: ٢/ ٢١٤.

❷ مجموع الفتاوی: ٢١/ ٢٦٧.

❸ مجموع الفتاوی: ٢١/ ٢٦٧.

کے غلاف، لفافے یا تھیلی میں اٹھائے اور کھولے، چاہے یہ کپڑا کسی مرد، عورت یا بچے کا ہو، اور چاہے یہ کپڑا اوپر ہو یا نیچے۔ واللہ اعلم۔''

اسی طرح ابن قدامہ رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((وَ یَجُوْزُ حَمْلُهُ بِعَلَاقَتِهٖ .)) ❶

''مصحف کے غلاف کے ساتھ اُسے اٹھایا جا سکتا ہے۔''

اور اس کی علت یہ بیان کی ہے:

((لِأَنَّـهُ غَیْرُ مَاسٍّ لَّهُ، فَلَمْ یُمْنَعْ مِنْهُ، کَمَا لَوْ حَمَلَهُ فِیْ رَحْلِهٖ، وَ لِأَنَّ النَّهْیَ إِنَّمَا یَتَنَاوَلُ الْمَسَّ، وَ الْحَمْلُ لَیْسَ بِمَسٍّ، فَلَمْ یَتَنَاوَلْهُ النَّهْیُ .)) ❷

''اس طرح وہ مصحف کو نہیں چھو رہا ہے لہٰذا یہ ممنوع نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اس نے مصحف کو اپنی رحل میں رکھا ہے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ ممانعت صرف چھونے کی ہے اور رحل میں رکھنے سے چھونا لازم نہیں آتا لہٰذا یہ ممانعت میں داخل نہیں ہے۔''

اس کے بعد کہتے ہیں:

((وَ عَلٰی هٰذَا لَوْ حَمَلَهُ بِعَلَاقَةٍ، أَوْ بِحَائِلٍ بَیْنَهُ وَ بَیْنَهُ مِمَّا لَا یَتَّبِعُهُ فِی الْبَیْعِ جَازَ لِمَا ذَکَرْنَا .)) ❸

''پس اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر اس نے کسی ایسی رکاوٹ کے ساتھ مصحف کو اٹھایا کہ جو بیع میں اس کے تابع نہ ہو [یعنی وہ رکاوٹ مصحف کے ساتھ مستقل ملحق نہ ہو] تو یہ جائز ہے۔''

---

❶ المغنی: ۱/ ۲۰۳.

❷ المغنی: ۱/ ۲۰۳.

❸ المغنی: ۱/ ۲۰۳.

اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے:

((وَ خَرَّجَ الْقَاضِیُ فِیْ مَسِّ غِلَافِهٖ وَ حَمْلِهٖ بِعَلَاقَتِهٖ رِوَایَةً أُخْرٰی أَنَّهٗ لَا یَجُوْزُ، بِنَاءً عَلٰی مَسِّهٖ بِكُمِّهٖ وَ الصَّحِیْحُ جَوَازُهٗ.)) ❶

"بعض علماء نے غلاف قرآن کو چھونے اور اسے کسی رکاوٹ کے ساتھ اٹھانے کے بارے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور اس کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ آستین کی آڑ سے چھونا چاہیے لیکن صحیح قول کے مطابق یہ جائز ہے۔"

مذکورہ بالا بحث کے مطابق یہ جائز ہے کہ حیض اور نفاس والی خواتین، خاص طور پر وہ جو ان میں سے استانیاں ہوں، قرآن مجید کی تلاوت کریں جبکہ ان کے اور مصحف کے مابین کوئی کپڑے وغیرہ کی رکاوٹ حائل ہو یا وہ دستانے یا کوئی ایسی چیز پہن لیں جو بیع میں مصحف کے تابع نہ ہو۔ جہاں تک صفحات کو پلٹنے کا معاملہ ہے تو ابن قدامہ رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((وَ یَجُوْزُ تَقْلِیْدُهٗ بِعُوْدٍ وَ مَسُّهٗ بِهٖ.)) ❷

"کسی لکڑی سے مصحف کے اوراق پلٹنا یا ان کو چھونا جائز ہے۔"

اور میرے خیال میں مسواک بھی اس میں شامل ہے۔

رہا مسئلہ کسی تختی یا بلیک بورڈ پر آیات قرآنیہ کے لکھنے اور پڑھنے کا تو اس کی علماء نے اجازت دی ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ إِذَا قَرَأَ فِی الْمُصْحَفِ أَوِ اللَّوْحِ وَ لَمْ یَمَسَّهٗ جَازَ ذٰلِكَ، وَ إِنْ كَانَ عَلٰی غَیْرِ طُهُوْرٍ، وَ یَجُوْزُ لَهٗ أَنْ یَكْتُبَ فِی اللَّوْحِ وَ هُوَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ، وَ اللّٰهُ أَعْلَمُ.)) ❸

"جب "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کے الفاظ مصحف یا کسی تختی میں اس نے پڑھے اور اسے

---

❶ المغنی: ۱/ ۲۰۳.

❷ المغنی: ۱/ ۲۰۴.

❸ مجموع الفتاوی: ۲۱/ ۲۶۶.

چھوا نہیں تو یہ جائز ہے، چاہے وہ وضو کے ساتھ نہ بھی ہو۔ اسی طرح بغیر وضو اس کے لیے تختی میں آیات قرآنیہ لکھنا بھی جائز ہے۔ واللہ اعلم۔''

ابن قدامہ رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((وَ كَتْبُ الْمُصْحَفِ بِيَدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَمَسَّهُ وَ فِي تَصَحُّفِهِ بِكُمِّهِ رِوَايَتَانِ .)) ❶

''مصحف کو چھوئے بغیر اس کو لکھنے اور اس کے اوراق اپنی آستین سے پلٹنے کے بارے دو روایات منقول ہیں۔''

یہ تو مدرسین اور مدرسات کا معاملہ ہے جبکہ کم عمر طلباء اور طالبات، خاص طور پر پہلی کلاس کے بچوں کے بارے میں ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَ فِي مَسِّ الصِّبْيَانِ الْكُتَّاتِيْبِ أَلْوَاحِهِمُ الَّتِي فِيْهَا الْقُرْآنُ وَجْهَانِ: أَحَدُهَا: اَلْجَوَازُ، لِأَنَّهُ مَوْضِعُ حَاجَةٍ، فَلَوِ اشْتَرَطْنَا الطَّهَارَةَ أَدَّى إِلَى تَنْفِيرِهِمْ عَنْ حِفْظِهِ، وَ الثَّانِيْ: اَلْمَنْعُ لِدُخُوْلِهِمْ فِيْ عُمُوْمِ الْآيَةِ .)) ❷

''پرائمری اسکولز کے طلبا کا اپنی ان تختیوں کو چھونا کہ جن میں قرآن مجید کی آیات ہوں، کے بارے دو رائے ہیں۔ ایک رائے کے مطابق یہ جائز ہے کیونکہ یہ ضرورت میں داخل ہے۔ اگر ہم طہارت کی شرط لگا دیں گے تو بچے حفظِ قرآن سے بھاگ جائیں گے۔ دوسری رائے کے مطابق بچوں کے لیے بھی بغیر وضو مصحف کو چھونا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ بھی آیت کے عموم میں داخل ہیں۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((وَ فِي مَسِّ الصِّبْيَانِ إِيَّاهُ، يَعْنِي الْمُصْحَفَ، عَلَى وَجْهَيْنِ:

---

❶ المغني: ١/ ٢٠٤.

❷ أيضاً.

أَحَدُهَا: اَلْمَنْعُ ، اِعْتِبَارًا بِالْبَالِغِ ، وَ الثَّانِيْ: اَلْجَوَازُ ، لِأَنَّهُ لَوْ مُنِعَ لَمْ يَحْفَظِ الْقُرْاٰنَ ، لِأَنَّ تَعَلُّمَهُ حَالُ الصِّغْرِ ، وَلِأَنَّ الصَّبِيَّ وَإِنْ كَانَتْ لَهُ طَهَارَةٌ إِلَّا إِنَّهَا لَيْسَتْ بِكَامِلَةٍ ، لِأَنَّ النِّيَّةَ لَا تَصِحُّ مِنْهُ ، فَإِذَا جَازَ أَنْ يَّحْمِلَهُ عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ جَازَ أَنْ يَّحْمِلَهُ مُحْدِثًا .)) ❶

''بچوں کے مصحف کو چھونے کے بارے دو رائے ہیں۔ ایک رائے کے مطابق یہ جائز نہیں ہے اور ان کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا جبکہ دوسری رائے کے مطابق یہ جائز ہے کیونکہ اگر اسے منع کر دیا گیا تو وہ قرآن مجید حفظ نہ کر سکے گا۔ ایک بچہ اپنے بچپن میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتا ہے لہٰذا اس کی طہارت اگرچہ ہو بھی تو بھی وہ مکمل نہیں ہوتی کیونکہ اس کی نیت معتبر نہیں ہے۔ پس اگر اس کے لیے ناقص طہارت میں مصحف اٹھانا جائز ہے تو بغیر وضو اٹھانا بھی جائز ہو گا۔''

بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ بچوں کا مصحف کو اٹھانا جائز ہے، چاہے وہ وضو سے نہ بھی ہوں لیکن بہتر یہی ہے کہ مدرس یا مدرسہ انہیں وضو اور طہارت پر بغیر سختی کیے اور بھگائے ابھاریں۔ اور اللہ ہی ہر کام کی توفیق دینے والے ہیں۔

❶ الجامع لأحكام القرآن: ۲۲۷/۱۷.

قرآن مجید کی درس وتدریس کے آداب

جس طرح عام درس وتدریس کے آداب ہیں، اسی طرح قرآن مجید کی تعلیم وتعلم کے بھی آداب ہیں کہ جن کا التزام طلباء اور مدرسین دونوں کے لیے لازم ہو۔ ہم پہلے مدرسین کے آداب کا ذکر کریں گے اور اس کے بعد طلبا کے آداب کا بیان ہوگا۔

قرآن مجید کی تدریس کے آداب

ا۔ خالص اللہ کی رضا کا حصول:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ (البينة : ٥)

''اور انہیں نہیں حکم دیا گیا مگر اس کا کہ وہ اللہ ہی کی عبادت کریں، اس کے لیے اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے اور یکسو ہوتے ہوئے۔ اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور یہی سیدھا دین ہے۔''

اور صحیحین میں اللہ کے رسول سے مروی ہے:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ، وَ إِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى .)) [1]

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔''

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((وَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ أُصُوْلِ الْإِسْلَامِ ، فَيَنْبَغِيْ أَنْ يَكُوْنَ عَمَلُهٗ

[1] صحیح البخاری: ۲/۱.

خَالِصًا لِوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ لَا يُنَافِي لَكَ أَخْذَ الْأُجْرَةِ الَّتِي يُقْضٰى بِهَا حَوَائِجُهٗ .)) ❶

''یہ حدیث اصول اسلام میں سے ہے۔ پس یہ واجب ہے کہ ہر شخص کا عمل خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے ہو اور اجرت حاصل کرنا کہ جس کے ذریعے انسان اپنی ضروریات پوری کرے، رضائے الٰہی کے حصول کے منافی نہیں ہے۔''

۲۔تواضع اور انکساری:

استاذ اپنے طلبا کے ہاں اپنے آپ کو بڑا ثابت کرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ تواضع اختیار کرے اور ان کے ساتھ شفقت سے پیش آئے۔ اگر طلبا اس میں تکبر اور خود پسندی دیکھیں گے تو اس سے بھاگ جائیں گے اور علم کی برکات اٹھ جائیں گی۔ اسی طرح اپنے علم پر غرور کرنے سے اجتناب کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ اس کا علم طلبا کو دیگر اساتذہ سے مستغنی کر دے گا۔ اور یہ بھی نہ ہو کہ استاذ ناپسند جانے کہ اس کے طلبا کسی اور استاذ سے علم حاصل کریں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((وَ هٰذِهٖ مُصِيبَةٌ يُبْتَلٰى بِهَا بَعْضُ الْمُعَلِّمِيْنَ الْجَاهِلِيْنَ وَ هِيَ دَلَالَةٌ بَيِّنَةٌ مِّنْ صَاحِبِهَا عَلٰى سُوْءِ نِيَّتِهٖ، وَ فَسَادِ طَوِيَّتِهٖ، بَلْ هِيَ حُجَّةٌ قَاطِعَةٌ عَلٰى عَدَمِ إِرَادَتِهٖ بِتَعْلِيْمِهٖ لِوَجْهِ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ، فَإِنَّهٗ لَوْ أَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِتَعْلِيْمِهٖ لَمَا كَرِهَ ذٰلِكَ بَلْ قَالَ لِنَفْسِهٖ: أَنَا أَرَدْتُّ الطَّاعَةَ بِتَعْلِيْمِهٖ وَ قَدْ حَصَلْتُ، وَ هُوَ قَصَدَ بِقِرَاءَتِهٖ عَلٰى غَيْرِيْ زِيَادَةَ عِلْمٍ فَلَا عَتْبَ عَلَيْهِ .)) ❷

''یہ ایک ایسی مصیبت ہے کہ جس میں بعض جاہل مدرسین مبتلا ہیں۔ اور یہ کسی شخص کی نیت اور باطن کے فاسد ہونے کی واضح دلیل ہے۔ بلکہ یہ اس بات کی

---

❶ التبيان: ص ۲۹.

❷ أيضًا.

بھی قطعی دلیل ہے کہ ایسے شخص کا اللہ کی رضا کی خاطر قرآن مجید کی تدریس کا کوئی ارادہ نہیں ہے کیونکہ اگر تو اللہ کی رضا اس کا مطلوب ہوتی تو وہ اسے ناپسند نہ جانتا کہ اس کے طلبا دوسرے اساتذہ سے علم حاصل کریں۔ بلکہ وہ اپنے نفس سے یہ کہتا کہ میں نے تو نے اس تعلیم سے اطاعت چاہی اور وہ حاصل ہوگئی اور کسی دوسرے سے علم حاصل کرنے میں طالب علم کا مقصود اپنے علم میں اضافہ تھا لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

۳۔طلبا کے مابین عدل کرنا:

کسی امیر طالب علم کو محتاج اور فقیر پر یا کسی قوی کو کمزور پر ترجیح نہ دے۔ یا کسی طالب علم سے اگر اسے کسی فائدے یا حاجت کے پورے ہونے کی امید ہو تو اسے دوسروں پر ترجیح نہ دے۔ یہ ایک ایسا مقام ہے کہ جہاں انسان کے قدم پھسل جاتے ہیں اور اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ ہم آگے چل کر اسے مزید بیان کریں گے۔

۴۔بہترین اخلاق کا التزام:

استاذ ان اوصاف حمیدہ کہ جن کا ذکر شریعت اسلامیہ میں آیا ہے، کو اختیار کرے جیسا کہ دنیا سے بے رغبتی یا دنیاوی لذتوں اور دنیا کمانے میں غرق ہونے سے اجتناب کرے۔ وہ سخی اور کریم ہو، خوش اخلاق ہو اور بد اخلاق نہ ہو۔ صبر کرنے والا حلیم الطبع ہو اور گھٹیا طریقوں سے کمائی کرنے سے اجتناب کرتا ہو۔ کمائی کے معاملہ میں اسے عام دنیادار افراد کی طرح نظر نہیں آنا چاہیے۔ تقوی اور خشوع وخضوع کا حامل ہو۔ اس میں سکینت، وقار، تواضع اور انکساری ہو۔ بہت زیادہ ہنسنے اور مزاح سے پرہیز کرنے والا ہو۔ شرعی تقاضوں کا پورا کرنے والا ہو جیسا کہ میل کچیل اور غیر ضروری بالوں کی صفائی، مونچھوں کی تراش خراش، ناخنوں کا کاٹنا، ڈاڑھی کا چھوڑنا، اپنے منہ اور جسم سے آنے والی بدبو کو دور کرنا، میلے کپڑوں کا نہ پہننا، بھلا نظر آنا، علماء کا طرز زندگی اختیار کرنا، کثرت سے اذکار اور دعا کرنا، ظاہر وباطن میں اللہ کی نظر میں ہونے کا تصور کرنا، ہر قسم کے لہو ولعب سے انتہائی اجتناب کرنا اور گری ہوئی گھٹیا

باتوں سے بچنا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

((یَنْبَغِی لِحَامِلِ الْقُرْاٰنِ أَنْ یُّعْرَفَ بِلَیْلِهٖ إِذَا النَّاسُ نَائِمُوْنَ وَبِنَهَارِهٖ إِذَا النَّاسُ یُفْطِرُوْنَ، وَ بِبُكَائِهٖ إِذَا النَّاسُ یَضْحَكُوْنَ، وَبِصَمْتِهٖ إِذَا النَّاسُ یَخُوْضُوْنَ، وَ بِخُشُوْعِهٖ إِذَا النَّاسُ یَخْتَالُوْنَ، وَ بِحُزْنِهٖ إِذَا النَّاسُ یَفْرَحُوْنَ، وَ یَنْبَغِی لِحَامِلِ الْقُرْاٰنِ أَنْ یَّكُوْنَ بَاكِیًا مَحْزُوْنًا، حَكِیْمًا حَلِیْمًا، عَلِیْمًا سَكِیْتًا، وَ یَنْبَغِی لِحَامِلِ الْقُرْاٰنِ أَنْ لَّا یَكُوْنَ جَافِیًا وَ لَا غَافِلًا وَ لَا صَخَّابًا وَ لَا صَیَّاحًا وَ لَا حَدِیْدًا.)) ❶

’’حامل قرآن کے یہ لائق ہے کہ وہ اپنی رات سے پہچانا جائے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں اور اپنے دن (کے روزے) سے جبکہ لوگ روزے سے نہ ہوں اور اپنے رونے سے جبکہ لوگ ہنس رہے ہوں اور اپنے غور وفکر سے جبکہ لوگ خوش گپیوں میں مصروف ہوں اور اپنی عاجزی سے جبکہ لوگ غرور کر رہے ہوں اور اپنے غم سے جبکہ لوگ خوش ہو رہے ہوں۔ اسی طرح حامل قرآن کو رونے والا، حکمت والا، حلیم الطبع، عالم اور خاموش طبع ہونا چاہیے۔ اسی طرح حامل قرآن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تندخو، غافل، شوروغل اور چیخ و پکار کرنے والا اور سخت ہو۔‘‘

اسی طرح ان سے یہ بھی مروی ہے:

((إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُوْنَ أَنْتَ الْمُحْدَثَ وَ إِذَا سَمِعْتَ اللّٰهَ یَقُوْلُ ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ فَارِعْهَا سَمْعَكَ فَإِنَّهٗ خَیْرٌ یَأْمُرُ بِهٖ، أَوْ شَرٌّ یَنْهٰی عَنْهُ۔‘‘ ❷

❶ الحلية لأبي نعيم: ١٣٠/١.

❷ الحلية لأبي نعيم: ١٣٠/١.

"اگر تجھے یہ خیال ہو کہ تیرا شمار ان لوگوں میں ہو جن سے اللہ تعالیٰ کلام کریں تو جب بھی ﴿یَـٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ کے الفاظ سنو تو توجہ لگا دو کیونکہ تمہارا رب تمہیں کسی خیر کا حکم دینا چاہتا ہے یا کسی شر سے منع کرنا چاہتا ہے۔"

۵۔تعلیم کی ابتداء سے پہلے امتحان لینا:

استاذ کو چاہیے کہ وہ طالب علم کی تعلیم سے پہلے اس کا امتحان لے تا کہ اس کا علمی درجہ یا جس علم کی اسے ضرورت ہے، اسے جان سکے۔ اسی طرح بچے کی تعلیم کی ابتداء سورۃ بقرۃ سے نہیں کرنی چاہیے بلکہ استاذ اسے پہلے وہ سورتیں سکھلائے جو نماز کے لیے ضروری ہیں جیسا کہ سورۃ فاتحہ اور چھوٹی سورتیں۔

٦۔اپنے طلبا کو نصیحت کرنا:

حدیث میں ہے:

((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ. قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَ لِكِتَابِهٖ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ عَامَّتِهِمْ.)) ❶

"دین خیر خواہی کا نام ہے۔صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کس کے لیے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے حکمرانوں اور عام مسلمانوں کے لیے۔"

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((وَ مِنَ النَّصِیْحَةِ لِلّٰهِ تَعَالٰی وَ لِكِتَابِهٖ إِكْرَامُ قَارِءِهٖ وَ طَالِبِهٖ، وَإِرْشَادُهٗ إِلٰی مَصْلَحَتِهٖ، وَ الرِّفْقِ بِهٖ، وَ مَسَاعَدَتِهٖ عَلٰی طَلَبِهٖ بِمَا أَمْكَنَ، وَ تَأَلُّفِ قَلْبِ الطَّالِبِ، فَإِنَّ مِنْهُمْ مَنْ یَنْصَرِفُ ذِهْنُهٗ عَنِ التَّعَلُّمِ فَیَنْبَغِی اللُّطْفُ بِهٖ، وَ النُّصْحُ لَهٗ، وَ عَدَمُ النُّفُوْرِ مِنْهُ وَ لْیَحْتَسِبِ الْمُعَلِّمُ ذٰلِكَ عِنْدَ رَبِّهٖ، وَ أَنْ یَكُوْنَ

❶ صحیح مسلم: ١/٧٤.

سَمْحًا بِتَعْلِيْمِهٖ فِي رِفْقٍ مُتَلَطِّفًا بِهٖ ، مُحَرِّضًا لَّهُ عَلَى التَّعَلُّمِ ، وَ أَنْ يُّذَكِّرَهُ بِرِفْقٍ بِفَضِيْلَةِ ذٰلِكَ وَ عَلَيْهِ أَنْ يَعْتَنِيَ بِمَصْلِحَةِ طُلَّابِهٖ كَمَا يَعْتَنِيْ بِمَصَالِحِ أَوْلَادِهٖ فَيُشْفِقُ عَلَيْهِمْ ، وَ يُحِبُّهُمْ ، وَ يَرْحَمُهُمْ فَلَا يُكَلِّفُهُمْ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ ، وَ أَنْ يَّصْبِرَ عَلٰى جَفَاءِ الْجَافِيْ مِنْهُمْ ، وَ سُوْءِ أَدَبِهٖ وَ لْيَعْذِرْهُمْ فِيْ ذٰلِكَ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ مَعْرَضٌ لِلنَّقَائِصِ لَا سِيَمَا إِذَا كَانَ صَغِيْرُ السِّنِّ۔ فَقَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبُّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ . وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّهُ قَالَ: أَكْرَمُ النَّاسِ عَلَيَّ جَلِيْسِي الَّذِيْ يَتَخَطَّى النَّاسُ حَتّٰى يَجْلِسَ إِلَيَّ ، لَوِ اسْتَطَعْتُ أَنْ لَّا يَقَعَ الذُّبَابُ عَلٰى وَجْهِهٖ لَفَعَلْتُ . وَ فِيْ رِوَايَةٍ: إِنَّ الذُّبَابَ لَيَقَعُ عَلَيْهِ فَيُؤْذِيْنِيْ .)) [1]

''اللہ اور اس کی کتاب کی خیر خواہی میں قاریِ قرآن اور طلبا کا اکرام بھی شامل ہے۔ طالب علم کی مصالح کی طرف رہنمائی کرنا، اس کے ساتھ نرمی کرنا، طلباء کی ممکن حد تک مدد کرنا اور طالب علم کی تالیف قلب بھی اس میں شامل ہے۔ طلباء میں سے بعض وہ بھی ہوتے ہیں جو پڑھنے سے بھاگتے ہیں تو ان کے ساتھ نرمی کرنا اور ان کی خیر خواہی چاہنا اور انہیں تعلیم سے بھاگنے نہ دینا بھی کتاب کی خیر خواہی میں شامل ہے۔ اسی طرح مدرس کو چاہیے کہ وہ اپنے رب کے ہاں اپنا احتساب کرتا رہے اور یہ کہ قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہوئے نرمی اور برداشت کا اظہار کرے۔ طالب علم کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دے اور اسے نرم لب ولہجہ میں کتاب اللہ کے فضائل بیان کرے۔ اپنی اولاد کی طرح اپنے طلباء کی بھی مصالح کا دھیان رکھے اور ان کے ساتھ شفقت، محبت اور رحمت سے پیش

[1] التبيان : ص٤٣-٤٤.

آئے۔انہیں اس چیز کا مکلّف نہ بنائے کہ جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے۔جو ان میں سے بے وفا ہو اس کی بے وفائی اور بے ادبی پر صبر کرے۔اور اس بارے ان کا عذر قبول کرے کیونکہ انسان تو عیوب کا مجموعہ ہے خاص طور پر چھوٹی عمر میں۔صحیحین میں یہ ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ''میرے پاس بیٹھنے والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہوتا ہے جو لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے میرے پاس آ بیٹھتا ہے۔اگر میرے اندر استطاعت ہو کہ مکھی اس کے چہرے پر نہ بیٹھے تو میں لازماً ایسا کروں۔'' ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: ''کہ مکھی اس کے چہرے پر بیٹھتی ہے اور مجھے تکلیف ہوتی ہے۔''

۷۔طالب علم کی قراءت توجہ سے سنے:

ان آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ استاذ، طالب علم کی قراءت توجہ سے سنے اور اس دوران بات چیت یا کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہو۔اور جب استاذ اپنے طلباء کو پڑھانے کے لیے بیٹھے تو اپنے دل کو دیگر جمیع مشاغل سے خالی کر لے۔اور پڑھانے کے دوران اس کے ہاتھ غیر ضروری حرکات میں مشغول نہ ہوں۔اور بلا وجہ ادھر ادھر توجہ نہ کرے کیونکہ اگر طلباء اپنے استاذ سے یہ سب کچھ دیکھیں گے تو اس سے اعراض کریں گے۔اس طرح قرآن مجید سیکھنے کے لیے طلباء کا اہتمام کم اور عزیمت کمزور پڑ جائے گی۔

۸۔ایک سے زائد طلباء سے ایک ہی وقت میں سبق نہ سنے:

ایک ہی وقت میں ایک سے زائد طلباء سے سننے کی صورت میں استاذ کے لیے یہ ممکن نہیں رہتا کہ وہ طالب علم کے سبق کے ایک بڑے حصے کی تصحیح کر سکے اور اسے اچھی طرح تعلیم دے سکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس نے ایک شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے

ہیں۔البتہ مشق بہت سے بچوں کو ایک ساتھ کروائی جا سکتی ہے۔

۹۔خطا کرنے پر نرمی کرے:

معلم کی یہ ذمہ داری ہے کہ طالب علم کی غلطی یا خطا پر سختی نہ کرے۔اوراس کی ہنسی مذاق اڑانے سے تو کلی طور اجتناب کرے کیونکہ ایسا کرنا طالب علم کے کلاس سے بھاگنے کا باعث بن جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ آئندہ قرآن مجید کے کسی حلقے میں شامل ہی نہ ہو یا مسجد میں ہی نہ آئے۔

۱۰۔طلباء سے اپنی ضروریات پوری نہ کروائے:

استاذ کو چاہیے کہ وہ طلباء سے اپنے ذاتی کام نہ لے اور ان سے خدمت بھی نہ لے، چاہے وہ اس خدمت کی خود پیشکش بھی کر رہے ہوں، اور چاہے یہ کتنی تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔

آجری رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((إِنَّهُ يَنْبَغِى لِمَنْ كَانَ يُقْرِءُ الْقُرْاٰنَ لِلّٰهِ أَنْ يَّصُوْنَ نَفْسَهُ عَنِ اسْتِقْصَاءِ الْحَوَائِجِ مِمَّنْ يَّقْرَأُ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنَ وَ أَنْ لَّا يَسْتَخْدِمَهُ وَ لَا يُكَلِّفَهُ حَاجَةً يَّقُوْمُ بِهَا وَ اخْتَارَ لَهُ إِذَا عَرَضَتْ لَهُ حَاجَةٌ أَنْ يُّكَلِّفَهَا لِمَنْ لَّا يَقْرَأُ عَلَيْهِ وَ أُحِبَّ أَنْ يَّصُوْنَ الْقُرْاٰنَ عَنْ أَنْ يُّقْضٰى لَهُ بِهِ الْحَوَائِجُ .)) ❶

''جو اللہ کے لیے قرآن مجید کی تعلیم دیتا ہے، اس کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ ان طلباء سے اپنی ضروریات پوری کروانے سے اجتناب کرے جو اس سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ طالب علم سے کسی قسم کی خدمت نہ لے اور نہ اسے اپنی کسی ضرورت کے پورا کرنے میں لگائے۔ اور پسندیدہ ترین بات یہی ہے کہ اگر استاذ کو کوئی حاجت ہو تو وہ ان لوگوں سے پوری کرنے کی کوشش کرے جو اس سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل نہیں کرتے ہیں اور اس بات سے

❶ أخلاق أهل القرآن للآجري: ص ۱۲۲.

اجتناب کرے کہ قرآن مجید اس کی حاجات پوری کرنے کا ذریعے بنے۔''

اس کے بعد آجری رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں علماء کے کچھ اقوال نقل کیے ہیں:

((فَقَدْ سَأَلَ عَبْدُ اللّٰهُ بْنُ إِدْرِيْسَ أَحَدَ تَلامِيْذِهِ قَضَاءَ حَاجَةٍ لَّهٗ ثُمَّ رَدَّهٗ وَ قَالَ: لا تَسْأَلُ فَإِنَّكَ تَكْتُبُ عَنِّي الْحَدِيْثَ وَ أَنَا أَكْرَهُ أَنْ أَسْأَلَ مَنْ يَّسْمَعُ مِنِّي الْحَدِيْثَ حَاجَةً وَ هٰذَا خَلَفُ بْنُ تَمِيمٍ يَقُوْلُ: مَاتَ أَبِيْ وَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَأَتَيْتُ حَمْزَةَ الزَّيَّاتَ فَسَأَلْتُهٗ أَنْ يُّكَلِّمَ صَاحِبَ الدَّيْنِ أَنْ يَضَعَ عَنْ أَبِيْ شَيْئًا فَقَالَ لِيْ حَمْزَةُ: وَيْحَكَ إِنَّهٗ يَقْرَأُ عَلَيَّ الْقُرْاٰنَ وَ أَنَا أَكْرَهُ أَنْ أَشْرَبَ مِنْ بَيْتِ مَنْ يَقْرَأُ عَلَيَّ الْقُرْاٰنَ.)) [1]

''عبداللہ بن ادریس نے اپنے ایک شاگرد سے کوئی ضرورت پوری کرنے کا کہا اور پھر اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ تم چونکہ مجھ سے حدیث لکھتے ہو لہٰذا مجھے یہ ناپسند ہے کہ میں کسی ایسے شخص سے سوال کروں جس نے مجھ سے حدیث کی سماعت کی ہو۔ اسی طرح خلف بن تمیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب اس حال میں فوت ہوئے کہ ان پر قرض تھا تو میں امام حمزہ الزیات رحمہ اللہ کے پاس آیا اور انٗ سے کہا کہ وہ قرض دینے والے صاحب سے یہ بات کریں کہ میرے والد کا کچھ قرض معاف کر دیں۔ تو امام حمزہ رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا: وہ شخص تو مجھ سے قرآن مجید پڑھتا ہے اور مجھے تو یہ بھی ناپسند ہے کہ میں ایسے شخص کے گھر سے پانی بھی پی لوں جو مجھ سے قرآن مجید پڑھتا ہو۔''

آجری رحمہ اللہ نے کئی واقعات نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس قسم کے واقعات کافی ہیں اور میرا مقصود صرف یہ ہے کہ اہل قرآن اس طرح اپنی محنت کو ضائع نہ کر دیں۔ اگر وہ دنیا کا شرف چاہیں گے تو آخرت کے فضل سے محروم رہ جائیں گے۔ جریر بن عبدالحمید رحمہ اللہ سے مروی ہے:

[1] أخلاق أهل القرآن: ص ١٢٤.

((مَـرَّ بِـنَا الزَّيَّاتُ فَاسْتَقٰى مَاءً ، فَلَمَّا أَرَدْتُّ أَنْ أُنَاوِلَهُ قَالَ: أَنْتَ هُـوَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ . قَالَ: أَلَيْسَ تَحْضُرُنَا فِي الْقِرَاءَ ةِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ . قَالَ: رَدَّهٖ وَ أَبٰى أَنْ يَّشْرَبَ .)) [1]

''ہمارے پاس سے امام حمزہ الزیات رحمہ اللہ کا گزر ہوا اور انہوں نے پانی طلب کیا۔ پس جب میں انہیں پانی دینا چاہا تو مجھ سے کہنے لگے کہ تو وہی ہے جو ہمارے پاس آ کر قرآن مجید پڑھتا ہے؟ تو میں نے جواب دیا: ہاں!۔تو انہوں نے وہ پانی واپس کر دیا اور نہ پیا۔''

اکثر دل میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ ہم بعض سرکاری اور پرائیویٹ اداروں میں اساتذہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی ذاتی یا گھریلو ضروریات اپنے طلباء سے پوری کرواتے ہیں۔ اور وہ امانت جو امتحانات میں درجات وغیرہ کے لیے ان کے سپرد کی گئی ہے، ان کا یہ خدمت لینا اس میں خیانت کا باعث بن جاتا ہے۔ اور اس وقت تو یہ خیانت زیادہ شدید ہو جاتی ہے جبکہ معاملہ اللہ کی کتاب کا ہو کہ جس کے وہ محافظ اور نگران ہیں۔ اور اس کے حروف کو سیدھا کرنے کے ساتھ اس کی حدود کو قائم کرنا بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

قرآن مجید سیکھنے والے کے آداب

مذکورہ بالا بہت سے آداب ایسے ہیں کہ جن میں طالب علم بھی اپنے استاذ کے ساتھ شریک ہے جیسا کہ اخلاص، تواضع، اچھے اخلاق کا التزام وغیرہ تو ہم ان آداب کو دوبارہ بیان نہیں کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آداب درج ذیل ہیں:

ا۔ اپنے استاذ کا احترام کرنا:

طالب علم کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے استاذ کا حق پہچانے، اس کا احترام کرے اور اس کے ساتھ ادب سے پیش آئے اگرچہ وہ عمر، شہرت، حسب ونسب یا صلاحیت وغیرہ میں

[1] أخلاق أهل القرآن: ص ١٣٢.

اس سے کم ہی کیوں نہ ہو۔طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنے استاذ کے لیے اسی طرح تواضع کا اظہار کرے جیسا کہ وہ علم کے لیے تواضع کا اظہار کرتا ہے جیسا کہ ایک شعر میں ہے:

((اَلْعِلْمُ حَرْبٌ لِّلْفَتَى الْمُتَعَالِيْ كَالسَّيْلِ حَرْبٌ لِلْمَكَانِ الْعَالِيْ .))

''علم سرکش طالب سے ایسے ہی جنگ کرتا ہے جیسا کہ سیلاب اونچی جگہ سے لڑتا ہے۔''

طالب علم کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے استاذ کو احترام کی نگاہ سے دیکھے اور اس کے سامنے سرکشی نہ کرے اور اس کی علمی ہیبت کو محسوس کرے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد ربیع رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

((مَاجْتَرَأْتُ أَنْ أَشْرَبَ الْمَاءَ وَ الشَّافِعِيُّ يَنْظُرُ إِلَيَّ هَيْبَةً لَهٗ .))

''مجھے کبھی یہ جرات نہیں ہوئی کہ امام شافعی مجھے دیکھ رہے ہوں اور میں اس دوران پانی پی لوں اور اس کی وجہ ان کی علمی ہیبت تھی۔''

پس جب بھی طالب علم اپنے استاذ کے پاس جائے تو پورے ادب واحترام' صفائی ستھرائی اور بہترین حلیے کے ساتھ جائے اور بغیر اجازت استاذ کے پاس نہ جائے۔ اور جب جائے تو حاضرین مجلس کو بالعموم اور استاذ کو بالخصوص سلام کہے۔ اور اپنے استاذ کے سامنے شاگردوں کی طرح بیٹھے نہ کہ شیوخ کی طرح۔ اپنی آواز کو بلند نہ کرے' ہنسی مذاق نہ کرے' بلاوجہ زیادہ گفتگو نہ کرے' اپنے ہاتھوں وغیرہ سے نہ کھیلے' اور بلاوجہ ادھر ادھر متوجہ نہ ہو بلکہ اپنے استاذ کی طرف توجہ رکھے اور اس کی گفتگو کو غور سے سنے۔ اور اگر اپنے استاذ کو کسی تکلیف' پریشانی یا غم میں دیکھے تو اس کا لحاظ کرے۔

استاذ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی سختی اور برے اخلاق کی کوئی مثبت توجیہہ کر لے۔ اور اگر اس کا شیخ شروع ہی سے اس کے ساتھ سختی سے پیش آئے تو یہی گمان کرے کہ یہ میری کسی خطا کے سبب سے ہے۔ اور اپنے استاذ کے ساتھ نرمی سے پیش آئے کیونکہ یہ رویہ اس کی دنیا اور آخرت دونوں کے لیے مفید ہے اور اس کے شیخ کے دل میں اس کی محبت

باقی رکھنے کا ذریعہ ہے۔

۲۔علم کے لیے اپنے آپ کو فارغ کرنا:

ایسی تمام مشغولیات سے اجتناب کرے جو اسے علم سے دور رکھنے کا ذریعہ بنتی ہوں سوائے اس مصروفیت کے کہ جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو کیونکہ بہت زیادہ مصروفیات انسان کے ذہن کو دوسری طرف متوجہ کر دیتی ہیں اور تحصیل علم سے رکاوٹ کا باعث بن جاتی ہیں۔

۳۔علم حاصل کرنے کی حرص پیدا کرے:

باقاعدگی سے اپنے استاذ کے پاس حاضر ہو، اور اگر زیادہ علم حاصل کرنے کے مواقع ہوں تو کم پر قناعت نہ کرے۔ استاذ کے آنے سے پہلے اس کا انتظار کرے اور جو یاد کیا ہے اس کی تلاوت کرے۔ اپنی باری کسی دوسرے طالب علم کو نہ دے کیونکہ تقرب الی اللہ والے اعمال میں دوسروں کے لیے ایثار کرنا مکروہ ہے جیسا کہ ذاتی خواہشات کے معاملے میں اپنے مسلمان بھائی کو ترجیح دینا مستحب ہے۔

۴۔حاصل شدہ علم پر فخر نہ کرے:

یہ ایک ایسی لغزش ہے جو انسان کے اجر وثواب کو ضائع کر دیتی ہے۔ پس جسے اللہ تعالیٰ نے مکمل یا اکثر قرآن مجید کے حفظ کرنے کا شرف بخشا ہے تو وہ اس پر نہ اِترائے۔ کیونکہ بسا اوقات شیطان، انسان کے دل میں یہ وسوسہ ڈال دیتا ہے کہ تو نے تو ایسا کام کیا ہے جو کسی اور نے نہیں کیا یا یہ کہ تو تو لوگوں میں افضل اور بہتر ہے۔ اس طرح اس شخص کے لیے شیطان تکبر، فخر اور عبادت میں کوتاہی کا رستہ کھول دیتا ہے۔ وہ شخص صرف اسی پر اکتفا کر لیتا ہے جو اس نے حاصل کیا ہو اور اس بارے اللہ ہی سے پناہ مانگی جاتی ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس قاری قرآن کی مذمت کی ہے جو روایات کے پڑھنے پڑھانے اور شاذ پر اعتکاف کرنے میں تو خوب مصروف رہتا ہے لیکن متکلم کی عظمت، قرآن مجید کی زجر وتوبیخ اور وعد ووعید اس کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ وہ قرآن مجید کی محض تلاوت ہی کو مقصود سمجھ لیتا ہے اور گناہوں کو ہلکا سمجھنے لگتا ہے۔ اگر اس میں کچھ سوجھ بوجھ ہو تو اسے واضح ہو جائے کہ جو

قرآن مجید نہیں پڑھتا تو اس کی نسبت پڑھنے والے پر قرآن مجید کی حجت زیادہ قائم ہوتی ہے۔ پس اگر کسی قاری کو اس قسم کے وسوسے آئیں یا اسے ان کا اندیشہ ہو تو وہ اپنے نفس کو یہ جتلائے کہ یہ سب کچھ اسے ذاتی صلاحیت کی بنا پر حاصل نہیں ہوا بلکہ اللہ کا فضل ہے۔ پس ایسی چیز پر وہ فخر کیوں کرے جو اس کی ایجاد نہ ہو بلکہ اللہ کی عطا کردہ ہو۔

۵۔ دوسرے طلباء سے حسد نہ کرے:

پس اگر وہ اپنے کسی کلاس فیلو کو دیکھے کہ وہ اس سے پڑھائی میں بہتر ہے اور اللہ نے اسے حفظ کا ملکہ دیا ہے تو اس سے حسد نہ کرے بلکہ اس کے لیے اللہ سے توفیق مانگے۔ اور اللہ سے یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی ویسی ہی صلاحیت عطا کرے اور طالب علم کا یہ فعل علم حاصل کرنے، زیادہ محنت کرنے اور حفظ کے لیے زیادہ وقت نکالنے کی وجہ بن جائے۔ حسد کا علاج یہی ہے کہ وہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے تحت فلاں کو مجھ پر اس معاملے میں فضیلت دی ہے۔ پس اس کے لیے درست نہیں ہے کہ وہ اللہ کی حکمت پر معترض ہو یا اسے ناپسند جانے۔

قرآن مجید کی تلاوت کی فضیلت

کتاب وسنت میں قرآن مجید کی تلاوت کی فضیلت کثرت سے بیان ہوئی ہے اور یہاں ہمارا مقصود ان تمام فضیلتوں کا بیان نہیں ہے بلکہ ہم اس طرف محض اشارہ کر کے اپنی بحث کو آگے بڑھانا چاہیں گے۔ نماز یا غیر نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی فضیلت ضروریات دین میں سے ہے جیسا کہ ہمارے علم میں ہے کہ سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بغیر نماز صحیح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآن مجید کی تلاوت کی ترغیب دلائی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ. لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ﴾ (فاطر: ۲۹-۳۰)

''بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم کی اور اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا، اعلانیہ اور خفیہ طور خرچ کرتے ہیں، وہی لوگ ہیں جو ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہ ہوگی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کا اجر دے اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دے۔ بے شک وہ بخشنے والا قدر دان ہے۔''

قرآن مجید کی تلاوت کا نماز اور زکوۃ سے پہلے ذکر کرنا اس کی فضیلت کی طرف ایک اشارہ ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کی فضیلت کے بیان میں بہت سی احادیث بھی نقل ہوئی ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اَلَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ ھُوَ مَاھِرٌ بِهٖ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ،

وَالَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ يَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَ هُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ أَجْرَانِ .)) ❶

''جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہو اور وہ ماہر ہو تو اس کا حشر لکھنے والے بزرگ نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن مجید کی تلاوت تو کرتا ہو لیکن اس میں اٹکتا ہو اور اس پر وہ دشوار ہوتا ہو تو اس کے لیے دوگنا اجر ہے۔''

اسی طرح عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُقَالُ يَعْنِي لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ: اقْرَأْ وَارْقَ وَ رَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَؤُهَا .)) ❷

''صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ تو پڑھ اور جنت کے درجات چڑھ اور اس طرح پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ اور تیری آخری منزل وہ ہے جہاں تو آخری آیت کی تلاوت کرے گا۔''

اسی طرح بعض روایات میں یہ بھی نقل ہوا ہے کہ قرآن مجید قیامت کے دن اس شخص کی سفارش کرے گا جو صاحب قرآن ہے یعنی اسے کثرت سے پڑھتا تھا۔ اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تلاوت کی ترغیب دلائی ہے تاکہ اس کی صحبت کا درجہ حاصل ہو سکے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا:

((اِقْرَأُوا الْقُرْاٰنَ فَإِنَّهٗ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا لِّأَصْحَابِهٖ .)) ❸

''قرآن مجید کی تلاوت کرو کہ یہ قیامت والے اپنے اصحاب کی سفارش کرے گا۔''

تلاوت کلام کی اس فضیلت اور مقام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے مال واسباب اور زیب وزینت میں سے کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس پر دوسروں سے رشک کیا جائے سوائے تلاوتِ قرآن مجید اور اللہ کے رستے میں خرچ کرنے کے۔

---

❶ صحیح البخاری: ٥٣٢/٨.

❷ سنن أبو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ.

❸ صحیح مسلم: ٨٠٤/١.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے:

((لَا حَسَدَ إِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ: رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَ اٰنَاءَ النَّهَارِ، وَ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهٗ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَ اٰنَاءَ النَّهَارِ .)) ❶

''دو چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں حسد جائز نہیں ہے۔ ایک وہ شخص کہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید دیا ہو اور اس کے ساتھ دن اور رات کے مختلف حصوں میں قیام کرے اور دوسرا وہ شخص کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اسے دن اور رات کی مختلف گھڑیوں میں خرچ کرے۔''

اگر تلاوتِ کلام کی فضیلت میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے علاوہ کچھ بھی مروی نہ ہوتا تو صرف یہی روایت دن اور رات کے مختلف اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت میں سبقت لے جانے کے لیے مسلمانوں کی ترغیب وتشویق کے لیے کافی ہوتی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول نے کہا:

((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ، وَ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُوْلُ الٓمٓ حَرْفٌ وَّ لٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَ لَامٌ حَرْفٌ وَ مِيْمٌ حَرْفٌ .)) ❷

''جس نے قرآن مجید میں سے ایک حرف پڑھا تو اس کے لیے ایک گنا نیکی ہے، اور ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ 'الم' ایک حرف ہے۔ ''الف'' ایک حرف ہے، ''لام'' دوسرا حرف ہے اور ''میم'' تیسرا حرف ہے۔''

اللہ کی قسم اگر ہمارے دلوں کو زنگ نہ لگ چکا ہوتا تو کوئی بھی ہم میں سے تلاوتِ کلام

---

❶ صحیح البخاری: ۹/ ٦٥.

❷ سنن الترمذی: ٥/ ١٧٥.

سے فارغ نہ ہوتا اور نہ ہی اس بارے کوتاہی سے کام لیتا۔ ہماری عمر کے سالہا سال بیت رہے ہیں اور ہمیں اس وقت کی جواب دہی کا کوئی احساس ہی نہیں ہے۔

ہم غور کریں کہ اگر ہم میں سے کسی ایک نے گزرے ہوئے دنوں میں صرف ایک گھڑی کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کی ہوتی تو اس نے کس قدر حروف کی تلاوت کی ہوتی۔ اور اگر ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے تو اس ایک گھڑی میں وہ کس قدر ثواب کا حقدار ٹھہرتا۔ یہ ثواب اس قدر زیادہ اور بڑا ہے کہ کسی عقلمند سے یہ امکان نہیں ہے کہ وہ اس کے حصول میں کوتاہی کرے۔

تلاوت کے آداب

قرآن مجید کی تلاوت میں علماء نے درج ذیل آداب کا بہت زیادہ لحاظ رکھا ہے۔انہوں نے ان آداب کے بارے اپنی کتابوں میں باقاعدہ ابواب بندی کی ہے بلکہ اس بارے مستقل کتب بھی تصنیف کی ہیں۔امام نووی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر "التبیان فی آداب حملة القرآن" کے نام سے کتاب مرتب کی۔اور قراءت کے آداب کے بیان میں کہا ہے:

((هٰـذَا الْبَـابُ هُوَ مَقْصُوْدُ الْكِتَابِ وَ هُوَ مُنْتَشِرٌ جِدًّا وَ أَنَا أُشِيْرُ إِلَـى أَطْـرَافٍ مِنْ مَقَاصِدِهٖ كَرَاهَةَ الْإِطَالَةِ ، وَ خَوْفًا عَلٰى قَارِءِهٖ مِنْ الْمَلَالَةِ .)) ❶

"یہ باب اس کتاب کا اصلاً مقصود ہے اور اس کی ابحاث بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہیں۔ میں طوالت سے بچنے اور قارئین کی اکتاہٹ کے پیش نظر محض اس باب کے مقصود کو بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔"

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس بارے اپنے ایک بیان میں کہا ہے:

((هٰـذَا الْبَـابُ إِذَا تَتَبَّـعْـتَ أَحَـادِيْثَـهٗ وَ مَعَانِيْهِ يَقُوْمُ مِنْهَا كِتَابٌ وَنَـحْـنُ نَذْكُرُ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى جِهَةِ التَّقْرِيْبِ وَ الْاِخْتِصَارِ ، دُوْنَ التَّـطْـوِيْـلِ وَ الْـإِكْثَـارِ مَـا كَانَ فِيْهِ مَقْنَعٌ وَ غَنِيَّةٌ لِّأُوْلِى الْأَبْصَارِ وَالنَّهِيَّةِ .)) ❷

"اگر آپ اس باب کی احادیث اور ان کے معانی پر غور کریں تو اس پر ایک

---

❶ التبيان : ص ٩٠.

❷ التذكار في أفضل الأذكار للقرطبي : ص ١٧٤.

کتاب تیار ہو سکتی ہے لیکن ہم طوالت کی نسبت ایسے اختصار پر اکتفا کریں گے
کہ جو اصحاب عقل و فضل کو کفایت کرے۔"

پس جب سلف صالحین کا طریقہ کار طوالت کی بجائے اختصار تھا تو ہم بھی اسی رستے کو اختیار کرتے ہوئے تذکیر و نصیحت کی غرض سے تلاوت کے بعض آداب کو بیان کریں گے۔ اور جسے اس سے زیادہ بیان کی طلب ہو تو اس موضوع پر مستقل تصانیف کی طرف رجوع کرے۔ پس یہ آداب درج ذیل ہیں:

ا۔طہارت:

طہارت سے مراد صرف وضو نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے بلکہ ہماری مراد جسم، جگہ، لباس، منہ، بُو، سمت اور زبان وغیرہ کی طہارت ہے اور دل کی طہارت کا مقام تو سب سے اوپر ہے۔

جہاں تک جسم کی طہارت کا معاملہ ہے تو اہل علم کا اتفاق ہے کہ جنبی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ غسل کیے بغیر مصحف کو چھوئے یا قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ بعض علماء نے حدث اصغر سے بھی طہارت کی شرط لگائی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ (الواقعة: ٧٩)

"اسے نہیں چھوتے مگر وہ جو انتہائی پاک ہوں۔"

علماء کی ایک دوسری جماعت نے اس طہارت کو اگرچہ مشروط قرار نہیں دیا لیکن اس بات پر بہر حال ان کا اتفاق ہے کہ افضل اور بہتر یہی ہے کہ حدث اصغر وغیرہ سے بھی پاک ہو۔ اور جب قاری قرآن اجر و ثواب کی نیت سے پڑھتا ہے تو اسے افضل طریق کار اختیار کرتے ہوئے کامل طہارت کے ساتھ تلاوت کرنی چاہیے۔

جہاں تک جگہ کی طہارت کا مسئلہ ہے تو نجس مقامات پر قرآن مجید کی تلاوت درست نہیں ہے، چاہے وہ نجاست ظاہری ہو جیسا کہ حمام وغیرہ کی نجاست یا معنوی ہو جیسا کہ تفریح، فسق و فجور اور شراب پینے کے مقامات ہیں۔

لباس کی طہارت بارے یہ ہے کہ قاری کا لباس نجاست سے پاک ہو اور صاف ستھرا ہو۔ تلاوت کے لیے ایسے تیار ہو جیسا کہ بادشاہوں سے ملاقات کے لیے تیار ہوا جاتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو صاف ستھرا لباس پہننے اور خوشبو لگانے کو پسند کرتے تھے۔ آپ جب قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا ارادہ کرتے تو بہترین لباس پہنتے، چادر اوڑھتے اور قبلہ رخ ہو کر تلاوت فرماتے۔

تلاوت کلام کے وقت منہ کی طہارت کی ترغیب ہمارے دین میں موجود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے:

((فَطَهِّرُوْا أَفْوَاهَكُمْ لِلْقُرْاٰن .)) ❶

''قرآن مجید کے لیے اپنے مونہوں کو پاک کرو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے:

((إِنَّ أَفْوَاهَكُمْ طُرُقٌ لِّلْقُرْاٰنِ فَطِيْبُوْهَا بِالسِّوَاكِ .)) ❷

''تمہارے منہ قرآن مجید کی تلاوت کے لیے رستوں کی مانند ہیں پس انہیں مسواک سے پاک کرو۔''

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو کھڑے ہوتے تو اپنے منہ کو اچھی طرح مسواک سے صاف کرتے تھے۔ اسی طرح تھوم اور پیاز کھا کر مسجد میں جانے سے منع کیا گیا ہے تا کہ انسان کے منہ کی بدبو سے دوسرے متاثر نہ ہوں۔

اسی طرح کا معاملہ جسم سے آنے والی بُو کا بھی ہے۔ تلاوت کرنے والے کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اس کے جسم سے سگریٹ یا پسینے وغیرہ کی بدبو آئے۔ اگر کوئی شخص تلاوت کرنا یا مصحف اٹھانا چاہے تو اسے اس کا دھیان کر لینا چاہیے۔ اگر اسے بادشاہ، گورنر یا وزیر سے ملاقات کرنی ہو تو کیا وہ ایسی حالت میں ان سے ملنا پسند کرے گا؟ تلاوت کلام کے

---

❶ كشف الأستار عن زوائد البزار: ٢٤٢/١.

❷ سنن ابن ماجة: ١٢٥/١.

وقت اچھی حالت اختیار کرنا اور خوشبو لگانا پسندیدہ عمل ہے کیونکہ اس حالت میں ایک شخص اپنے رب سے مناجات اور فرشتوں کے ساتھ مجلس کرتا ہے۔

جہاں تک زبان کی طہارت کا معاملہ ہے تو قاری قرآن کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ تلاوت کلام سے پہلے تعوذ سے اپنی زبان کو پاک کرے اور بسم اللہ کے ذریعے اللہ کی مدد طلب کرے۔ اسی طرح کلمہ توحید کی نفی واثبات کے ذریعے بھی اپنی زبان کو پاک کرے جیسا کہ "لَا إِلٰهَ" میں ان کی نفی ہے جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے اور "إِلَّا اللّٰهُ" میں اللہ وحدہ لاشریک کی توحید کی اثبات ہے۔ اور قاری قرآن جب شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے تو اپنی زبان سے شیطان کے وہم جیسی ناپاک چیزوں کو دور کرلیتا ہے اور پھر بسم اللہ کے ذریعے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی زبان کو پاک کرتا ہے۔

طہارت قلب کا معاملہ بھی یہی ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کرے جبکہ اس کے دل میں غیر اللہ موجود ہو جیسا کہ دکھلاوے کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنا یا کسی دنیوی مقصد مثلاً کمانے، فخر کرنے، منصب ومقام یا بادشاہوں کے تقرب کے لیے تلاوت کرنا وغیرہ۔

شاید میں نے طہارت کے بیان کو لمبا کر دیا ہے لیکن اس کی وجہ اس کے متنوع مسائل ہیں یا بعض مسائل کا عوام الناس سے اوجھل ہونا ہے۔

۲۔ آواز کو خوبصورت کرنا بھی تلاوت کے آداب میں شامل ہے:

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ رضی الله عنهم مِنَ السَّلَفِ وَ الْخَلَفِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَ التَّابِعِينَ وَ مَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ، أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ، عَلَى اسْتِحْبَابِ تَحْسِينِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ وَأَقْوَالُهُمْ وَ أَفعَالُهُمْ مَشْهُوْرَةٌ نِهَايَةَ الشُّهْرَةِ، فَنَحْنُ مُسْتَغْنُوْنَ عَنْ نَقْلِ شِيْءٍ مِّنْ أَفْرَادِهَا، وَ دَلَائِلُ هٰذَا مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ

اللّٰهِ ﷺ مُسْتَفِيضَةٌ عِنْدَ الْعَامَّةِ وَ الْخَاصَّةِ .)) [1]

''سلف صالحین، صحابہ، تابعین، ائمہ مسلمین اور مابعد کے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کو خوبصورت آواز سے پڑھنا مستحب ہے۔ اور اس بارے ان کے اقوال اور افعال معروف ومشہور ہیں۔ہم ان اقوال اور افعال کو ایک ایک کر کے نقل کرنے سے اس لیے بے نیازی محسوس کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث میں اس کے دلائل ہر عام وخاص کے لیے موجود ہیں۔''

آگے چل کر امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قَالَ عُلَمَاءُ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى: فَيُسْتَحَبُّ تَحْسِيْنُ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ وَ تَزْيِيْنُهَا مَا لَمْ يَخْرُجْ عَنْ حَدِّ الْقِرَاءَةِ بِالتَّمْطِيْطِ، فَإِنْ أَفْرَطَ حَتّٰى زَادَ حَرْفًا أَوْ أَخْفَاهُ فَهُوَ حَرَامٌ . ثُمَّ نُقِلَ عَنْ قَاضِي الْقُضَاةِ فِيْ كِتَابِهِ الْحَاوِيْ قَوْلُهُ: اَلْقِرَاءَةُ بِالْأَلْحَانِ الْمَوْضُوْعَةِ إِنْ أَخْرَجَتْ لَفْظَ الْقُرْاٰنِ عَنْ صِيْغَتِهِ بِإِدْخَالِ حَرَكَاتٍ فِيْهِ، أَوْ إِخْرَاجِ حَرَكَاتٍ مِّنْهُ، أَوْ قَصْرِ مَمْدُوْدٍ أَوْ مَدِّ مَقْصُوْرٍ، وَ تَمْطِيْطٍ يَخِلُّ بِهِ اللَّفْظُ وَ يَلْتَبِسُ بِهِ الْمَعْنٰى فَهُوَ حَرَامٌ يَفْسُقُ بِهِ الْقَارِىءُ، وَ يَأْثَمُ بِهِ الْمُسْتَمِعُ، لِأَنَّهٗ عَدَلَ بِهٖ عَنْ نَّهْجِهِ الْقَوِيْمِ إِلَى الْإِعْوِجَاجِ وَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْلُ ﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ﴾ قَالَ: فَإِنْ لَّمْ يُخْرِجْهُ اللَّحْنُ عَنْ لَّفْظِهٖ وَقِرَاءَتِهٖ عَلٰى تَرْتِيْلِهٖ كَانَ مُبَاحًا لِّأَنَّهٗ زَادَ لَهٗ بِأَلْحَانِهٖ فِيْ تَحْسِيْنِهٖ . وَ عَلَّقَ النَّوَوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلٰى هٰذَا بِقَوْلِهٖ: وَ هٰذَا الْقِسْمُ الْأَوَّلُ مِنَ الْقِرَاءَةِ بِالْأَلْحَانِ الْمُحَرَّمَةِ مَعْصِيَةٌ ابْتُلِيَ بِهَا بَعْضُ الْعَوَامِ الْجَهَلَةِ، وَ الطُّغَامِ الْغَشَمَةِ، اَلَّذِيْنَ يَقْرَؤُوْنَ عَلٰى

---

[1] التبیان: ص ۱۵۰.

الْجَنَائِزِ وَ فِي بَعْضِ الْمَحَافِلِ وَ هٰذِهِ بِدْعَةٌ مُّحَرَّمَةٌ ظَاهِرَةٌ، يَأْثَمُ كُلُّ مُسْتَمِعٍ لَّهَا كَمَا قَالَهُ أَقْضَى الْقُضَاةِ، يَعْنِي الْمَاوَرْدِيْ، وَ يَأْثَمُ كُلُّ قَادِرٍ عَلٰى إِزَالَتِهَا أَوْ عَلَى النَّهْيِ عَنْهَا إِذَا لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ وَ قَدْ بَذَلْتُ فِيهَا بَعْضَ قُدْرَتِيْ وَ أَرْجُوْ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ أَنْ يُّوَفِّقَ لِإِزَالَتِهَا مَنْ هُوَ أَهْلٌ لِذٰلِكَ، وَ أَنْ يَّجْعَلَهُ فِيْ عَافِيَةٍ .)) ❶

''علماء نے کہا ہے کہ قراءت کرتے وقت اپنی آواز کو خوبصورت بنانا مستحب ہے جب تک کہ قاری افراط وتفریط سے کام نہ لے۔ اگر اس نے افراط وتفریط کرتے ہوئے کوئی حرف زیادہ یا کم کر دیا تو یہ حرام ہے۔ اس کے بعد امام نووی رحمہ اللہ نے قاضی القضاۃ سے ان کی کتاب 'الحاوی' سے یہ اقتباس نقل کیا ہے: 'نت نئے لہجات کے ساتھ ایسی قراءت کرنا کہ جس سے کسی صیغہ میں کسی حرکت کی کمی بیشی ہو جائے یا قصر کو مد یا مد کو قصر بنا دیا جائے یا لفظ کو اس قدر کھینچا جائے کہ صرف لفظ ہی لفظ باقی رہ جائے اور معنیٰ کی کچھ سمجھ نہ آئے تو یہ سب صورتیں حرام ہیں۔ ایسا کرنے والا قاری قرآن بھی گناہ گار ہے اور سننے والا بھی کیونکہ اس طریقے سے قاری تلاوت کے صحیح منہج سے کجی کی طرف چلا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''یہ ایک ایسا ہے قرآن ہے جو عربی زبان میں ہے اور اس میں ٹیڑھ پن نہیں ہے۔' اسی طرح قاضی القضاۃ نے یہ بھی لکھا ہے کہ: 'اگر تو اس کا لہجہ اسے قرآن مجید کے الفاظ اور ترتیل کے ساتھ تلاوت سے باہر نہ نکالے تو یہ مباح ہو گا کیونکہ اس نے قرآن مجید کو خوبصورت پڑھنے کی کوشش کی ہے۔' امام نووی رحمہ اللہ نے اس قول پر یہ حاشیہ لگایا ہے کہ: 'اور حرام لہجے کے ساتھ یہ پہلی قسم کی قراءت ایک ایسا گناہ ہے کہ جس میں بعض جاہل

---

❶ التبيان : ص ١٥٠-١٥٤.

www.KitaboSunnat.com

عوام مبتلا ہیں جو جنازوں میں بعض دوسری مجالس میں اس طرح سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور یہ حرام اور کھلی بدعت ہے۔جیسا کہ قاضی القضاۃ ماوردی رحمہ اللہ نے کہا ہے، اس قسم کی مجالس میں قرآن مجید سننے والے بھی گناہ گار ہوں گے۔اسی طرح جو شخص بھی اس بدعت کو ختم کرنے یا اسے روکنے کی قدرت رکھتا ہو اور پھر بھی وہ ایسا نہ کرے تو وہ بھی گناہ گار ہوگا۔ میں نے اللہ کی توفیق سے اس بدعت کے خاتمے کے لیے کوشش کی ہے اور میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ ان لوگوں کو جو اسے ختم کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، یہ توفیق بخشے کہ وہ اسے ختم کر سکیں اور اللہ تعالیٰ انہیں عافیت دے۔''

پس قرآن مجید کی تلاوت میں اپنی آواز کو خوبصورت بناتے ہوئے اعتدال کو ملحوظ رکھے اور مستحب حدود سے حرام کی طرف نہ جائے۔ ہمارے نزدیک خوبصورت آواز بناتے ہوئے قرآن مجید پڑھنے کی چند شروط ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ آواز خوبصورت بنانے کے لیے ادائیگی میں بگاڑ پیدا نہ کرے، نہ تو لفظ میں تحریف کرے اور نہ ہی اس میں کمی بیشی کرے۔ اگر آواز خوبصورت بنانے کے عمل میں کچھ ایسا ہونا شروع ہو جائے تو یہ حرام فعل ہے جیسا کہ ابھی ذکر گزر بھی چکا ہے۔

۲۔ آواز خوبصورت کرنے میں اس قدر مشغول نہ ہو جائے کہ قرآن مجید کے وقار اور جلال یا خشوع اور ادب کو نظر انداز کر دے یا ذہن آواز خوبصورت کرنے اور مزہ لینے میں ہی اس قدر الجھ جائے کہ معانی پر غور وفکر نہ ہو سکے جیسا کہ بعض قراء کی آوازیں لطف تو خوب دیتی ہیں لیکن ان سے قرآن مجید میں غور وفکر یا خشوع وخضوع کی کیفیات پیدا نہیں ہوتیں۔

۳۔ اپنی آواز کو اس طور خوبصورت بنائے کہ قرآن مجید کو پڑھتے ہوئے غم کی کیفیات پیدا ہوں کیونکہ ایسا کرنا تلاوت یا اس کے سننے میں خشوع وخضوع کی کیفیات پیدا کرتا ہے جو کہ مطلوب ہیں۔جیسا کہ بعض قراء قرآن مجید کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں کہ جیسے کوئی کھیل تماشا ہو۔ایسی تلاوتوں سے نہ تو قلوب میں خشوع وخضوع کی کیفیت پیدا

ہوتی ہے اور نہ ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔لوگ ایسی تلاوت کے ذریعے لطف اور مزہ لینے کی طرف خوب مائل ہوتے ہیں، کبھی سر ادھر مارتے ہیں اور کبھی ادھر، اور اگر قاری اپنے سانس کو لمبا کرے یا نت نئے لہجات میں قرآن مجید پڑھے تو خوشی سے ایسے چیختے چلاتے ہیں جیسے وہ کوئی موسیقی سن رہے ہو یا کسی تفریحی پارک میں ہوں۔اور ایسے معاملات میں اللہ ہی کی پناہ مانگی جاتی ہے۔

غم اور رنج کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت انسان میں خشیت اور رونے کی کیفیات پیدا کرتی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾ (الحدید: ١٦)

''کیا اہل ایمان کے لیے ابھی تک یہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد اور نازل شدہ وحی سے جھک جائیں۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ٥﴾

(الحشر: ٢١)

''اگر ہم یہ قرآن مجید کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ لازماً اس کو دیکھتے کہ وہ اللہ کی خشیت کی وجہ سے دبا ہوا اور پھٹنے والا ہونے والا ہے اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَاباً مُّتَشَابِهاً مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ٥﴾ (الزمر: ٢٣)

''اللہ تعالی نے بہترین بات نازل کی ہے جو ملتی جلتی آیات کی صورت میں ہے اور یہ بار بار دہرائی جانے والی آیات ہیں۔ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں، اسے سن کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے دل اور جلد اللہ کی یاد سے نرم پڑ جاتے ہیں۔''

آپ نے دیکھا ہو گا کہ بعض قراء حضرات کسی مناسبت سے کسی جگہ تلاوت کرتے ہیں تو عوام الناس ان کی تلاوت سننے کے لیے جمع ہوتے ہیں لیکن عوام کا مقصود قرآن مجید میں غور وفکر یا خشوع وخضوع نہیں ہوتا بلکہ وہ محض اس قاری کی آواز، لہجہ اور اختراع سننے کے لیے آتے ہیں۔ بعض قراء کو آپ سنیں گے تو محسوس ہو گا کہ وہ دل سے نہیں پڑھتے بلکہ صرف زبان سے پڑھتے ہیں اور قرآن مجید ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ نہ تو وہ امر بالمعروف کا کام کرتے ہیں اور نہ ہی نہی عن المنکر سے کام لیتے ہیں۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، ایسی حرکتوں سے ہم اللہ ہی کی پناہ مانگتے ہیں۔

۳۔ یہ چیز بھی تلاوت کے آداب میں شامل ہے کہ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر سکون سے پڑھے اور بے چینی کی کیفیت میں نہ پڑھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ (المزمل: ٤)

''اور آپ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔''

اسی طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے:

((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ بِالسُّوْرَةِ فَيُرَتِّلُهَا حَتّٰى تَكُوْنَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا.)) [1]

''اللہ کے رسول ﷺ جب قرآن مجید کی کسی سورت کی تلاوت کرتے تھے تو اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے یہاں تک کہ وہ قرآن مجید کی طویل ترین سورتوں سے

[1] صحيح مسلم: ١/ ٥٠٧.

بھی طویل معلوم ہوتی تھی۔“

اور جب کوئی شخص قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے گا تو اس کے معانی ومفاہیم پر غور کرے گا اور یہی اس سے مقصود ہے لیکن یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس سے لوگوں کی اکثریت غافل ہے۔ لوگوں کا ذہن یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کتنے صفحے یا پارے پڑھنے ہیں، یا ایک مہینے میں کتنے قرآن مجید مکمل کرنے ہیں یا کتنے دنوں میں قرآن مجید مکمل کرنا ہے وغیرہ جبکہ افضل یہ ہے کہ لوگوں کا اصل مقصود قرآن مجید میں غور وفکر بن جائے۔ ایک شخص نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ ایک رکعت میں مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھ لیتے ہیں تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

((هٰذَا كَهَذِّ الشِّعْرِ إِنَّ أَقْوَامًا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، وَلٰكِنْ إِذَا وَقَعَ فِي الْقَلْبِ فَرَسَخَ فِيْهِ نَفَعَ.)) ❶

”یہ تو قرآن مجید کا ایسے پڑھنا ہے جیسے شاعری پڑھی جاتی ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ وہ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا۔ لیکن اگر وہ قرآن مجید ان کے دل میں اتر گیا اور جگہ بنا گیا تو پھر فائدہ مند ہے۔“

ابو جمرۃ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں جلد تلاوت کرتا ہوں اور تین راتوں میں قرآن مجید مکمل کر لیتا ہوں۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

((لَأَنْ أَقْرَأَ الْبَقَرَةَ فِي لَيْلَةٍ فَأَتَدَبَّرُهَا وَ أُرَتِّلُهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْرَأَ كَمَا تَقُوْلُ.)) ❷

”میں ایک رات میں سورہ بقرۃ کی تلاوت کروں اور اس پر غور وفکر بھی کروں، یہ مجھے زیادہ پسند ہے کہ میں تمہاری طرح تلاوت کروں (یعنی ایک رات میں دس

---

❶ صحيح البخاري: ١٨٩/١.

❷ أخلاق أهل القرآن: ص١٦٩-١٧٠.

پارے پڑھوں)۔''

حضرت مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص سورۃ بقرۃ اور آل عمران پڑھتا ہے جبکہ دوسرا صرف سورۃ بقرۃ پڑھتا ہے تو دونوں میں افضل کون ہے؟ جبکہ ان دونوں کی قراءت، رکوع، سجدہ اور تشہد بھی ایک جیسا ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا:

((قَالَ الَّذِیْ قَرَأَ الْبَقَرَۃَ. ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰہُ لِتَقْرَءَہٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکْثٍ﴾.)) ❶

''وہ شخص جو صرف سورۃ بقرۃ پڑھتا ہے۔ پھر حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: ''اور قرآن مجید کو ہم نے تھوڑا تھوڑا نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو یہ ٹھہر ٹھہر کر سنائیں۔''

اسی لیے آجری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میرے نزدیک تھوڑا قرآن پڑھنا جبکہ اس میں غور وفکر بھی ہو، زیادہ قرآن پڑھنے سے بہتر ہے کہ جس میں غور وفکر نہ ہو۔ قرآن مجید کے ظاہر، حدیث اور ائمہ کے اقوال سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَ التَّرْتِیْلُ مُسْتَحَبٌّ لِلتَّدَبُّرِ وَ لِغَیْرِہٖ. قَالُوْا: وَلِھٰذَا یُسْتَحَبُّ التَّرْتِیْلُ لِلْعَجَمِیِّ الَّذِیْ لَا یَفْھَمُ مَعْنَاہُ. لِأَنَّ ذٰلِكَ أَقْرَبُ إِلَی التَّوْقِیْرِ وَ الْاِحْتِرَامِ، وَ أَشَدُّ تَأْثِیْرًا فِی الْقَلْبِ.)) ❷

''علماء کا کہنا ہے کہ قرآن مجید میں غور وفکر کے لیے ترتیل سے پڑھنا مستحب ہے۔ اسی طرح انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ عجمی، جس کو معنی سمجھ نہ آتا ہو، کے لیے بھی ترتیل سے پڑھنا مستحب ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کی شان، احترام اور وقار کے لائق ہے اور اس کی دل پر تاثیر بھی خوب ہے۔''

۴۔ آداب تلاوت میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کی ابتداء تعوذ سے کرے

❶ أخلاق أھل القرآن: ص ۱۷۰.   ❷ التبیان: ص ۱۲۰.

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾

(النحل: ۹۸)

''جب تم قرآن مجید کی تلاوت کرو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔''

۵۔ آدابِ تلاوت میں یہ بھی شامل ہے کہ تعوذ کے بعد بسم اللہ بھی پڑھے۔ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سورۃ توبہ کے علاوہ کسی بھی سورت کی تلاوت کرتے ہوئے ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

۶۔ یہ بھی آداب میں سے ہے کہ جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرے کہ جس میں اللہ کی طرف سے کسی وعدے کا بیان ہو تو اللہ سے اس کا فضل طلب کرے اور اگر کسی وعید والی آیت کی تلاوت کرے تو اللہ سے اس کے عذاب کی پناہ طلب کرے یا یوں کہے: اے اللہ! میں آپ سے عافیت طلب کرتا ہوں یا ہر ناپسندیدہ چیز سے میں آپ کی عافیت کا طلبگار ہوں یا اس قسم کی کوئی دعا کرے۔ اور اگر کسی تنزیہہ والی آیت کی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ کی خوب پاکی بیان کرے۔

اس کے علاوہ بھی کچھ آداب ہیں مثلاً اگر نماز کے علاوہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے بیٹھے تو سیدھا ہو کر ادب کے ساتھ بیٹھے۔ اگر اسے جماہی آئے تو قرآن مجید کی تلاوت روک دے کیونکہ وہ اپنے رب سے مخاطب ہے۔ جب تلاوت شروع کر لے تو پھر کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو یا تلاوت چھوڑ کر لوگوں سے باتیں کرنا نہ شروع کر دے، ہاں! اگر کوئی ضرورت کی بات ہو تو کر سکتا ہے۔ اسی طرح دوران تلاوت ہنسی اور شور شرابے سے اجتناب کرے۔ سورتوں کی تلاوت ایک ترتیب سے کرے۔ مصحف کو یا تو اپنے ہاتھ میں اٹھائے یا پھر اپنے سامنے کسی بلند چیز پر رکھے اور اسے زمین پر نہ رکھے کیونکہ اس میں اس کی توہین کا پہلو ہے۔ اس کے علاوہ ان آداب کا بھی لحاظ رکھے کہ جن کا التزام ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کیونکہ اس طرح اس کی تلاوت کے اجر وثواب میں اضافہ ہوگا۔

تجوید کی تعریف اور اس کا حکم

لغت کے اعتبار سے یہ باب تفعیل کا مصدر ہے اور اس سے اسم "جُودة" یا "جَودة" بنتا ہے۔ باب تفعیل سے "جَوَّدَ" کے معنی "اَتْقَنَ" کے ہیں یعنی وہ پختہ ہوا۔ 'جید' عربی زبان میں "ردی" کا متضاد ہے۔ اصطلاح میں اس کا معنی ہے ایک ایسا علم کہ جس میں قرآنی الفاظ کے بارے یہ بحث کی جاتی ہے کہ انہیں ان کی وہ لازمی صفات دی جائیں کہ جو ان سے کسی صورت جدا نہیں ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں ان صفات سے جو احکام پیدا ہوتے ہیں، ان کا مطالعہ بھی اس میں شامل ہے۔

تجوید کا حکم:

سلف صالحین کے ہاں تجوید کے حکم میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ وہ اس کے مقام سے خوب واقف تھے البتہ متاخرین میں یہ اختلاف موجود ہے۔ بعض کے نزدیک یہ فرض عین ہے جبکہ بعض نے اسے مستحب قرار دیا ہے اور عصر حاضر میں یہ اختلاف بہت ہی شدت اختیار کر گیا ہے۔ اس بارے ہم ذیل میں بعض آراء نقل کریں گے۔ جو لوگ تجوید کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ اسے فرض یا واجب قرار دینا ایک ایسی بدعت ہے جو سلف کے ہاں نہیں تھی۔ اور جو لوگ اس کے وجوب کے قائل ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ تجوید کے وجوب اور عدم وجوب پر بحث مباحثہ کرنا بھی زمانہ حاضر کی بدعات میں سے ایک بدعت ہے۔ اگر ہم دونوں طرف کے جذبات پر مبنی عبارات پر غور کریں اور اصل اختلاف کو دیکھیں تو واضح ہو گا کہ ان کے مابین اختلاف غیر حقیقی ہے اور دونوں طرف کے علماء اپنی جگہ صحیح بات کر رہے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ورق کے بارے میں کہ جو آدھا سفید اور آدھا سیاہ ہے، یہ کہے کہ یہ نصف سفید ہے اور دوسرا یہ کہے کہ یہ نصف سیاہ ہے تو دونوں کی بات

درست ہے جب تک کہ وہ دوسرے کے قول کو رد نہ کرے۔ اس کا خلاصہ ہم یوں نکال سکتے ہیں کہ تجوید کی دو قسمیں ہیں:

(۱) عملی تجوید (۲) علمی تجوید

عملی تجوید سے مراد قرآن مجید کی تجوید کے ساتھ ایسے تلاوت کرنا ہے جیسا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوا۔ میری رائے یہ ہے کہ اس معنی میں اس کے وجوب کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا کہ جو شخص بھی مسلمان مرد یا عورت قرآن مجید کی تلاوت کرنا چاہتا ہو تو وہ اس کا اپنی استطاعت کے مطابق اہتمام کرے۔ پس جو لوگ وجوب کے قائل ہیں تو ہمارے نزدیک وہ اس معنی میں اسے واجب قرار دیتے ہیں۔

علمی تجوید سے مراد نظری تجوید ہے یعنی اس کے علمی قواعد اور احکام کو جاننا۔ بلاشبہ کوئی بھی عالم دین ایسا نہیں ہے جو اسے فرض عین قرار دے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ عوام الناس کے لیے اس کا حکم استحباب کا ہے اور یہ واجب ہرگز نہیں ہے۔ اور جہاں تک ان لوگوں کی بات ہے جو قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کا کام کرتے ہیں اور لوگوں کو صحیح قرآن مجید پڑھنے کی تعلیم دیتے ہیں تو ان کے لیے اس کا حصول فرض عین ہے۔ پس ایسے لوگوں کا اسلامی معاشرے میں ہونا ضروری ہے جو تجوید کے علمی مسائل کو جانتے ہوں تا کہ لوگ اپنی غلطیوں کی اصلاح اور صحیح کو جاننے کے لیے ان کی طرف رجوع کر سکیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ﴾

(التوبۃ: ۱۲۲)

''پس ان کے ہر ایک فرقے میں سے کوئی ایک جماعت ایسی کیوں نہ نکلی جو دین کی سوجھ بوجھ حاصل کرتے۔''

اور تجوید کا علم بھی دین کی سوجھ بوجھ حاصل کرنے میں شامل ہے۔ پس اگر لوگوں کی ایک جماعت تجوید کا علم سیکھنے سکھانے میں مشغول ہو جاتی ہے تو عوام الناس سے اس کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔ پس جو لوگ اس کے استحباب کے قائل ہیں تو وہ اس معنی میں اسے

مستحب سمجھتے ہیں۔ معروف علماء میں سے ابن الجزری رحمہ اللہ سے اس کا وجوب منقول ہے جیسا کہ ان کا کہنا ہے:

وَ الْأَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَازِمٌ
مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ
لِأَنَّهٗ بِهِ الْإِلٰهُ أَنْزَلَا
وَهٰكَذَا مِنْهُ إِلَيْنَا وَصَلَا ❶

"تجوید کو حاصل کرنا لازم فرض ہے اور جو قرآن مجید کو تجوید سے نہیں پڑھتا تو گناہ گار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے تجوید کے ساتھ نازل کیا ہے اور اسی طرح یہ ہم تک بھی پہنچا ہے۔"

جو لوگ وجوب کے قائل نہیں ہیں انہوں نے ان کے اس قول کو مجمل سمجھا ہے حالانکہ انہوں نے اپنی کتاب "النشر فی القراء ات العشر" میں اس کی وضاحت کر دی ہے:

((وَ لَا شَكَّ أَنَّ الْأُمَّةَ كَمَا هُمْ مُتَعَبَّدُوْنَ بِفَهْمِ مَعَانِي الْقُرْاٰنِ وَإِقَامَةِ حُدُوْدِهٖ مُتَعَبَّدُوْنَ بِتَصْحِيْحِ أَلْفَاظِهٖ وَ إِقَامَةِ حُرُوْفِهٖ عَلَى الصِّفَةِ الْمُتَلَقَّاةِ مِنْ أَئِمَّةِ الْقِرَاءَةِ الْمُتَّصِلَةِ بِالْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ. الْأَفْصَحِيَّةِ الْعَرَبِيَّةِ الَّتِيْ لَا تَجُوْزُ مُخَالَفَتُهَا وَ لَا الْعُدُوْلُ عَنْهَا إِلٰى غَيْرِهَا، وَ النَّاسُ فِيْ ذٰلِكَ بَيْنَ مُحْسِنٍ مَأْجُوْرٍ، وَ مُسِيْءٍ اٰثِمٍ، أَوْ مَعْذُوْرٍ فَمَنْ قَدَرَ عَلٰى تَصْحِيْحِ كَلَامِ اللّٰهِ بِاللَّفْظِ الصَّحِيْحِ، الْعَرَبِيِّ الْفَصِيْحِ، وَ عَدَلَ إِلَى اللَّفْظِ الْفَاسِدِ الْعَجَمِيِّ أَوِ النَّبْطِيِّ الْقَبِيْحِ، اِسْتِغْنَاءً بِنَفْسِهٖ وَ اسْتِبْدَادًا بِرَأْيِهٖ وَ حَدْسِهٖ، وَ اتِّكَالًا عَلٰى مَا أَلَّفَ مِنْ حِفْظِهٖ، وَ اسْتِكْبَارًا عَنِ الرُّجُوْعِ إِلٰى عَالِمٍ يُوَقِّفُهٗ عَلٰى صَحِيْحِ لَفْظِهٖ؛ فَإِنَّهٗ مُقْصِرٌ بِلَا شَكٍّ وَ اٰثِمٌ بِلَا رَيْبٍ،

❶ طيبة النشر فی القراء ات العشر: ص١٧٢.

وَ غَاشٌّ بِلا مِرْيَةٍ، فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ: لِلّٰهِ، وَ لِكِتَابِهٖ، وَلِرَسُوْلِهٖ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ عَامَّتِهِمْ.)) [1]

''اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ امت جس طرح قرآن مجید کے معنی ومفہوم سمجھنے اوراس کی حدود کی پاسداری کی پابند ہے اسی طرح اس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اس کے الفاظ کوصحیح طرح ادا کرے اوراس کے حروف کواس طرح سیدھا کرے جس طرح ان ائمہ نے کیا کہ جو اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے کے قریب تھے اور ان کی عربی بھی فصیح تھی۔قرآن مجید کی ادائیگی میں ان ائمہ کی مخالفت اور ان کے طریقے کو چھوڑنا کسی طور درست نہیں ہے۔ اس مسئلے میں لوگ یا تو ایسے نیکوکار ہیں کہ جنہیں اجر دیا جائے گا یا پھر گناہ گار ہیں یا معذور ہیں۔ پس جس شخص کو یہ قدرت حاصل ہو کہ وہ قرآن مجید کے الفاظ کوفصیح عربی میں ادا کر سکے اوراس کے باوجود اپنے آپ کومستغنی سمجھتے ہوئے یا اپنی رائے اور عقل پر اعتماد کرتے ہوئے یا اپنے حفظ کیے ہوئے سے مانوسیت کے سبب سے یا کسی دوسرے عالم دین کی طرف رجوع میں عار محسوس کرنے کے سبب سے قرآن مجید کے الفاظ کو بازاری عجمی یا نبطی الفاظ کی طرح ادا کرے تو بلاشبہ ایسا شخص گناہ گاراور خائن ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: دین نصیحت ہے: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیےاوران کےعوام کے لیے۔''

رہی اس شخص کی بات کہ جس کی زبان اس کے قابو میں نہ آتی ہو یا جس کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہ ہوتو اللہ تعالیٰ کسی بھی جان کواس کا مکلّف نہیں بناتا کہ جس کی وہ قدرت نہ رکھتی ہو۔ پس امام ابن الجزری رحمہ اللہ کی اس تفصیل سے شبہات دور ہو جاتے ہیں اوراختلاف ختم ہو جاتا ہے۔اورتمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جوتمام جہانوں کا رب ہے۔

---

[1] النشر فی القراء ات العشر: ۱/ ۲۱۰۔۲۱۱.

تدریس کے تعلیمی ذرائع

یہاں ہماری مراد وہ تعلیمی ذرائع ہیں جنہیں ایک مدرس علمی مباحث طلباء کے ذہن نشین کرانے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ یہ ذرائع تھوڑی سی محنت کے ساتھ علم کی نشر واشاعت اور بہترین صورت میں طلباء تک معلومات پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

تعلیمی وسائل کے فوائد:

دورانِ تدریس تعلیمی وسائل کے استعمال کے کافی فوائد ہیں، ذیل میں ہم ان کا خلاصہ بیان کر رہے ہیں:

۱۔ اس سے طالب علم کے حواس مجتمع اور اس کی توجہ مبذول رہتی ہے۔ علاوہ ازیں سبق کے معانی، قواعد اور احکام کو یاد رکھنے میں وہ زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔

۲۔ اس سے طلباء کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ سبق کی جزئیات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیتے ہیں۔

۳۔ طالب علم میں چستی پیدا ہوتی ہے اور سیکھنے کی روح بیدار ہوتی ہے۔

۴۔ طلباء سبق کے موضوع سے ہٹے بغیر تبدیلی محسوس کرتے ہیں۔

۵۔ یہ وسائل معلومات کو راسخ کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، علاوہ ازیں طالب علم کے لیے یہ آسان ہوتا ہے کہ وہ جب چاہے معلومات کا اعادہ کر سکے۔

۶۔ طلباء میں مشاہدے، گہرائی، شعوری غور وفکر اور گہری توجہ کی روح بیدار کرتے ہیں۔

۷۔ سبق کی متنوع جزئیات کے مابین تعلق قائم کرنے کے لیے طلباء کو مستقل طور سوچ وبچار پر ابھارتے ہیں۔

۸۔ یہ ذرائع طالب علم اور استاذ دونوں کے وقت اور محنت میں کمی کا باعث ہوتے ہیں۔

تدریسی وسائل ایک ترتیب اور وضاحت کے ساتھ طالب علم تک معلومات پہنچانے میں مدد کرتے ہیں۔ یہ چیز تعلیم کا مقصود ہے کہ اچھے طالب علم تیار ہوں۔ چونکہ ظاہری اور معنوی افہام و تفہیم میں یہ وسائل اہم کردار کرتے ہیں لہٰذا کسی موضوع سے مناسبت رکھنے والے تدریسی وسائل کا عام طور اور تجوید میں خاص طور سیکھنے کے عمل میں ایک اہم کردار ہوتا ہے۔ پس تجوید کی ابتدائی یا اعلیٰ مراحل کی تعلیم میں وسائل تدریس لازم ضرورت کا درجہ رکھتے ہیں۔

ایک طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ تجوید کے کسی مسئلہ کو سیکھنے کے دوران اس کے جمیع پہلوؤں کا احاطہ کرے۔ اور یہ اسی صورت ممکن ہے کہ مدرس بلیک بورڈ پر سبق سے متعلق تمام مثالیں رسم عثمانی کے مطابق مکمل اعراب اور حرکات کے ساتھ لکھے۔ کسی پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس طرح تجوید کے کسی حکم کی مثالیں لکھنے میں نہ صرف کلاس کا اکثر وقت مفید بن جائے گا بلکہ اس میں مدرس کی محنت بھی بڑھ جائے گی۔ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ اس طرح پڑھانے سے مدرس اپنے طلباء میں زیادہ شوق بیدار کرنے کا ذریعہ بن جائے جبکہ وہ ہر کلاس میں اسی طرح سے پڑھا رہا ہو۔ پس ہماری رائے یہ ہے کہ اگر کوئی مدرس تدریسی وسائل کو استعمال نہیں کرتا تو یہ استاذ اور شاگرد دونوں کا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اس طرح استاذ بھی اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہا ہوتا ہے جبکہ وہ ایک سے زائد کلاسوں میں بڑی تعداد میں طلباء کو پڑھا رہا ہو۔

تدریسی وسائل دراصل مدرس کی محنت کو ایک بہترین سمت دیتے ہیں کہ وہ اس جہت میں محنت کرے اور ان کے استعمال سے استاذ سے پوری طرح استفادہ بھی ممکن ہو جاتا ہے جبکہ مدرس انہیں ہر کلاس میں پڑھاتے ہوئے استعمال کر رہا ہو۔ ان وسائل کی پابندی کی صورت میں ان سے سالوں استفادہ کیا جا سکتا ہے اور یہ طالب علم کے وقت اور مدرس کی محنت دونوں کو استقامت عطا کرتی ہیں۔ اس طرح کسی سبق کی شرح و تفصیل، اس سے متعلقہ معلومات کی تصدیق و دہرائی اور متعلقہ مسئلے کا حکم معلوم کرنے میں مہارت کے حصول کے لیے ان وسائل سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

تدریسی وسائل بہت زیادہ اور کئی قسم کے ہیں۔ اور مدرس اپنی معلومات، تجربے، مضمون، طلباء کے علمی درجہ اور ان کے رجحانات کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں اختیار کرتا ہے۔استاذ کے لیے بھی ممکن ہے کہ وہ ایسے تدریسی وسائل استعمال کرے جو طلباء کے رجحان اور میلان کے موافق ہوں۔ جیسے جیسے استاذ کا تجربہ بڑھتا جائے گا تو اس بات کا امکان موجود ہے کہ وہ طلباء کو ایسے وسائل اور آلات استعمال کروائیں جو انہیں ان وسائل کے اہداف اور سبق سے ان کے تعلق کے بارے سوچ و بچار کا موقع فراہم کریں۔ پس اس طرح طالب علم میں ظاہری اور معنوی طور کسی درس کو سمجھنے کی اہلیت پیدا ہونے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔

تدریسی وسائل کی شروط:

۱۔ تدریسی وسائل ایسے ہونے چاہئیں جو مطلوب علمی مواد کی وضاحت میں اہم کردار ادا کریں۔

۲۔ بہترین معیار کے ہوں۔

۳۔ بامقصد ہوں۔

۴۔ ایک ہی موضوع سے متعلق ہوں اور اس کی جزئیات کا احاطہ کرنے میں مدد و معاون ہوں۔

۵۔ مناسب وقت میں ان سے کام لیا جائے۔

۶۔ مناسب مقام پر انہیں نصب کیا جائے۔

۷۔ رسم عثمانی کا التزام کیا جائے۔

تجوید کے سبق میں استعمال کیے جانے والے تدریسی وسائل کی اقسام

(ا) روایتی وسائل:

ان سے ہماری مراد وہ وسائل ہیں جو مدارس کے ماحول میں بکثرت موجود ہیں:

۱۔ مصحف شریف

۲۔ سبق کے شروع میں خوبصورت تلاوت کرنے والے مدرس کا ترتیل کے ساتھ تلاوت کرنا۔ اس طرح طالب علم مختلف آیات کی تلاوت کے دوران اپنے استاذ کی نقل کرتا

ہے تا کہ اس کی تلاوت اور حروف نکالنے کے انداز کو سیکھ سکے۔

۳۔ ان طلباء کا ترتیل سے قرآن مجید کی تلاوت کرنا جن کی تلاوت بہترین ہے کیونکہ ان کی تلاوت ان کے کلاس فیلوز میں مسابقت کی روح بیدار کرتی ہے۔اس طرح متوسط درجہ کے طلباء اپنی ادائیگی کے درجہ کو بہتر بنانے کے لیے اور زیادہ محنت کرتے ہیں۔ مدرس کا فرض یہ ہے کہ وہ اس مسابقت کی فضا کو صحیح رخ پر ڈالتے ہوئے اپنے شاگردوں کو یہ تاکید کرے کہ بہترین ادائیگی کسی بھی طالب علم کے لیے ناممکن نہیں ہے۔

۴۔ ترتیل کی کیسٹس بھی ایک اہم تدریسی وسیلہ ہیں۔ مدرس اس بات کا اہتمام کرے کہ یہ کیسٹس حفص عن عاصم کی روایت میں ہوں اور اس میں مد متصل اور منفصل کا لحاظ رکھا گیا ہو۔

۵۔ بلیک بورڈ، چاہے کلاس میں اسے نصب کر دیا گیا ہو یا ضرورت کے تحت اسے منتقل کیا جا سکتا ہو۔ مدرس کو یہ بھی چاہیے کہ حروف میں تمیز کے لیے مختلف رنگوں کے چاک استعمال کرے تا کہ ان کا متعلقہ حکم آسانی سے معلوم ہو سکے۔

۶۔ مختلف قسم کی تختیاں یا کاپیاں وغیرہ۔

یہ بھی ممکن ہے کہ مدرس تدریسی وسائل کی اختراع وایجاد میں طلباء کی صلاحیتوں اور اہلیتوں سے بھی فائدہ حاصل کرے لیکن یہ کام مدرسہ کے تدریسی اوقات کے درمیان ہونا چاہیے تا کہ مدرس کی نگرانی اور ہدایات کی روشنی میں ہو۔

(ب) جدید تکنیکی وسائل:

جدید تکنیکی تدریسی وسائل متعدد مقاصد اور متفرق امکانات کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض آلات تو ابتدائی درجہ کے مدارس میں کثرت سے استعمال کیے جاتے ہیں اور وہاں استاذ سے صرف اتنا ہی مطلوب ہوتا ہے کہ وہ اپنا سبق مناسب انداز میں تیار کر لے کیونکہ مدرسہ میں اسے پیش کرنے کے آلات اور سامان موجود ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم اس ٹیکنالوجی کا جائزہ لے رہیں ہیں جنہیں تجوید کے مضمون کی تدریس میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ا۔اوور ہیڈ (Overhead) پروجیکٹر

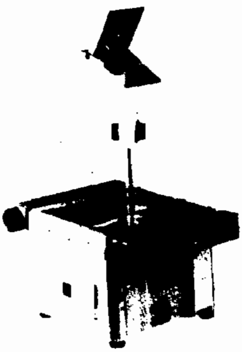

مدرس اس مشین کے لیے پہلے شفاف صفحات پر کچھ مثالیں تیار کرتا ہے۔ پھر ان مثالوں کو طلباء کے سامنے پیش کرنے کے لیے اس سے کام لیتا ہے۔ اسے ایک کیسٹ کی بھی سپورٹ حاصل ہوتی ہے کہ جو شفاف صفحات کی حرکت کا سبب ہوتی ہے۔ یہ پردہ سکرین پر عام روشنی میں بھی زیادہ روشنی کرنے کا امکان رکھتا ہے۔اس کے لیے اسے ایک اوور ہیڈ کی سپورٹ حاصل ہوتی ہے جسے ۳۶۰ ڈگری میں گھمایا جا سکتا ہے۔اس میں اصل لائٹ کے فیوز ہو جانے کی صورت میں ایک ایمرجنسی لائٹ بھی لگی ہوتی ہے۔ مشین کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے اس میں کولنگ کا بھی بہترین نظام موجود ہوتا ہے۔

۲۔ جادوئی فانوس (Magic Lantern)

یہ ہلکے وزن کا ایک آلہ ہے جو آسانی سے اٹھایا جا سکتا ہے۔ یہ پردہ سکرین پر بہت زیادہ روشنی ڈالتا ہے۔ اس کے ذریعے تصاویر اور الفاظ کو بڑا کر کے دکھایا جا سکتا ہے جیسا کہ یہ مختلف

چیزوں کہ جن کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، کو پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

۳۔آلہ برائے انتقال آواز (میکروفون)

بغیر تار کے اسے ہاتھ میں پکڑ لیا جاتا ہے، اس میں آواز پکڑ کرنے کی بہت زیادہ صلاحیت ہوتی ہے اور یہ بھاری کاموں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۴۔ایل سی پی پینل

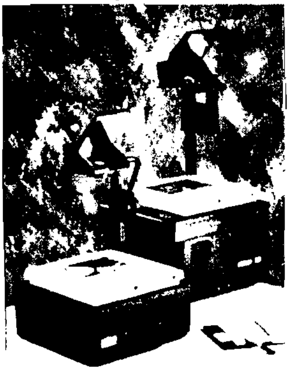

اسے اوورہیڈ پروجیکٹر کے ساتھ کمپیوٹر، ویڈیو اور کیمرہ وغیرہ کی صورتوں کو پردہ سکرین پر مختلف رنگوں میں پیش کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

علمِ تجوید کی تعلیم کے اہداف ومقاصد

تجوید ایک ایسا علم ہے کہ جس کا مقصود قرآنی الفاظ میں سے ہر حرف کو اس کا حق دینا ہے یعنی ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کے لوازمات کا خیال کرنا یعنی الفاظ کی لازمی اور عارضی صفات اور ان سے پیدا ہونے والے احکام کا دھیان رکھنا۔

علم تجوید کی تدریس میں اصل ہدف قرآن مجید کی صحیح تلاوت کے لیے ضروری قواعد وضوابط کو جاننا ہے۔ ہماری تدریس میں مقصود صرف قواعد وضوابط کا علمی احاطہ نہ ہو بلکہ اس سے آگے بڑھتے ہوئے ان کی تطبیق بھی کی جائے تا کہ قرآن مجید کی اس طرح ادائیگی ممکن ہو جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کو اس کی تعلیم دی تھی اور جس طرح اسے ماہرین فن نے نسل در نسل نقل کیا ہے۔

تجوید کی تعلیم عمومی مدارس میں ابتدائی کلاسز میں یا حفظ قرآن کے مدارس میں یا اساتذہ کے کالجز میں شعبہ قرآنیات میں یا اسلامی یونیورسٹیز میں قرآن اور علوم قرآن کے شعبہ جات میں دی جاتی ہے۔ پس اس پہلو سے مختلف درجات اور شعبہ جات کے اعتبار سے تجوید کی تعلیم کے اہداف بھی مختلف ہوں گے۔

ابتدائی کلاسز میں تجوید کی تعلیم کے اہداف:

۱۔ طلباء میں حروف کے مخارج پر ضبط کی صلاحیت کو پروان چڑھانا۔

۲۔ طلباء میں حرکات وسکنات مثلاً فتحہ، ضمہ، کسرہ اور سکون پر ضبط کی صلاحیت بڑھانا یعنی قرآنی کلمات کے اعراب پر ضبط۔

۳۔ یاد رکھنے کی صلاحیت کو بڑھانا تا کہ طلباء تجوید کے فکری مباحث اور احکام کو یاد رکھ سکیں۔

۴۔ منظّم غور وفکر کی صلاحیت کو پروان چڑھانا۔

۵۔ استقراء (خاص سے عمومی قاعدہ نکالنا) اور قیاس کی صلاحیت کو بڑھانا۔

۶۔ تجوید کے جمیع بنیادی احکام مثلاً اظہار، اخفاء، ادغام، اقلاب، مد متصل، مد منفصل وغیرہ کی زبانی مشق کروانا۔

۷۔ طلباء کو کتاب اللہ کی صحیح تلاوت کی مشق کروانا۔

۸۔ طلباء کو وقف کی علامات کی پہچان کروانا۔

یہ بات واضح رہے کہ یہ اہداف اتنی آسانی سے حاصل نہیں ہوتے، خاص طور وہ اہداف جو تجوید کے احکام سے متعلق ہوتے ہیں اور اس کے درج ذیل اسباب ہیں:

۱۔ تجوید کا موضوع نظری اعتبار سے ایک جدید موضوع ہے کہ جس سے طلباء کو عموماً مانوسیت نہیں ہوتی کیونکہ وہ اس موضوع کی طبیعت سے واقف نہیں ہوتے۔ انہیں اس بارے مناسب وقت کی ضرورت ہوتی ہے کہ جس میں وہ اس کے متعلق جان سکیں۔

۲۔ تجوید کے تقریباً تمام مسائل ایسے ہیں کہ جنہیں سیکھنے کے لیے زبانی مہارت کی بھی ضرورت پڑتی ہے، خاص طور وہ مسائل کہ جن کے لیے ایک سے زائد مہارتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ❶ طالب علم سے مناسب وقت اور محنت دونوں مطلوب ہوتے ہیں تا کہ وہ زبانی مشق کے ذریعے اسے اپنی عادت بنا سکے۔

تجوید کے مقاصد اور اہداف بہترین صورت میں حاصل ہوں، اس کے لیے مدرس کو درج ذیل باتوں کو ملحوظ رکھنا چاہیے:

۱۔ کسی مسئلے سے متعلق احکام ومسائل کو شرح وبسط سے بیان کرے۔

۲۔ تفصیل کے بیان کے لیے تعلیمی وسائل سے مدد لینے کا اہتمام کرے۔

۳۔ مثالیں چھوٹی سورتوں سے بیان کرے اور آخری دو پاروں سے ہوں تو کیا ہی خوب ہے! ان دو پاروں کے علاوہ تبھی مثال بیان کرے جبکہ ان سے نہ ملے۔

---

❶ تجوید میں اکثر اوقات کوئی حکم ایک سے زائد مہارتوں کا متقاضی ہوتا ہے جیسا کہ اقلاب میں نون ساکن یا تنوین کو میم میں تبدیل کرنا اور تشدید سے بچتے ہوئے باء کے پاس میم میں اخفاء اور غنہ شامل ہیں۔

۴۔ مثالوں کے بیان میں اجتماعی تلاوت کا اہتمام کرے۔متعین مہارت پیدا کرنے کے لیے مثال کو بار بار دہرائے یہاں تک کہ طالب علم میں پختگی پیدا ہو جائے اور استاذ کی ادائیگی کی پیروی اس کے لیے آسان ہو جائے۔

۵۔ مدرس اپنے طلباء سے اتنی ہی مہارت کی امید رکھے کہ جس کی وہ استطاعت رکھتے ہوں اور ان پر اس معاملے میں ضرورت سے زائد سختی نہ کرے۔ مدرس کو چاہیے کہ وہ طالب علم میں کسی بھی درجے کی مہارت پر اکتفا کرلے، خاص طور پر ابتدائی درجے کی کلاسز میں۔

٦۔ فکری اور عملی تطبیق کا اہتمام کرے۔

۷۔ مدرس کو چاہیے کہ وہ تلاوت میں ان چیزوں کی مشق کا اہتمام کرے کہ جن کی بنیاد اس نے تجوید کے سبق میں رکھی ہے۔ مدرس کو یہ بھی واضح ہونا چاہیے کہ تلاوت میں سبق کی مشق نہ کر سکنے سے طالب علم میں اس سبق کی مہارت پیدا نہ ہو سکے گی۔

۸۔ اگر ایک آیت میں تجوید کے کئی ایک احکام جمع ہو جائیں اور کئی قسم کی متعلقہ مہارت مطلوب ہو تو عام طور طالب علم کے لیے ان سب کی ایک ساتھ ادائیگی مشکل ہوتی ہے۔ مدرس کو چاہیے کہ وہ اس بات کا بھی دھیان رکھے۔ استاذ کو چاہیے کہ وہ طالب علم کو بتلائے کہ اس نے اس آیت میں تجوید کے فلاں احکام کو ملحوظ نہیں رکھا ہے۔ پس جب طالب علم آیت کی دہرائی اور تکرار کے ذریعے ان سب احکام یا ان میں سے بعض کی ادائیگی کی قدرت حاصل کر لے تو استاذ کو اس پر اس معاملے میں سختی نہیں کرنی چاہیے کہ اس سے اعادہ کرواتا ہی جائے۔ استاذ کو یہ بھی چاہیے کہ وہ طالب علم کو کثرتِ تلاوت اور علم تجوید کی تعلیم دینے والی کیسٹس کو سننے کی ترغیب دیتا رہے یہاں تک کہ وہ قرآن مجید کا ماہر بن جائے اور لکھنے والے نیکوکار بزرگ فرشتوں کی نرمی میں سے ایک حصہ حاصل کر سکے۔

تخصص کی کلاسز میں تجوید کی تعلیم کے مقاصد:

اس درجے میں تجوید کے مقاصد سابقہ مرحلے کی نسبت مختلف ہیں۔ یہ ملے جلے اہداف

ہیں کہ جن میں کچھ نظری ہیں اور کچھ تطبیقی۔

۱۔ حروف کے مخارج کو تفصیلاً جاننا۔

۲۔ حروف کی لازم اور عارضی صفات کی مکمل ادائیگی کی صلاحیت طالب علم میں پروان چڑھانا۔

۳۔ تفخیم اور ترقیق کے مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کی ادائیگی کا اہتمام کرنا۔

۴۔ مثلین، متقاربین، متجانسین اور متباعدین کے احکام کا علم حاصل کرنا۔

۵۔ وقف کی جمیع اقسام اور ان کے حکم کی معرفت حاصل کرنا۔

۶۔ رَوم اور اشمام کی مہارت پیدا کرنے کی مشق کرنا۔

۷۔ تجوید کی جمیع قسم کی مہارتوں میں پختگی پیدا کرنے کے لیے زبانی مشق کرنا مثلاً مشدد، متصل اور منفصل کے غنہ کے مراتب میں فرق کرنا، اسی طرح کامل اور ناقص مدغم، مخفی اور مقلوب کا فرق کرنا اور ایسی ہی دقیق مہارتوں کا دھیان کرنا۔

اس درجے کے طلباء میں ان کی اس ڈگری یا سند کے درجے کی مناسبت سے پختگی پیدا کرنا ضروری ہے جو انہیں فراغت کے بعد حاصل ہونے والی ہے۔ اور یہ پختگی کیوں نہ ہو جبکہ یہ لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کے لیے تیار کیے جا رہے ہیں۔

تجوید کی تدریس کے طریقے

ابتدائی یا دیگر درجے کی کلاسز میں تجوید کی تعلیم درج ذیل طریقوں سے دی جاسکتی ہے:

(۱) القائی طریقہ (۲) استقرائی طریقہ

(۳) قیاسی طریقہ

القائی طریقہ کار کی تعریف:

القائی طریقہ کار میں موضوع کی مطلوبہ جزئیات کی وضاحت اوراس کا بیان، مدرس کی محنت پر منحصر ہوتا ہے۔ ماہرین تعلیم وتربیت اس طریقے کو اخباری طریقہ کار بھی کہتے ہیں۔ اس کی بنیاد قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

﴿وَقُرْآناً فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنزِيلاً﴾

(الإسراء: ١٠٦)

’’اوراس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں پر اس کی قراءت ٹھہر ٹھہر کر کریں اور ہم نے اسے اچھی طرح نازل کیا ہے۔‘‘

اس طریق کار میں مدرس موضوع سے متعلق جزئیات طلباء کے سامنے رکھتا ہے، ان سے لغوی اور اصطلاحی تعریف کرواتا ہے، مثالیں بیان کرتا ہے اور ان کے مطابق طلباء کے سامنے تلاوت کرتا ہے، اگر ضروری ہوتو تلاوت کو دہرا بھی لیتا ہے، موضوع کی اقسام کو فرداً فرداً اور ایک ساتھ بیان کرتا ہے اور اس سے نتائج اخذ کرتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس طریق کار میں سبق کا کل بوجھ مدرس پر ہوتا ہے۔ بعض مدرسین سبق کے آخر میں طلباء سے یہ روایتی سوال بھی پوچھ لیتے ہیں کہ کیا سبق سمجھ آ گیا؟ اور طلباء کو اتنی مہلت نہیں ملتی کہ وہ کوئی سوال کرسکیں۔ بعض اساتذہ اپنے اس طریق کار میں کچھ لچک پیدا کرتے ہوئے طلباء کو البتہ

اتنی مہلت دے دیتے ہیں کہ وہ بھی سبق کا کچھ بوجھ برداشت کریں۔ ❶

استقرائی طریقہ کار کی تعریف:

اس طریق کار کو استنباطی طریق کار بھی کہتے ہیں۔ ❷ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جزء سے کل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔اس طریق کار میں استاذ اپنے طالب علم کی اس طرح رہنمائی کرتا ہے کہ وہ کلی حقائق، احکامِ تجوید، عمومی قواعد اور جامع تعریف کی بذریعہ استنباطِ معرفت حاصل کر سکے۔اس میں استاذ اور طالب علم پہلے جزئیات کے بارے بحث کرتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے کلی حقائق، قواعد اور تعریفات تک پہنچ سکیں۔اس میں تحقیق مدرس کی نگرانی میں ہوتی ہے اور مثالوں کے مطالعہ اور مناقشہ سے وہ قاعدہ اخذ کیا جاتا ہے کہ جسے مدرس اپنے طالب علم کے ذہن میں بٹھانا چاہتا ہے تاکہ وہ تلاوت کے وقت اس کی تطبیق کر سکے۔

استقرائی طریق کار میں مدرس کا کام:

ا۔ مدرس کا کام یہ ہے کہ وہ ایسی مثالیں تیار کرے جو مطلوبہ ضابطے سے متعلق ہوں۔اس بات کا بھی لحاظ رکھے کہ وہ یہ مثالیں چارٹ، فلیکس یا شفاف سلائڈز وغیرہ پر تیار کرے کیونکہ اس طریقے سے تدریس میں کسی حد تک تدریج مقصود ہوتی ہے۔اس طریق کار

---

❶ ماہر مدرس وہ ہے جو طالب علم کی سوچ کی مرحلہ وار رہنمائی کرے، اور انہیں محض اپنی تقلید یا بغیر سوچے سمجھے تردید پر ہی نہ لگائے۔اس طرز عمل سے بغیر سوچے سمجھے تقلید کرنے والے تو پیدا ہو سکتے ہیں لیکن غور وفکر کرنے والے انسان نہیں۔استاذ کو چاہیے کہ وہ طلباء میں یہ شوق بیدار کرے کہ وہ سوچ بچار کیا کریں اور اپنے الفاظ پر اپنی قدرت کے مطابق غور کریں۔یہ طریقہ کار درست نہیں ہے کہ تدریس کے عمل کا بوجھ صرف مدرس پر ہی پڑے اور طلباء کا سبق میں کوئی کردار نہ ہو۔اور استاذ صرف معلومات بیان کرنے پر ہی اکتفا کرلے اور شاگرد صرف انہی معلومات تک محدود ہو جائے جو اسے استاذ نے دی ہیں۔یہ طرز عمل اچھے خاصے ذہین طالب علم کو بھی کند ذہن بنا دیتا ہے۔(التربیة وطرق التدریس : ۱/ ۲۰۰)

❷ استنباط سے مراد انسان کا پہلے سے معلوم خبروں، واقعات اور مثالوں سے مزید معلومات اخذ کرنا ہے۔یہ ایک فکری اور منطقی رویہ ہے کہ جسے ہمارے سلف صالحین نے کثرت سے استعمال کیا ہے جیسا کہ انہوں نے نحو کے قواعد قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ سے اخذ کیے ہیں۔(التربیة وطرق التدریس : ۱/ ۶۰)

کے مطابق ہمیں تعلیمی وسائل سے لازماً مدد لینی چاہیے۔
۲۔ طلباء کی ذہنی سطح کے مطابق مناسب اسلوب میں ان مثالوں کے ذریعے مناقشہ کرنا۔
۳۔ استنباط اور استقراء کے لیے سوالات کی ایک فہرست تیار کرنا۔
۴۔ جزئیات کو اس طرح ترتیب دینا کہ ایک قاعدہ یا تعریف تک پہنچنا ممکن ہو سکے۔

یہاں ہم یہ اشارہ کرتے چلیں کہ قرآن کے استاذ کو قرآن مجید سے کثرت سے مثالیں لینی چاہئیں تا کہ طلباء کے لیے قواعد کا استنباط آسان ہو۔ یہ بھی بہتر ہے کہ محل شاہد کو دیگر الفاظ یا کلمات کی نسبت علیحدہ رنگ دیا جائے۔

مدرس کے اس طرح مثالیں تیار کرنے پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اس صورت میں سبق کا بوجھ مدرس پر آجاتا ہے اور طالب علم کو بنی بنائی مثالیں پکڑا دینے سے سبق میں اس کی شمولیت نہ ہونے کے برابر ہو جائے گی۔اس اعتراض کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے:

۱۔ تجوید کے احکام کے قواعد کی مثالیں قرآن مجید ہی سے ہونی چاہییں۔
۲۔ تجوید کے کسی بھی قاعدے یا حکم کی مثالیں محض ایک ہی سورت میں نہیں ہوتی [لہٰذا طالب علم کو دوسری سورتوں میں ایسی مثالیں تلاش کرنے کا ہوم ورک دیا جا سکتا ہے۔]
۳۔ کلاس میں طلباء کو مثالیں تلاش کرنے پر لگانا ان کا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے کیونکہ کلاس کا نصف وقت اسی کام میں لگ جائے گا اور دوسرے کاموں کے لیے وقت نہیں بچے گا۔
۴۔ تجوید کی مثالیں کئی اعتبارات سے دوسرے علوم مثلاً صرف، نحو یا ریاضی وغیرہ کی مثالوں سے مختلف ہوتی ہیں۔

طرق تدریس میں استقرائی طریقہ کار کو کئی اعتبار سے بہترین طریق کار کہا جاتا ہے:

۱۔ یہ منطقی طریق کار ہے کہ جس میں موضوع کی تدریس جزئیات سے کلیات کی طرف ہوتی ہے۔
۲۔ یہ طریق کار طلباء میں ذاتی محنت کے ذریعے تجوید کے احکام اور قواعد سیکھنے اور ان میں

غور وفکر کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔

۳۔ اس طریقے سے طلباء میں غور وفکر کی وہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے جو اسے دوسرے اسباق میں بھی فائدہ دیتی ہے۔

۴۔ اس طریقے سے طلباء کے ذہن میں علمی مباحث اچھی طرح راسخ ہو جاتے ہیں۔

۵۔ اس طریقے سے طلباء میں مشاہدے، تنقیح اور تنظیم کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

استقرائی طریقہ کار کے نقصانات:

۱۔ اس طریقہ کار سے تعلیم کی رفتار بہت آہستہ ہو جاتی ہے۔

۲۔ ابتدائی کلاسز کے طلباء کے لیے یہ طریق کار مفید نہیں ہے۔

۳۔ ہر قسم کے مضمون کی تعلیم کے لیے بھی یہ طریق کار مفید نہیں ہے جیسا کہ تلاوت اور حفظ قرآن۔

جہاں تک پہلے نقطے کی بات ہے تو علم تجوید کی تدریس میں استقرائی طریقے کو اختیار کرنے میں اسے رکاوٹ نہیں بننا چاہیے کیونکہ پانچویں اور چھٹے سال میں جو نصاب مقرر کیا جاتا ہے اس میں پہلے ہی سے اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ تدریس کا عمل اطمینان سے ہو تا کہ طلباء کے لیے تجوید کے احکام کا مکمل احاطہ ممکن ہو سکے اور وہ تلاوت میں ان کی تطبیق کے اہل ہو سکیں۔

استقرائی طریقہ کار کے مراحل:

(۱) مقدمہ (۲) عرض

(۳) استنباط (۴) تطبیق

پہلا مرحلہ:

مقدمہ سے مراد سبق سے پہلے طلباء کے ذہنوں کو سبق کے لیے تیار اور انہیں موضوع کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ استاذ اس کے ذریعے اپنے طلباء کی پرانی معلومات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے نئی معلومات کے ساتھ جوڑ دیتا ہے تا کہ طلباء کے لیے اسے یاد رکھنا آسان ہو۔

مقدمہ کا مقصد یہ نہیں ہے کہ طلباء سے یہ پہیلی بھجوائی جائے کہ آج کے درس کا عنوان کیا ہے؟ بلکہ اس کا اصل مقصود نئے سبق کے لیے طلباء کے ذہن کو تیار کرنا، ان میں اس کا شوق بیدار کرنا، اس کی اہمیت کا احساس اجاگر کرنا اور ان کی زندگی میں اس کے اثرات کا بیان ہے۔ مثلاً اگر سبق کا موضوع اظہار حلقی ہے تو نون ساکن اور تنوین کے جملہ احکامات میں سے یہ پہلا حکم ہے۔ مدرس کو چاہیے کہ وہ کسی ایک طالب علم کو حفظ کے نصاب میں سے چند ایسی آیات تلاوت کرنے کا کہے کہ جن میں اظہار حلقی موجود ہو۔ استاذ کو یہ بھی چاہیے کہ وہ اس مرحلے میں طالب علم کی تجوید پر بھی توجہ دے۔ عصر حاضر میں قرآن مجید کی تعلیم دینے والے مدارس کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ وہ طلباء کے تجوید کے احکامات کو جان لینے سے پہلے بھی ان کی تلاوت میں تجوید کا لحاظ کروائیں اور اسے ہم عملی تجوید کا نام دے سکتے ہیں۔ پس طالب علم صحیح قراءت کے اصول وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے تلاوت کرے یا مدرس اس کی تصحیح کرے۔ مثلاً اگر تلاوت سورۃ الغاشیہ کی ابتداء سے ہے اور دوران تلاوت جب طالب علم اظہار حلقی کی مثالوں سے گزرے گا تو مدرس اس کی ادائیگی پر توجہ دے گا۔ اسی طرح دوسرا طالب علم سورۃ قریش کی تلاوت کرے گا اور تیسرا سورۃ العلق کی۔ یا ان کے علاوہ ان سورتوں کی طلباء تلاوت کریں گے کہ جنہیں استاذ سبق کے لیے مناسب سمجھے۔

دوسرا مرحلہ:

اس مرحلے میں طالب علم کے ذہن میں مقدمے کے دوران جو مفاہیم اور مباحث پیدا ہوئے ہیں، انہیں موضوع بنایا جاتا ہے۔ یہاں سے ہی بحث اور تحقیق کی طرف پہلا قدم اٹھ جاتا ہے اور ایسا غور وفکر شروع ہو جاتا ہے جو متفرق مثالوں اور جزئیات کے مابین ربط تلاش کرنا شروع کر دیتا ہے۔ مدرس سبق کی مختلف جزئیات کو باری باری طلباء کے سامنے رکھتا ہے اور ان سے اس بارے مناقشہ کرتا ہے۔ استاذ اپنے طلباء سے یہ مطالبہ بھی کرتا ہے کہ وہ متفرق جزئیات کے مابین ربط قائم کریں، متشابہ کو جمع کریں، متقابل کا موازنہ کریں، اور جو جزئیات اس قاعدہ کے تحت داخل نہیں ہیں، ان کو بھی جانیں۔ اسی طرح استاذ کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے

کہ طلباء نون ساکن اور تنوین، جہاں وہ جمع ہوتے ہیں اور جہاں نہیں ہوتے، ان کے مابین تعلق کو جانیں۔ حروف اظہار اور نون ساکن اور نون تنوین کے مابین فرق کو بھی معلوم کریں۔ پھر مدرس اپنے طلباء کو یہ بھی کہے کہ جو چیز انہوں نے استقراء سے معلوم کی ہے، اسے لکھ لیں۔ طلباء صحیح عبارت ہی کو اپنی کاپی میں درج کریں یا استاذ کی طرف سے ان کی عبارت کی مناسب تصحیح کروادی جائے، اگر اس کی ضرورت محسوس ہو۔

تیسرا مرحلہ:

تیسرا مرحلہ استنباط کا ہے کہ جس میں طالب علم ظاہر سے معنوی حکم کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ ظاہر سے مراد نون ساکن، تنوین یا حروفِ اظہار ہیں جبکہ ان میں سے کوئی حرف ایک یا دو کلمات میں نون کے بعد واقع ہو، یا ان میں سے کوئی حرف تنوین کے بعد واقع ہو اور ایسا دو کلمات میں ہوتا ہے۔ معنوی حکم سے مراد تجوید کا قاعدہ ہے یا نون ساکن، تنوین اور اظہار حلقی کی تعریفات ہیں۔

چوتھا مرحلہ:

جب طالب علم کو تجوید کا کوئی قاعدہ یا کسی حکم کی تعریف معلوم ہو جاتی ہے تو اب اس کی تطبیق کا مرحلہ آتا ہے اور اس کا طریق کار یہی ہے کہ اس قاعدے یا حکم سے متعلق مشق کروائی جائے۔ استاذ طلباء کے سامنے قاعدے سے متعلق بعض سوالات رکھے یا اگر ممکن ہو تو کسی طالب علم کو کہے کہ وہ سبق کا خلاصہ بیان کرے یا استاذ کے پاس کوئی پروجیکٹر وغیرہ ہو کہ جس کے ذریعے وہ اس قاعدے کی مثالیں طلباء کے سامنے رکھ سکے یا استاذ طلباء کو مصحف میں سے متعین مقامات تلاوت کرنے کا کہے اور وہ تلاوت کے دوران اس سے تجوید کے احکامات نکالیں۔

ہوم ورک:

اس طریق کار میں درسی کتاب کی تکرار اور مشقوں کا حل کرنا ہوم ورک کے طور پر طالب علم کو دیا جائے۔ اسی طرح طلباء کے تلاوت یا حفظ کے نصاب میں ایک حصہ کو متعین کر دیا

جائے کہ طلباء اس میں موجود تجوید کے احکامات کی نشاندہی کریں۔

قیاسی طریقہ:

اس طریق کار سے مراد کل سے جزء کی طرف آنا ہے کہ پہلے تجوید کا کوئی قاعدہ یا حکم یا تعریف بتلا دی جائے اور پھر اس کی مثالیں بیان کی جائیں۔اس میں مدرس پہلے کوئی قاعدہ یا حکم وغیرہ بیان کرتا ہے، پھر مثالوں سے اس ضابطے کی شرح کرتا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ یہ مثالیں اس قاعدے کے تحت آتی ہیں۔ یہ طریق کار ابتدائی کلاسز کے طلباء کے لیے درست نہیں ہے، خاص طور اس وقت جبکہ مدرس کا طلباء سے یہ مطالبہ بھی ہو کہ وہ اس قاعدے کی مثالیں اپنی یاداشت سے پیش کریں۔ البتہ یہ طریق کار بڑی کلاسز کے لیے مفید ہے کیونکہ وہاں طلباء کے لیے کسی قاعدے کی مثالیں تلاش کرنے کا کام کسی حد تک ممکن ہوتا ہے جیسا کہ پہلے بھی یہ بات بیان ہو چکی ہے۔

قیاسی طریق کار کے مراحل

ا۔تمہید:

اس سے مراد سبق کے موضوع کے لیے طلباء کو ذہناً تیار کرنا، موضوع کی اہمیت اور ضرورت کو نمایاں کرنا تا کہ موضوع کا احاطہ کرنے کے لیے طلباء کے اہتمام اور شوق کو ابھارا جائے۔

۲۔قاعدہ:

مطلوب قاعدے یا ضابطے کو بیان کرنا، اسے بلیک بورڈ پر لکھنا یا پروجیکٹر وغیرہ پر اس کو دکھانا۔ یہ قاعدہ یا ضابطہ ایسے الفاظ یا عبارت کے ساتھ بیان کیا جائے جو جامع ہو، موضوع کے جملہ گوشوں کا احاطہ کر رہی ہو، طلباء کی ذہنی سطح کے مطابق ہو اور اس انداز میں مرتب ہو کہ اس طریق کار کے اہداف حاصل ہو سکیں۔

۳۔تعمیم:

اس سے مراد متعلقہ قاعدے یا ضابطے کے جملہ مضامین پر گہری نظر دوڑانا تا کہ اس

قاعدے کے تحت آنے والی مثالوں کے بیان اور قاعدے کی تطبیق کے لیے طلباء کے ذہن کو تیار کیا جا سکے۔

۴۔ تطبیق

اس سے مراد کسی ایک سورت کی تلاوت کے ذریعے اس قاعدے کے تحت آنے والی مثالوں کا بیان ہے تا کہ وہ قاعدہ طلباء کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

اگر ابتدائی کلاسز میں قیاسی طریق کار کی بات کی جائے تو اس صورت میں مدرس کا براہ راست عمل دخل بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے جیسا کہ وہ طلباء کے سامنے قاعدہ کی مثالیں بیان کرتا ہے۔ اگرچہ سبق میں استاذ کا براہ راست عمل دخل نہ بھی ہو تو بالواسطہ عمل دخل ہو گا مثلاً وہ طلباء کو سورتوں یا آیات میں موجود قاعدے کی مثالوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ پس اس طریق کار میں طلباء کی محنت کو مرکزیت حاصل نہیں ہے جب تک کہ مدرس خود ہی قواعد بیان کر رہا ہو اور اس کی مثالیں بھی خود ہی دے رہا ہو۔ اس طرح قیاسی طریق کار بھی عملی اعتبار سے القائی طریق کار کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

پس اس صورت میں طالب علم محض استاذ کی کاوش پر اعتماد کرتا ہے اور استاذ کی محنت پر اکتفا کر لینے کا عادی ہو جاتا ہے۔ اس سے بچنے کے لیے مدرس کو چاہیے کہ وہ جب کسی قاعدہ کے ساتھ مثالیں بیان کرے تو کچھ اور بھی ایسی مثالیں اپنے پاس رکھے جو اس قاعدے کے تحت داخل نہ ہوں۔ پھر ان مثالوں کو آپس میں گڈ مڈ کر کے طالب علم کے سامنے رکھے تا کہ طالب علم میں اجنبی مثالوں کو پہچاننے اور قاعدے کے تحت آنے والی مثالوں کی تنظیم اور ترتیب کی سوچ بیدار ہو۔ پس بہترین صورت تو یہی ہے کہ اساتذہ کو دوران تدریس القائی، قیاسی اور استقرائی تینوں طریقوں سے استفادہ کرنا چاہیے۔

پس مدرس کو چاہیے کہ وہ تربیتی عمل کے دوران ابتدائی مراحل میں القائی اور استقرائی دونوں قسم کے طریقوں کی مبادیات مثلاً مقدمہ، عرض اور استنباط سے استفادہ کرے کیونکہ استنباط کا عمل القاء کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مثلاً مدرس کا مختلف مثالوں کی تلاوت کرنا یا استنباطی

عمل کے دوران طلباء سے سوال و جواب اور مناقشہ کرنا، یہ سب القاء ہی کی قسمیں ہیں۔

چوتھا مرحلہ جو کہ تطبیق کا ہے، اس میں مدرس کو قیاسی طریق کار پر توجہ دینی چاہیے۔ استاذ اپنے طلباء سے کہے کہ وہ ایسی مثالیں لائیں جو سبق کے قاعدے کی وضاحت کرتی ہوں۔ استاذ طلباء کو ایسی سورت تلاوت کرنے کا بھی کہہ سکتا ہے کہ جس میں متعلقہ قاعدے یا حکم کی بکثرت مثالیں موجود ہوں اور انہیں یہ کہے کہ وہ قاعدے سے مطابقت رکھنے والی مثالیں تلاش کریں۔ یہ اسلوب طلباء کے ذہن میں قاعدے اور اس سے متعلقہ معلومات کو راسخ کرنے کا باعث بنتا ہے۔

استقرائی اور قیاسی طریق کار میں موازنہ:

استقرائی طریق کار میں استاذ خاص سے عام اور مثالوں سے تعریف یا حکم کی طرف جاتا ہے۔ اس طریق کار میں طلباء بھی اپنا ذہن لگاتے ہیں تا کہ وہ تجوید کے کسی حکم یا قاعدے یا تعریف تک پہنچ سکیں۔

قیاسی طریق کار میں مدرس عام سے خاص یا قاعدے اور حکم سے مثالوں کی طرف جاتا ہے تا کہ مثالوں کے ذریعے اس قاعدے کو خوب واضح کر دے اور وہ طلباء کے ذہن میں اچھی طرح بیٹھ جائے۔ اس طریق کار میں طلباء کی کوئی قابل ذکر محنت شامل نہیں ہوتی کیونکہ مدرس ہی قاعدہ بیان کرتا ہے اور وہی اس کی مثالیں بھی لاتا ہے اور طلباء خاموشی سے اس کو سنتے ہیں۔ اس طریق کار میں طلباء قاعدے یا حکم سے متعلق ہر شیء کو جاننے کے لیے استاذ پر اعتماد کرتے ہیں کیونکہ محض قاعدے کا بیان سن کر طالب علم کے لیے قرآن مجید سے اس کی مثالیں تلاش کرنا ایک مشکل کام ہے، چاہے اس کی ذہنی سطح بلند ہی کیوں نہ ہو۔

استقرائی طریق کار مثبت ہے، مراد یہ ہے کہ مثالوں اور ان کے مابین باہمی تعلق کو جاننے اور ان سے قاعدہ یا قانون اخذ کرنے میں استاذ اور طلباء باہم شریک ہوتے ہیں۔ قیاسی طریق کار منفی ہے کیونکہ اس میں طلباء استاذ پر کلی اعتماد کرتے ہیں۔ ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ استاذ اس منفی پہلو کو ختم کرنے کی کوشش کرے تا کہ طالب علم اپنے استاذ کے لیکچر سے

تھوڑی دیر کے لیے بھی غافل نہ ہو کیونکہ طالب علم کا کسی بھی سبب سے سبق سے غافل ہو جانا موضوع کی جزئیات کا احاطہ نہ کرنے یا ان کے گڈمڈ ہو جانے کا باعث بنتا ہے۔

بہترین طریقہ یہی ہے کہ استاذ اپنے سبق میں القائی، استقرائی اور قیاسی تینوں طریقوں سے استفادہ کرے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ سبق کے ابتدائی مرحلے میں طالب علم کو استقراء کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ آخری مرحلے میں قاعدے اور حکم کی تطبیق کے لیے اور استقراء کی صحت جاننے کے لیے قیاس کی احتیاج ہوتی ہے۔اسی طرح استقراء اور قیاس دونوں القاء سے خالی نہیں ہو سکتے۔استاذ یا طالب علم جب مثالوں کی تلاوت کرتا ہے یا استاذ جب استنباط کی غرض سے طلباء سے سوال کرتا ہے تو اس صورت میں القائی طریق کا رہی استعمال ہوتا ہے۔

تطبیقی قسم

نون اور میم مشدد کا حکم

تمہید:

مدرس کسی ایک طالب علم سے سورۃ الناس تلاوت کرنے کو کہے اور نون مشدد میں غنہ کروانے پر توجہ مرکوز کرے۔ اسی طرح دوسرے طالب علم سے سورۃ القارعۃ کی تلاوت کرنے کو کہے اور میم مشدد کے غنہ کروانے پر توجہ مرکوز کرے۔

عرض:

مدرس کو چاہیے کہ وہ ایسے تعلیمی وسائل کو استعمال کرے جو قاعدے کے تحت آنے والی جمیع جزئیات کو مشتمل ہوں۔

تعلیمی ذریعہ:

نون مشدد کی مثالیں	میم مشدد کی مثالیں
(مجموعہ الف)	(مجموعہ ب)
إِنَّ اللَّهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ	عَمَّ یَتَسَاءلُونَ
فِیْ جَنَّاتٍ یَتَسَاءلُونَ	فَأُمُّهُ هَاوِیَةٌ
أَمْ لِلْإِنسَان مَا تَمَنَّى	إِنْ هِیَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّیْتُمُوهَا
إِن یَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ	ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ

مدرس کی تلاوت:

مدرس قاعدے کی تطبیق کے لیے مثالوں کی تلاوت کرے تا کہ اس طرح طلباء نون اور میم مشدد کے غنوں میں مہارت حاصل کر لیں۔ اگر استاذ اس دوران اجتماعی تلاوت کی ضرورت محسوس کرے تو وہ بھی کر لے۔

طالب علم کی تلاوت:

طالب علم عملی تطبیق میں غنہ کی ادائیگی کا خیال کرتے ہوئے تلاوت کریں گے۔ استاذ کو چاہیے کہ وہ تلاوت کو تمام طلباء پر تقسیم کرے تا آنکہ وہ اس میں تمام طلباء کی ادائیگی کے درجے سے مطمئن ہو جائے۔

مدرس کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ اپنے سبق میں عملی اجراء کو مرکزی نقطہ بنائے۔ غنہ ایک اعتبار سے زبان کی اعلی درجے کی مہارت ہے۔ پہلے درجے میں اس کا مطالعہ قرآن مجید کی تلاوت کے بنیادی احکام کے ضمن میں کیا جاتا ہے جیسا کہ نون اور میم مشدد، ادغام کے ساتھ غنہ، اخفائے حقیقی، اقلاب، اخفائے شفوی اور مثلین (نون اور میم) کے ادغام میں۔

یہاں سے ایک عمومی مہارت کے طور پر اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حرف مشدد میں زبان کی ایسی مشق سے اس مہارت کی بنیاد رکھی جائے کہ جس میں اس کے اعلی درجات کی ادائیگی کا بھی خیال رکھا گیا ہو۔

طالب علم کے لیے چند نکات:

مدرس اپنے طلباء سے حرف مشدد کی اصل کے بارے بحث شروع کرے مثلاً وہ پہلے حرف مشدد کی تلاوت سکون سے کرے یہاں تک کہ طلباء کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ دو متماثل حروف سے مل کر ایک حرف بنا ہوا ہے جن میں سے پہلا ساکن اور دوسرا متحرک ہے۔ پس وہ پہلے کا ادغام دوسرے میں کر دے تو حرف مشدد بن جائے گا۔ پھر استاذ طلباء کو لغت اور اصطلاح میں غنہ کا معنی بتائے اور اس کے مخرج کا بھی ذکر کرے۔ جہاں تک اس کی مقدار کا تعلق ہے تو استاذ کسی مشدد حرف غنہ کی تلاوت کے ذریعے استنباط کے طریقے سے اس کی مقدار سکھا سکتا ہے۔ [1]

---

[1] غنہ کی مقدار دو حرکات ہے۔ اور ایک حرکت کی مقدار کا انداز اوسط درجے کی حرکت کے ساتھ انگلی کو بند کرنے سے کھولنے کے وقفہ سے لگایا جائے گا۔ اکثر علمائے تجوید کی یہی رائے ہے۔ کچھ دوسرے علماء کا کہنا یہ ہے کہ ایک حرکت سے مراد وہ وقت ہے جو کسی حرف ہجی کو کوئی قاری نسبتاً تیزی سے ادا کرتے ہوئے لگائے۔ پس جس حرف کا کھینچنا دو حرکات کے برابر ہو تو وہ غنہ کی مقدار ہے یعنی دو حرفوں کی ادائیگی کی مقدار۔ (فتح المجید شرح کتاب العمید فی علم التجوید: ۸۱)

تخصص یا اعلیٰ تعلیمی مراحل:

ان درجات میں استاذ کو چاہیے کہ وہ طلباء میں تحقیق کی جستجو پیدا کرے مثلاً وہ طلباء کے سامنے نون مشدد کی مثالیں اس طرح رکھے کہ انہیں یہ معلوم ہو سکے کہ نون مشدد کبھی حرف کے آخر میں ہوتا ہے اور کبھی درمیان میں۔ پھر اسی طرح وہ انہیں میم مشدد کی مثالوں پر غور کرنے کو کہے کہ جس سے انہیں یہ واضح ہو کہ میم مشدد کبھی حرف کے آخر میں ہوتا ہے اور کبھی درمیان میں۔

پھر انہیں اس بات پر لگائے کہ وہ ان کلمات کو تلاش کریں کہ جن میں نون اور میم جمع ہوں تو انہیں یہ معلوم ہو گا کہ ان کا اجتماع اسم، فعل اور حرف تینوں قسم کے کلمات میں ہوتا ہے۔ پھر وہ طلباء کو مجموعہ الف میں موجود نون مشدد کی پہلی اور آخری مثال کی طرف توجہ دلائے یہاں تک کہ وہ ان کے مابین فرق جان لیں۔

اور وہ فرق یہ ہے کہ پہلی مثال میں حرف مشدد ایک ایسا حرف ہے جو مشدد متصل کی قبیل سے ہے کہ جس میں پہلے حرف کو دوسرے حرف سے جدا کرنا درست نہیں ہے۔ اس کے برعکس دوسرا حرف مشدد جو آخری مثال میں بیان ہوا ہے، وہ مشدد منفصل ہے کہ جس میں پہلے حرف کو دوسرے سے جدا کیا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد مدرس ان کے لیے غنہ کے پانچ یا چھ مراتب کو تفصیل سے بیان کرے جیسا کہ اہل علم نے انہیں نقل کیا ہے:

پہلا مرتبہ:

حرف مشدد متصل ہو۔ اس کی مثال وہ مدغم ہے جو کامل تشدید کے ساتھ ہو۔ اس کے مزید دو درجات بنائے جا سکتے ہیں۔ ایک درجہ مشدد متصل کا ہے اور دوسرا مشدد منفصل کا۔

دوسرا مرتبہ:

وہ حرف مدغم جو ناقص تشدید کے ساتھ ہو مثلاً: ﴿وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ﴾۔ ناقص

تشدید کا سبب، مدغم حرف کا اپنی صفت پر باقی رہنا ہے اور وہ غنہ کی صفت ہے۔

تیسرا مرتبہ:

اس سے مراد وہ حرف ہے جس میں اخفاء ہو رہا ہو اور اسی کی مثل اقلاب ہے۔ پہلی مثال ﴿أَنْ جَآءَهُ الْأَعْمٰى﴾ کی ہے جبکہ دوسری ﴿فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ﴾ ہے۔

چوتھا مرتبہ:

وہ حرف ساکن جس میں مطلق، حلقی یا شفوی اظہار کیا جا رہا ہو۔

اس کی پہلی مثال: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاء فَعَلَيْهَا﴾

دوسری: ﴿أُولَئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ﴾

اور تیسری: ﴿أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَه﴾ ہے۔

پانچواں مرتبہ:

حرف متحرک ہے اور اس کی مثال ﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَت﴾ ہے۔

مدرس کو چاہیے کہ وہ طلباء کو بتائے کہ پہلے تین مراتب میں غنہ ظاہر کیا جائے گا اور آخری دو میں اسے چھپایا جائے گا۔

خلاصہ کلام:

درج ذیل منظّم سوالات کے ذریعے موضوع کی متنوع جزئیات کی تعریفات اور احکام تک پہنچا جا سکتا ہے:

۱۔ حرف مشدد کی اصل کیا ہے؟

۲۔ مشدد متصل اور مشدد منفصل میں فرق کیا ہے؟

۳۔ کلمے کی اقسام [اسم، فعل، حرف] میں سے کس میں میم اور نون مشدد آتے ہیں؟

۴۔ میم اور نون مشدد کو کیا نام دیا جائے گا؟

۵۔ میم اور نون مشدد کا حکم کیا ہے؟

۶۔ غنہ کے مراتب کیا ہیں؟

تطبیق:

نصابی کتاب کا مطالعہ اور مثالوں میں نون اور میم مشدد کی مثالیں تلاش کرنا تا کہ استنباط کے ذریعے جو دریافت کیا ہے، اس کی تحقیق ہو سکے۔

ہوم ورک:

نصابی کتاب میں موجود مشقوں کا حل کرنا۔ نصاب میں سے ایک سورت کو ان قواعد کی تطبیق کے لیے اختیار کرنا۔

اظہار

ا۔ اظہار حلقی

تمہید:

سابقہ سبق کے حوالے سے مدرس اپنے طلباء سے چند سوال پوچھے تا کہ طالب علم درج ذیل میں فرق جان سکے:

(۱) غنہ کیا ہے؟

(۲) اس کی مقدار کتنی ہے؟

(۳) نون اور میم میں وہ کون سے مراتب ہیں کہ جن میں غنہ میں اظہار لازم ہے؟

پھر استاذ کو چاہیے کہ وہ کسی طالب علم سے کہے کہ وہ سورۃ الکوثر اور سورۃ العلق کی پہلی دس آیات کی تلاوت کرے۔ تلاوت کے دوران استاذ کو یہ بھی چاہیے کہ اگر نون ساکن اور تنوین کے بعد حرف حلقی ہو تو اس کے بارے یہ اہتمام کیا جائے کہ اس مقام پر نون کا اظہار واضح طور ہو۔ پس یہ مشق سبق کے موضوع کو کھولنے کا باعث بنے گی۔

عرض:

مدرس قاعدہ کے تحت آنے والی جمیع جزئیات کے تعارف کے لیے کسی تعلیمی وسیلے کو ذریعہ بنائے۔

تعلیمی وسیلہ:

اس سے مراد کسی بھی تعلیمی وسیلے کو استعمال کرنا ہے مثلاً اضافی بلیک بورڈ یا کارڈ بورڈ یا جدید آلات سکرین میں استعمال ہونے والے شفاف کاغذات کہ جن پر وہ تمام مثالیں مندرج ہوں جو ایک قاعدے کے تحت داخل ہوں اور ان کا سکھانا مقصود ہو۔ اسے کمرہ تدریس میں

ایسی جگہ رکھا جائے جو مناسب ہو۔

حرف اظہار	ایک یا دو کلمات میں نون کے ساتھ مثال ❶	تنوین کے ساتھ مثال
ء	﴿يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ﴾	﴿خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ﴾
ہ	﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ﴾	﴿عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ﴾
ع	﴿أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ﴾	﴿فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾
ح	﴿فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ﴾	﴿وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا﴾
غ	﴿وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ﴾	﴿فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ﴾
خ	﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾	﴿كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ﴾

مدرس کا اونچی آواز میں تلاوت کرنا:

مدرس تعلیمی وسیلے میں لکھی ہوئی ان مثالوں کی بطور نمونہ تلاوت کرے اور کوشش کرے کہ ان کی ادائیگی عمدہ ہو اور تمام طلباء کے لیے سماعت ممکن ہو۔

طلباء کا اونچی آواز سے تلاوت کرنا:

استاذ کسی ایک طالب علم کو پہلی مثال تلاوت کرنے کا کہے اور دوسرے کو دوسری کا یہاں تک کہ تمام مثالیں مکمل ہو جائیں۔ اگر استاذ کو یہ محسوس ہو کہ اجتماعی تلاوت کروانی چاہیے تو وہ مطلوبہ حکم کے ساتھ لہجے کی کیفیت بنانے کی غرض سے طلباء کو مشق کروانے کے لیے ایسا کر لے۔ اس مرحلے کی اہمیت درس کے عمومی پلان سے بھی واضح ہوتی ہے کیونکہ یہ پہلی علمی سرگرمی ہوتی ہے جس کی مشق طالب علم موجودہ سبق میں کرتا ہے۔

---

❶ نون ساکن حروف اظہار حلقی کے ساتھ ایک یا دو کلمات میں آتا ہے۔ ہم نے مثالوں میں اختصار سے کام لیا ہے تا کہ طالب علم ابتدائی مرحلے میں کسی مشقت میں مبتلا نہ ہوں۔ لہٰذا ہم نے نون ساکن متوسطہ اور نون ساکن متطرفہ کو ایک ہی مجموعہ میں جمع کر دیا ہے جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے۔

طلباء کے نوٹ کرنے کی باتیں:

استاذ اپنے طلباء کو تعلیمی وسیلے کی طرف متوجہ کرے اور طلباء اس بات کو نوٹ کریں کہ مثالوں میں نون ساکن اور تنوین سبز رنگ میں لکھے ہوئے ہیں جبکہ ان کے بعد والے حروف سرخ رنگ میں ہیں۔ پس اس سے طلباء کچھ نتیجہ نکالیں گے اور یہ نتیجہ صحیح یا غلط یا ناقص ہوسکتا ہے۔استاذ کو چاہیے کہ اگر طلباء کا نتیجہ صحیح ہے تو اسے لکھے اور اگر ناقص ہے تو اسے مکمل کرے۔ اور سوالات یا ایسی عبارات کی مدد حاصل کرے جو طلباء کی خطاء کو درست سمت میں لے جائیں۔ استاذ کو چاہیے کہ اپنے طلباء کے ساتھ ان مثالوں کو اس وقت تک ملاحظہ کرتا رہے جب تک کہ انہیں نون ساکن اور تنوین میں مشابہت کی وجہ اور ان کے مابین اختلاف مجمل طور سمجھ نہیں آجاتا اور وہ تنوین کی تینوں علامات کو جان لیں تاکہ ان کے لیے ہر قسم کے نون ساکن اور تنوین کی تعریف آسان ہوسکے۔

اعلیٰ درجات اور متخصصین کی کلاسز:

جہاں تک بڑی اور تخصص کی کلاسز کا معاملہ ہے تو مدرس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ سبق کے موضوع سے متعلق بعض گہرے نکات کی بھی وضاحت کرے مثلاً طالب علم کو یہ معلوم ہو کہ نون ساکن کلمہ کے درمیان میں بھی اس طرح آجاتا ہے کہ اس کے ساتھ حروف اظہار ایک ہی کلمہ میں جمع ہوجاتے ہیں جیسا کہ پہلی تین مثالوں میں بیان ہوا ہے۔ اور بعض اوقات وہ کلمہ کے آخر میں آتا ہے اور حروف اظہار اس کے بعد والے کلمہ کے شروع میں ہوتے ہیں جیسا کہ آخری تین مثالوں میں ہے۔تنوین ہمیشہ آخر میں ہی آتی ہے جبکہ نون ساکن اسماء میں ہمیشہ درمیان میں، جبکہ فعل میں عام طور درمیان اور حروف میں آخر میں ہوتا ہے۔ فعل میں نون ساکن اس وقت آخر میں ہوگا جبکہ فعل مجزوم ہو یا شرط کے سیاق میں واقع ہو۔نون ساکن اسماء، افعال اور حروف میں آتا ہے جبکہ تنوین تو صرف اسماء میں ہی ہوتی ہے۔

پھر استاذ کو چاہیے کہ وہ طلباء کے لیے حلق کی ابتداء اور انتہاء کو بیان کرے۔ اسے ہم تین حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں جبکہ ہر حصے سے دو حروف نکلتے ہیں۔ استاذ کو یہ بھی چاہیے کہ

وہ طلباء سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اپنے حلق سے ان حروف کو ساکن اور مشدد دونوں صورتوں میں نکال کر دکھائیں۔ استاذ کو یہ بھی چاہیے کہ وہ طلباء کو نون کا مخرج اس طور بتلائے کہ وہ ان چھ حروف کے ساتھ اس کے اظہار کا سبب جان سکیں اور انہیں اظہار کے مراتب اور ہر حرف کے مرتبہ کے بارے بھی بتلائے۔

نتیجہ بحث:

[سبق کے آخر میں طلباء سے] چند منظّم سوالات کے ذریعے نتیجہ بحث اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جس میں تعریف، حکم، قاعدہ اور اس جیسے اساسی موضوعات معلوم کیے جا سکتے ہیں:

۱۔ اظہار کے معنی کیا ہیں؟
۲۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟
۳۔ حلق کی طرف اس کی نسبت کا سبب کیا ہے؟
۴۔ اظہار حلقی کے حروف کون سے ہیں؟
۵۔ نون ساکن کیا ہے؟
۶۔ تنوین اور اس کی علامات کیا ہیں؟
۷۔ نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف اظہار میں سے کوئی حرف آئے تو اظہار کا سبب کیا ہے؟

تطبیق:

مدرس اپنے طلباء سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اپنے مصاحف میں متعین سورت یا کسی سورت کی بعض آیات میں سے نون ساکن اور تنوین کی ایسی مثالیں نکالیں کہ جن کا حکم اظہار کا ہو مثلاً سورۃ الغاشیہ کے شروع کی آیات ہو سکتی ہیں۔

ہوم ورک:

استاذ اپنے شاگردوں کو درسی کتاب کی زبانی مشقیں پڑھنے اور تحریری مشقیں اپنی کاپیوں میں درج کرنے کا کہے۔ استاذ سبق سے متعلق کچھ سوالات تیار کرے۔ درسی کتاب کو پڑھا

جائے اور تمام مشقوں کے زبانی جوابات بھی دیے جائیں۔دہرائی کراتے ہوئے استاذ قرآن مجید کی کسی سورت کی تلاوت کے ذریعے حکم کی خاص مہارت سکھانے کی طرف توجہ دے۔

اس حوالے سے ایسی آڈیوز اور ویڈیوز سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے جو حکم کے استنباط میں معاون ثابت ہوں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نون ساکن اور تنوین کو بعض مثالوں میں رنگین کر دیا جائے۔اسی طرح حروف اظہار کو بھی بعض مثالوں میں رنگین کیا جا سکتا ہے تا کہ استقراء کا عمل بڑھ سکے۔ ❶

❶ استاذ کو یہ بھی چاہیے کہ طلباء کو مستند ریکاڈنگ یا کیسٹس کے بارے بتلائے۔ اوران میں سے وہ زیادہ بہتر ہیں جنہیں مجمع الملک فہد نے شائع کیا ہے جیسا کہ شیخ محمد صدیق المنشاوی، شیخ خلیل الحصری اور شیخ عبد الباری محمد وغیرہ کی کیسٹس ہیں اور اس میں استاذِ گرامی محترم قاری ابراہیم میری محمدی حفظہ اللہ کا قرآن مجید جو ٹھہر ٹھہر کر ریکارڈ نگ کیا گیا ہے تا کہ طالب علم ساتھ ساتھ پڑھ بھی لیں، سب سے زیادہ مفید ہے۔ جہاں تک رمضان کے مہینے کی کیسٹس کا تعلق ہے تو وہ تعلیم کے لیے مفید نہیں ہیں۔

۲۔ادغام

تمہید:

استاذ اپنے طلباء سے سابقہ سبق سے متعلق بعض سوالات کرے گا تا کہ وہ دونوں اسباق کے باہمی فرق کو جان سکیں:

سوال: اظہار حلقی کیا ہے؟

سوال: اس کا سبب کیا ہے؟

سوال: حروف اظہار حلقی بیان کریں؟

سوال: حروف حلقی میں سے ہر ایک کی مثال بیان کریں (یہ سوال طلباء سے اس طرح کیا جائے کہ ہر طالب علم ایک مثال بیان کرے)؟

عرض:

کسی ایسے تعلیمی ذریعے کو استعمال کرنا کہ جس میں متعلقہ قاعدے سے متعلق تمام جزئیات کا احاطہ کیا گیا ہو۔

حرف ادغام	نون ساکن کے ساتھ مثال	تنوین کے ساتھ مثال ادغام کی قسم
ی	﴿تَظُنُّ أَن يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ﴾	﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ﴾ غنہ کے ساتھ ادغام
و	﴿وَاللَّهُ مِنْ وَّرَائِهِم مُّحِيطٌ﴾	﴿وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ﴾ غنہ کے ساتھ ادغام
ن	﴿وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾	﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ﴾ غنہ کے ساتھ ادغام

م	﴿فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُونَ﴾	﴿فِيۡ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ﴾ غنہ کے بغیر ادغام
ل	﴿إِنَّهُ ظَنَّ أَنۡ لَّنۡ يَّحُورَ﴾	﴿بَيۡضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ﴾ غنہ کے بغیر ادغام
ر	﴿تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الۡعَالَمِينَ﴾	﴿فَهُوَ فِيۡ عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ غنہ کے بغیر ادغام

مدرس کا مختلف مثالوں کی تلاوت کرنا:

استاذ تعلیمی وسیلے کو استعمال کرتے ہوئے مثالوں کی بطور نمونہ تلاوت کرے اور ایسے حسن ادائیگی سے تلاوت کرے کہ تجوید کے متعلقہ مسئلے میں مہارت پیدا کرنے میں کوئی اہم کردار ادا کر سکے۔

طلباء کا مختلف مثالوں کی تلاوت کرنا:

استاذ کسی ایک طالب علم سے یہ کہے کہ وہ پہلی مثال کی تلاوت کرے اور طالب علم سے مطالبہ کرے کہ وہ متعلقہ مثال میں خاص مہارت سے ادائیگی کی خوب کوشش کرے۔ اسی طرح دوسرے طالب علم سے دوسری مثال کی تلاوت کا مطالبہ کرے یہاں تک کہ تمام مثالیں مکمل ہو جائیں۔

طلباء کے لیے اہم نکات:

استاذ کو چاہیے کہ وہ طلباء کو اس طرف متوجہ کرے کہ وہ نون ساکن کے مقامات کی تلاش کے لیے تعلیمی وسیلے کا مشاہدہ کریں یہاں تک کہ ان کے لیے واضح ہو جائے کہ جمیع مثالوں میں نون ساکن تمام کلمات کے آخر میں ہے۔ حرف ادغام نون ساکن کے مابعد کلمے کے شروع میں واقع ہے اور انہیں کلمے میں تنوین کا مقام بھی واضح ہو جائے۔ پھر استاذ انہیں نون ساکن کے بعد رنگین حروف کے مسمی کی پہچان کی طرف متوجہ کرے اور ان سے ان کی تعداد

معلوم کرے۔

اس کے بعد استاذ طلباء کو کہے کہ وہ پہلی مثال کی تلاوت دوبارہ کرنے لگا ہے اور طلباء مکمل توجہ اور گہری بصیرت کے ساتھ اس کی تلاوت کو سنیں تا کہ وہ نون ساکن کے یاء اور لام میں ادغام کے فرق کو جان سکیں۔ اس کے بعد استاذ تنون کے یاء میں ادغام اور تنوین کے بعد لام کی مثالیں باری باری تلاوت کرے اور طلباء سے کہے کہ وہ دونوں میں فرق کریں۔ استاذ کو چاہیے کہ وہ طلباء کے بیان کردہ فرق کو، اگر وہ صحیح ہو، بلیک بورڈ پر لکھے۔ اگر وہ ناقص ہے تو اسے مکمل کرے اور غلط ہے تو اس کی تصحیح کرے تا کہ وہ ادغام کی اقسام اور ہر قسم کے ذیلی حروف کو اچھی طرح جان سکیں۔

اعلی تعلیمی مراحل یا تخصص کی کلاسز میں ادغام کی تعلیم:

بڑی کلاسز میں استاذ کو چاہیے کہ وہ معنوی حکم سے متعلق دقیق نکات کو موضوع بحث بنائے۔ مثلاً چار کلمات ﴿الدُّنْيَا﴾ ﴿بُنْيَانًا﴾ ﴿صِنْوَانٌ﴾ ﴿قِنْوَانٌ﴾ سے آغاز کرے۔ پہلے طلباء نون ساکن اور حروف ادغام کے مقامات کی پہچان حاصل کریں جو کئی پہلوؤں سے حروف ادغام کے ساتھ نون ساکن کی جمیع مثالوں پر مشتمل ہوں۔ پھر استاذ طلباء کو بتائے کہ وہ اِن کلمات کو کیسے ادا کریں۔ پھر وہ اُن سے اِن کلمات میں نون ساکن کے اظہار کی وجوہات کے بارے سوال کرے۔ پس یا تو استاذ یہ محسوس کرے گا کہ طلباء کے پاس پچھلی معلومات صحیح طور موجود ہیں یا وہ انہیں یاد نہ رکھ سکے تھے۔ پس استاذ طلباء کو بتلائے گا کہ اِن مقامات میں نون کے اظہار کی وجوہات کیا ہیں؟ تا کہ وہ نون ساکن اور تنوین کے ادغام کی شرط سے واقف ہو سکیں۔

اس کے بعد مدرس بحث کا عمل جاری رکھتے ہوئے نون ساکن اور تنوین کے یاء میں ادغام کی مثالوں کو دہرائے اور طلباء سے مطالبہ کرے کہ وہ اس کی تلاوت کو مکمل توجہ سے سنیں تا کہ وہ نون ساکن کے یاء میں ادغام، نون کے نون اور میم میں ادغام اور لام اور راء میں ادغام میں باہمی فرق کو جان سکیں۔ اس طرح طلباء ادغامِ ناقص اور ادغامِ تام دونوں قسموں

سے واقف ہو جائیں گے اور وہ ہر ایک کی تعریف بھی جان لیں گے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ادغام کی کون سی قسم میں غنہ ہے اور کہاں نہیں ہے۔اس کے بعد مزید بحث کے نتیجے میں طلباء ادغام کے اسباب اور ہر حرف کے سبب کو جان سکیں گے۔

اس کے بعد استاذ سورۃ الشعراء کی ابتدائی آیت بلیک بورڈ پر لکھے اور طلباء کو بتائے کہ اس میں ادغام کی اصل غنہ کے ساتھ ادغام کی متواتر روایت ہے۔ پھر استاذ آیات ﴿یٰسٓ ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ﴾ اور ﴿نٓ ۝ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝﴾ بلیک بورڈ پر لکھے۔ پھر طلباء کے سامنے دونوں مقامات پر اظہار کے وجوب کا حکم بیان کرے اور انہیں بتائے کہ یہاں اظہار کا سبب متواتر روایت ہے۔

نتیجہ بحث:

سوال (۱): ادغام کیا ہے؟

سوال (۲): حروف ادغام کیا ہیں؟

سوال (۳): ادغام کی اقسام کیا ہیں؟

سوال (۴): ادغام کے اسباب کیا ہیں؟

سوال (۵): ادغام کی ہر قسم کے حروف کون سے ہیں؟

سوال (۶): ادغامِ ناقص کیا ہے اور اس کے حروف کون سے ہیں؟

سوال (۷): ادغامِ کامل کیا ہے اور اس کے حروف کون سے ہیں؟

سوال (۸): نون ساکن اور تنوین کے ادغام کی شرط کیا ہے؟

سوال (۹): اُس نون ساکن اور تنوین کا کیا حکم ہے کہ جس کے بعد حرف ادغام ہو؟

تطبیق:

استاذ اپنے طلباء سے یہ تقاضا کرے کہ اپنے مصاحف سے کوئی متعین سورت کھولیں مثلاً سورۃ القمر کھول لیں کیونکہ یہ رابعہ ثانوی کے نصاب میں داخل ہے اور اس میں غنہ کے ساتھ اور بغیر غنہ کے ادغام کی مثالیں کافی ہیں۔

ہوم ورک:

استاذ اپنے طلباء سے کہے کہ وہ درسی کتاب پڑھیں اور اس میں موجود مشقیں حل کریں۔ استاذ دہرائی یا تکرار کے لیے کچھ سوالات تیار کر لے اور اگلی کلاس میں ان کے ذریعے یہ اندازہ لگائے کہ پچھلی کلاس میں سے طلباء نے کس قدر معلومات کو یاد رکھا ہے۔علاوہ ازیں استاذ کو یہ بھی چاہیے کہ وہ طلباء میں موضوع سے متعلق خاص مہارت پیدا کرنے کے لیے عملی تطبیق کی طرف بھی توجہ دے۔طلباء کو مصاحف میں سے کسی متعین سورت کو کھولنے کا حکم دے اور پھر تمام طلباء پر تلاوت کو تقسیم کر دے۔ دوران تلاوت ہر آیت کے آخر میں طلباء کو روکے اور انہیں ان مقامات کی طرف متوجہ کرے جو تجوید کے متعلقہ حکم پر مشتمل ہوں۔

۳۔ اخفائے حقیقی

تمہید:

استاذ سابقہ موضوعات سے متعلق کچھ سوالات کرے تاکہ طالب علم سابقہ اور موجودہ سبق کے موضوعات کے مابین فرق جان سکے:

سوال (۱): اظہار حلقی کی تعریف کریں؟

سوال (۲): ادغام کی تعریف کریں؟

سوال (۳): ادغام کی اقسام بیان کریں؟

ان سوالات کے ذریعے استاذ اپنے طلباء کو اس طرف لے کر جائے کہ اخفاء ان دونوں کے مابین ایک حالت کا نام ہے۔

عرض:

کسی ایسے تعلیمی وسیلے کو ذریعہ بنایا جائے کہ جس میں متعلقہ قاعدہ کی جمیع جزئیات کا بیان ہو، چونکہ حروف اخفاء بہت زیادہ ہیں لہٰذا ابتدائی کلاسز میں اس موضوع کو دو یا تین حصوں میں تقسیم کر دینا چاہیے۔ جب استاذ اسے دو حصوں میں تقسیم کر لیں تو بہتر یہ ہے کہ اعلیٰ اور ادنیٰ دونوں مراتب کے حروف کی مثالوں کو ایک ہی سبق میں اس طرح جمع کر لیں:

حرف اخفاء	ایک یا دو کلمات میں نون کے ساتھ اس کی مثال [1]	تنوین کے ساتھ اس کی مثال
ط	﴿فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ﴾	﴿خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقاً﴾
د	﴿عِندَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى﴾	﴿قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ﴾

[1] نون ساکن اخفائے حقیقی کے پندرہ حروف کے ساتھ درمیان اور آخر دونوں جگہ آتا ہے۔ ہم نے مثالوں میں اختصار سے کام لیا ہے تاکہ ابتدائی مرحلے میں طلباء مشقت میں مبتلا نہ ہوں۔ لہٰذا ہم نے نون ساکن متوسطہ اور متطرفہ دونوں کی مثالوں کو ایک ساتھ جمع کر دیا ہے۔ ہم نے یہ اسلوب آگے چل کر بھی اختیار کیا ہے۔

ت	﴿فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ﴾	﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾
ق	﴿وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ﴾	﴿وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ﴾
ك	﴿فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ﴾	﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾

مدرس کی تلاوت:

مدرس کو چاہیے کہ وہ نمونے کی مثالیں تلاوت کرے تاکہ وہ حقیقی اخفاء سے متعلق زبانی مہارت پیدا کرنے میں کردار ادا کرے۔

طلباء کی تلاوت:

استاذ کو چاہیے کہ وہ طلباء میں سے کسی ایک کو پہلی مثال تلاوت کرنے کو کہے اور ساتھ ہی اسے یہ تنبیہ بھی کرے کہ وہ اخفاء میں خاص ادائیگی کا اہتمام کرے اور اس طرح سے بقیہ طلباء بھی تلاوت کرتے جائیں۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ اپنے طلباء کو تعلیمی وسیلے کے ذریعے ایسی مشق کروائے کہ جس سے وہ نون ساکن کے مقام کو جان سکیں اور انہیں معلوم ہو سکے کہ یہ پہلی تین مثالوں میں کلمہ کے درمیان میں ہے اور حرف اخفاء بھی اس کے بعد اسی کلمہ میں موجود ہے۔ وہ یہ بھی جان سکیں گے کہ نون ساکن آخری دو مثالوں میں کلمہ کے آخر میں موجود ہے اور حرف اخفاء مابعد والے کلمہ کے شروع میں ہے۔ پھر انہیں یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ تنوین کلمہ کے آخر میں آتی ہے اور حرف اخفاء اس کے بعد والے کلمہ کے شروع میں ہوتا ہے۔

نتیجہ بحث:

منظّم سوالات کے ذریعے اخفائے حقیقی کی تعریف معلوم کی جائے اور اس نون ساکن اور تنوین کا حکم معلوم کیا جائے کہ جس کے بعد کوئی حرف اخفاء موجود ہو۔

تطبیق:

استاذ طلباء کے سامنے کچھ اور مثالیں رکھے اور پھر انہیں اس طرف متوجہ کرے کہ وہ اخفائے حقیقی کے مقامات جان سکیں تاکہ ان کے ذہن میں قاعدہ اچھی طرح راسخ ہو سکے۔

دوسرا اسبق:

حرف اخفاء	نون ساکن کے ساتھ ایک اور دو کلمات میں اس کی مثال	تنوین کے ساتھ مثال
ص	﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ﴾	﴿كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ﴾
ذ	﴿فَأَنذَرْتُكُمْ نَاراً تَلَظَّى﴾	﴿يَتِيماً ذَا مَقْرَبَةٍ﴾
ث	﴿إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤاً مَّنثُوراً﴾	﴿وَكُنتُمْ أَزْوَاجاً ثَلَاثَةً﴾
ج	﴿إِذْ أَنجَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ﴾	﴿فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ﴾
ش	﴿وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانشُزُوا﴾	﴿وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾
س	﴿تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ﴾	﴿عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ﴾
ز	﴿فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ﴾	﴿صَعِيداً زَلَقاً﴾
ف	﴿وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ﴾	﴿أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيماً فَآوَى﴾
ض	﴿وَكَشَفْنَا مَا بِهِم مِّن ضُرٍّ﴾	﴿وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَاناً ضَيِّقاً﴾
ظ	﴿أَمَّا مَن ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ﴾	﴿أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا﴾

مدرس کی تلاوت:

مدرس کو چاہیے کہ وہ ایسی مثالیں بطور نمونہ تلاوت کرے کہ جو اخفائے حقیقی کے حکم میں خاص مہارت پیدا کرنے میں کردار ادا کر سکیں۔

طلباء کی تلاوت:

استاذ ایک مثال کے بعد دوسری مثال کی تلاوت اپنے طلباء سے کروائے یہاں تک کہ

یہ مثالیں مکمل ہو جائیں۔ اگر مدرس کو یہ ضرورت محسوس ہو کہ طلباء سے اجتماعی مشق کروائے تو غنہ کے ساتھ اخفاء کی مہارت میں پختگی کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسا بھی کیا جا سکتا ہے۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ تعلیمی وسیلہ کے ذریعے اخفاء کی بقیہ مثالوں میں نون ساکن اور تنوین کا مقام معلوم کرنے کی طرف طلباء کو متوجہ کرے۔ طلباء کو یہ معلوم ہوگا کہ پہلی پانچ مثالوں میں نون ساکن حرف اخفاء کے ساتھ ہی ہے جبکہ آخری پانچ مثالوں میں نون ساکن کلمہ کے آخر میں ہے۔ اس طرح انہیں یہ معلوم ہوگا کہ نون ساکن کلمہ کے وسط میں بھی آتا ہے اور آخر میں بھی۔

اعلیٰ تعلیمی درجات میں اخفاء کی تعلیم:

استاذ کو چاہیے کہ وہ بحث جاری رکھتے ہوئے طلباء کو واضح کرے کہ تمام حروفِ اخفاء زبان سے ہی ادا ہوتے ہیں سوائے فاء کے جو نچلے ہونٹ اور اوپر والے سامنے کے دو دانتوں سے ادا ہوتا ہے۔ ان حروف میں کچھ تو نون اور تنوین کے مخرج کے قریب ہیں، کچھ ان سے دور ہیں اور کچھ بین بین ہیں۔ قرب و بعد کے اس فرق کی وجہ سے مختلف حروف کے اخفاء کے مراتب میں بھی فرق ہوگا۔

استاذ کو چاہیے کہ وہ طلباء کو پہلے ان حروف اخفاء کے بارے بتلائے جو نون کے قریب ہوں یہاں تک کہ وہ جان لیں کہ طاء، دال اور تاء ایسے حروف ہیں جو نون کے مخرج کے قریب ہیں۔ اس طرح طلباء یہ بھی جان سکیں گے کہ ان حروف میں اخفاء بقیہ حروف کی نسبت زیادہ ہوگا۔ اس بحث کے نتیجے میں وہ یہ معلوم کریں گے کہ قاف اور کاف ان حروف اخفاء میں سے ہیں جو نون سے دور ہیں لہٰذا ان میں اخفاء ادنیٰ درجے کا ہوگا۔ اسی طرح انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ بقیہ دس حروف ان کے بین بین ہیں اور ان میں درمیانے درجے کا اخفاء ہوگا۔

یہ بحث جاری رکھتے ہوئے استاذ نون ساکن اور تنوین کی ایک ایسی مثال کی تلاوت

کرے کہ ان میں پانچ حروف مستعلیہ میں سے کوئی ایک حرف موجود ہو۔ [1] اسی طرح استاذ ایسے نون ساکن اور تنوین کی بھی مثالیں بیان کرے کہ جن کے بعد حروف استفال میں سے ایک حرف ہو۔ پھر استاذ انہیں ہر ایک میں غنہ کی صفت کی بارے بتلائے یہاں تک کہ طلباء کو خوب اچھی طرح واضح ہو جائے کہ حروف مستعلیہ کے ساتھ غنہ میں تفخیم ہو گی اور حروف استفال کے ساتھ غنہ میں ترقیق ہو گی۔

مزید بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے استاذ نون ساکن اور تنوین کی ایک ایسی مثال بھی بیان کرے کہ جن میں ادغام کا حکم ہو اور طلباء کو اخفاء اور ادغام میں فرق کے بارے آگاہ کرے یہاں تک وہ ان دونوں میں موجود معتبر فرق کی اچھی طرح پہچان کر سکیں۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل سوالات کے ذریعے اخفاء کی تعریف اور نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حرف اخفاء میں سے کوئی ہو تو اس کا حکم معلوم کیا جا سکتا ہے:

سوال (۱): اخفاء کیا ہے؟

سوال (۲): حروفِ اخفاء کیا ہیں؟

سوال (۳): نون ساکن اور نون تنوین کہ جب ان کے بعد حروفِ اخفاء میں سے کوئی ہو تو ان کا کیا حکم ہے؟

سوال (۴): اخفاء کا سبب کیا ہے؟

سوال (۵): اخفاء کی ادائیگی کا طریق کار کیا ہے؟

سوال (۶): اخفاء کے مراتب کیا ہیں؟

سوال (۷): حروفِ اخفاء کے ساتھ غنہ کی کیفیات کیا ہوں گی؟

سوال (۸): ادغام اور اخفاء کے مابین معتبر فرق کیا ہے؟

---

[1] حرف استعلاء سات ہیں اور وہ یہ ہیں: خص، ضغط، قظ۔ لیکن ان میں سے غین اور خاء مستثنیٰ ہیں کہ وہ حرف اظہار میں سے ہیں۔ اسی لیے ہم نے پانچ کا نام لیا ہے۔

سوال (۹): اس نون ساکن اور تنوین کا کیا حکم ہے کہ جس کے بعد حروفِ اخفاء میں سے کوئی حرف ہو؟

سوال (۱۰): اخفاء کی اس قسم کو اخفائے حقیقی کیوں کہتے ہیں؟

تطبیق:

استاذ اپنے طلباء کو مصاحف میں سے کوئی متعین سورت کھولنے کا حکم دے اور بہتر یہ ہے کہ درسی نصاب میں جو سورتیں مقرر ہیں، ان میں سے کوئی سورت منتخب کی جائے۔ اس کے علاوہ بقیہ وقت میں درسی کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔

گھر کا کام:

درسی کتاب میں موجود مشقوں کو حل کرنا۔

۴۔اقلاب

تمہید:

استاذ سابقہ موضوع سے متعلق کچھ سوالات کرے تا کہ طلباء موجودہ اور سابقہ درس میں فرق کو جان سکیں:

سوال (۱): اخفاء کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں؟

سوال (۲): اس کا سبب بیان کریں؟

سوال (۳): اخفائے حقیقی کے مراتب کیا ہیں؟

عرض:

استاذ تعلیمی وسیلے کے ذریعے سبق کے مواد کو مناسب صورت میں طلباء کے سامنے پیش کرے:

حرف اقلاب	ایک یا دو کلمات میں نون کے ساتھ اس کی مثال	تنوین کے ساتھ مثال
ب	﴿ كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴾	﴿ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ﴾
ب	﴿ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَذَا ﴾	﴿ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴾
ب	﴿ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى ﴾	﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ﴾
ب	﴿ فَمَن يُؤْمِنْ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ ﴾	﴿ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٍ ﴾

مدرس کی تلاوت:

استاذ ایسی مثالوں کی بطور نمونہ تلاوت کرے جو غنہ کے ساتھ اقلاب کی مہارت پیدا کرنے میں کردار ادا کریں۔ اگر استاذ کو یہ محسوس ہو کہ وہ طلباء سے اجتماعی تلاوت کروائے

تو ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اقلاب کی خاص مہارت کے سیکھنے میں ایسا کرنا مفید ہو۔

طلباء کی تلاوت:

مدرس ایک کے بعد دوسرے طالب علم کو مثالوں کی تلاوت کرنے کا کہے اور انہیں اقلاب کی مہارت پیدا کرنے کی ضرورت پر متنبہ کرے۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ تعلیمی وسیلے کے ذریعے طلباء کو نون ساکن کے بارے بتلائے کہ وہ درمیان میں بھی آتا ہے جیسا کہ پہلی دو مثالوں میں ہے اور آخر میں بھی جیسا کہ تیسری اور چوتھی مثال میں ہے اور تنوین ہمیشہ آخر میں آتی ہے۔ پھر استاذ طلباء کو اس طرف متوجہ کرے کہ نون کے اوپر ایک چھوٹا سا میم موجود ہے اور تنوین کی علامات ادھوری ہے یعنی تنوین کی ایک حرکت موجود ہے اور دوسری حرکت کی جگہ میم درج ہے۔ اس کے بعد استاذ نون اور تنوین کی مثالوں کی تلاوت کرے اور طلباء کو نون اور میم کی ادائیگی کے وقت مکمل انصات کے بارے آگاہ کرے تاکہ طلباء کو یہ معلوم ہو کہ نون اور تنوین ایسے میم میں بدل گئے ہیں جو باء میں چھپا ہوا ہے جبکہ غنہ بھی ظاہری طور باقی ہے۔ اس کے بعد طلباء کو حروفِ اقلاب کے بارے بتلائے اور وہ صرف حرف باء ہے۔

اعلی تعلیمی مراحل اور تخصص کی کلاسز میں اقلاب کی تعلیم:

بڑی کلاسز میں اقلاب کی تعلیم پر بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے استاذ کو چاہیے کہ وہ آیت مبارکہ ﴿ لَنَسْفَعاً بِالنَّاصِيَةِ ﴾ کی تلاوت کرے اور طلباء سے پہلے کلمہ کی نوعیت کے بارے سوال کرے یہاں تک کہ انہیں واضح ہو جائے کہ یہ فعل ہے۔ اس کے ساتھ استاذ طلباء کو اس کی بھی یاددہانی کروائے کہ تنوین صرف اسماء کے آخر میں آتی ہے تو یہاں فعل کے ساتھ کیسے آ گئی۔ پس طلباء اس بات تک پہنچ جائیں گے کہ یہ دراصل نون خفیفہ ہے جو تنوین کے ساتھ مشابہہ ہے اور انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ قرآن مجید میں صرف ایک ہی

مقام ہے اور اس کا حکم اقلاب کا ہے۔ [1]

اس کے ساتھ استاذ اقلاب کی ادائیگی کی کیفیت کے بارے بھی بحث کرے اور طلباء کے سامنے مثالیں اس طرح رکھے کہ انہیں یہ واضح ہو سکے کہ اقلاب تین مراحل میں ادا ہوتا ہے:

(۱) نون ساکن یا تنوین کو میم میں تبدیل کرنا۔

(۲) میم کو باء میں چھپانا۔

(۳) اخفاء کے ساتھ غنہ کو ظاہر کرنا۔

اس کے ساتھ استاذ اپنے طلباء کو اقلاب کے فائدہ کے بارے بھی بتلائے اور کسی ایک مثال کی تین پہلوؤں سے تلاوت کرے:

۱۔ نون ساکن کی تلاوت کرے جو باء سے پہلے ہو اور اس میں اظہار کرے۔

۲۔ نون ساکن کی تلاوت کرے اور اس کا مابعد باء میں ادغام کرے اور اس کی ادائیگی زبان پر ثقیل محسوس ہوگی۔

۳۔ نون ساکن کو ایسے میم میں بدلتے ہوئے پڑھے کہ جسے باء میں چھپایا گیا ہو اور غنہ کو ظاہر کیا گیا ہو۔

اس کے بعد استاذ تینوں کیفیات میں فرق کے بارے طلباء کو آگاہ کرے۔ طلباء یہ جان سکیں گے کہ جس کیفیت میں نون ساکن یا تنوین کو میم سے تبدیل کرتے ہیں وہ اس کیفیت کی نسبت بہت ہی آسان ہے کہ جس میں نون ساکن یا تنوین کی میم کے ساتھ ادائیگی کی جاتی ہے۔ طلباء یہ بھی جان لیں گے کہ بقیہ حروف ہجائی کی نسبت میم ہی ایک ایسا حرف ہے جو جمیع صفات میں مشترک ہونے کے اعتبار سے نون کے مماثل ہے جبکہ مخرج کے اعتبار سے باء کے ساتھ متحد ہے۔

---

[1] اس کی مانند ﴿وَلَيَكُونًا مِّنَ الصّٰغِرِينَ﴾ بھی ہے۔ اس میں تنوین درحقیقت نون خفیفہ ہے جو فعل سے متصل ہے۔ جو تنوین کے مشابہہ ہے اور اس کا حکم یہاں غنہ کے ساتھ ادغام ہے۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل منظّم سوالات کے ذریعے مسئلے کی جامع تعریف اور اس کے حکم تک پہنچا جا سکتا ہے:

سوال (۱): اقلاب کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں؟

سوال (۲): مقلب حرف سے کیا مراد ہے؟

سوال (۳): حرف اقلاب کیا ہے؟

سوال (۴): اقلاب کا فائدہ کیا ہے؟

سوال (۵): اقلاب کی کیفیت کیا ہے؟ [1]

سوال (٦): نون ساکن اور تنوین کا حکم کیا ہے جبکہ ان کے بعد حرف اقلاب موجود ہو۔

تطبیق:

درسی کتاب کا مطالعہ اور اس میں موجود زبانی مشقوں کا حل کرنا۔

گھر کا کام:

درسی کتاب میں موجود مشقوں کا جواب دینا یا سورۃ الشوری کی آیات ۱٦ تا ۲۷ کی تطبیق کرنا کیونکہ ان میں کثرت سے اقلاب کی مثالیں موجود ہیں۔

---

[1] اقلاب تین کیفیات میں مہارت کا نام ہے یعنی قلب، اخفاء اور غنہ۔

میم ساکن کے احکام

ا۔ اخفائے شفوی

تمہید:

استاذ اخفائے حقیقی اور اقلاب کے بارے بعض سوالات کی طرف توجہ دلائے:

سوال (۱): اخفاء کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں؟

سوال (۲): اقلاب کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں؟

عرض:

ایسے تعلیمی وسیلے کو ذریعہ بنایا جائے کہ جو قاعدہ کے تحت ان جمیع جزئیات کا احاطہ کرے کہ جن کی تعلیم دورانِ سبق مقصود ہو۔

تعلیمی وسیلہ:

اخفائے شفوی کی مثالیں		حرف اخفاء
﴿ فَمَن يَأْتِيكُم بِمَآءٍ مَّعِينٍ ﴾	﴿ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَذَا ﴾	ب
﴿وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا﴾	﴿وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ﴾	ب
﴿وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ﴾	﴿أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى﴾	ب

مدرس کی تلاوت:

استاذ مذکورہ مثالوں کی تجوید کے ساتھ اس طرح تلاوت کرے کہ اخفائے شفوی کی مہارت کے ساتھ ادائیگی میں کردار ادا کر سکے۔

طلباء کی تلاوت:

طلباء مثالوں کی اس طرح تجوید کے ساتھ تلاوت کریں کہ ان میں اخفائے شفوی کی

مہارت کے ساتھ ادائیگی کا خیال رکھا گیا ہو اور غنہ کو بھی ظاہر کیا گیا ہو۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ اپنے شاگردوں کو مثالوں میں غور کرنے کا کہے تا کہ وہ میم ساکن کی پہچان حاصل کریں یہاں تک انہیں واضح ہو جائے کہ اس پر کوئی حرکت نہیں ہوتی اور وہ سوائے حروفِ مدہ کے بقیہ تمام حروفِ تہجی سے پہلے آتی ہے جب تک کہ دو ساکن جمع نہ ہوں۔ استاذ اپنے طلباء کو یہ بھی بتائے کہ حروفِ تہجی کے ساتھ میم ساکن کے تین حکم ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

(۱) اخفائے شفوی (۲) مثلین صغیر کا ادغام (۳) اظہارِ شفوی

استاذ اپنے طلباء کو مثالوں کی طرف متوجہ کرے کہ جن سے انہیں یہ معلوم ہو کہ میم ساکن باء سے منفصل آتی ہے۔ میم ساکن کلمہ کے آخر میں آتا ہے جبکہ باء مابعد کلمہ کے شروع میں ہوتا ہے۔

استاذ کسی ایک مثال کی تلاوت بھی کرے تا کہ طلباء یہ جان سکیں کہ اس حکم کو شفوی کیوں کہتے ہیں۔ اس طرح طلباء کو یہ معلوم ہو گا کہ میم دونوں ہونٹوں سے ادا ہوتا ہے اور اسی طرح باء بھی۔ اسی لیے اس حکم کو شفوی کہا گیا ہے تا کہ اس میں اور اخفائے حقیقی میں بھی فرق ہو سکے۔

استاذ اپنے طلباء کو اخفائے شفوی کے حروف تلاش کرنے پر لگائے اور اس طرح انہیں معلوم ہو گا کہ وہ ایک ہی حرف ہے جو کہ باء ہے اور وہ دو کلمات میں ہوتا ہے۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل سوالات کے ذریعے اخفائے شفوی کی تعریف اور حکم تک پہنچا جائے:

(۱) اخفائے شفوی کیا ہے؟

(۲) اسے شفوی کیوں کہتے ہیں؟

(۳) اخفاء کا فائدہ کیا ہے؟

(۴) اس میم ساکن کا کیا حکم ہے کہ جس کے بعد حرف باء ہو؟

تطبیق:

الف: ایسی سورت کی تلاوت کہ جس میں کثرت سے اخفائے شفوی موجود ہو۔ استاذ اپنے طلباء سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اخفائے شفوی کے مقامات تلاش کریں اور بہتر ہے کہ اس کے لیے سورۃ طور کا انتخاب کرلیا جائے۔

گھر کا کام:

درسی کتاب کی مشقوں کا حل۔

www.KitaboSunnat.com

۲۔ مثلین صغیر کا ادغام

تمہید:

مدرس اخفائے شفوی سے متعلق درج ذیل سوالات کی طرف طلباء کو متوجہ کرے تا کہ وہ سابقہ اور موجودہ موضوع میں فرق کو جان سکیں:

(۱) اخفائے شفوی کیا ہے؟ (۲) اسے شفوی کیوں کہتے ہیں؟

(۳) اس کا سبب کیا ہے؟

عرض:

کسی ایسے تعلیمی وسیلے کو استعمال میں لایا جائے کہ جس میں مطلوب قاعدے کی جمیع جزئیات جمع کر دی گئی ہوں۔

تعلیمی وسیلہ:

حرف ادغام	ادغام شفوی کی مثالیں	
م	﴿بِإِذۡنِ رَبِّهِمۡ مِّن كُلِّ أَمۡرٍ﴾	﴿وَ كَانَ سَعۡيُكُمۡ مَّشۡكُورًا﴾
م	﴿لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ أَجۡرٌ كَبِيرٌ﴾	﴿وَ أَسۡقَيۡنَٰكُمۡ مَّآءً فُرَاتًا﴾
م	﴿يَغۡفِرۡ لَكُمۡ مِّن ذُنُوبِكُمۡ﴾	﴿لَأَسۡقَيۡنَٰهُمۡ مَّآءً غَدَقًا﴾

مدرس کی تلاوت:

استاذ درج بالا مثالوں کی تلاوت تجوید کے ساتھ کرے تا کہ طلباء میں غنہ کے اظہار کے ساتھ ادغام کی مہارت پیدا کرنے میں کردار ادا کر سکے۔

طلباء کی تلاوت:

طلباء ایک کے بعد دوسری مثال کی اس طور تلاوت کریں کہ غنہ کے ساتھ ادغام کی

مہارت کا خاص خیال رکھیں۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ اپنے طلباء کو مثالوں میں میم ساکن کے مقامات کی تلاش پر لگائے تاکہ وہ یہ جان سکیں کہ وہ ہمیشہ کلمہ کے آخر میں آتی ہے اور میم ساکن مابعد کلمہ کے شروع میں آتی ہے۔

پھر استاذ اپنے طلباء سے یہ سوال پوچھے کہ متماثل حروف سے کیا مراد ہے؟ پس طلباء اس سے یہ معلوم کریں گے کہ دونوں حروف ایک ہی ہوں تو متماثل کہلاتے ہیں لیکن اگر ان میں سے پہلا ساکن اور دوسرا متحرک ہو تو پہلے کا دوسرے میں ادغام ہوگا اور اسی وجہ سے اسے ادغام صغیر کہتے ہیں۔ پھر مدرس دوسرا سوال کرے کہ ادغام پر دلالت کرنے والی علامت کون سی ہے؟

استاذ کوئی جواب دینے سے پہلے انہیں دونوں متماثل حروف پر غور کرنے کی دعوت دے تو طلباء کو یہ معلوم ہوگا کہ پہلا میم حرکت سے خالی ہے جبکہ دوسرے پر شد ہے اور یہی پہلے حرف کی دوسرے میں ادغام کی علامت ہے۔

اعلیٰ تعلیمی مراحل اور تخصص کی کلاسز میں ادغام مثلین صغیر کی تعلیم:

استاذ اس موضوع پر بحث آگے بڑھاتے ہوئے مثلین کے ادغام کی اس صورت کی مزید وضاحت کرے مثلاً وہ یہ کہے کہ اسے مثلین صغیر اس لیے کہتے ہیں کہ پہلا حرف ساکن اور دوسرا متحرک ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ادغام مثلین مطلق ہوتا ہے جیسا کہ آیت مبارکہ ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً عَبْداً مَّمْلُوكاً﴾ میں ہے۔ پس طلباء کو یہ معلوم ہوگا کہ مثلین مطلق میں پہلا متحرک اور دوسرا ساکن ہوتا ہے۔

پھر مدرس آیت مبارکہ ﴿فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ﴾ لکھے اور طلباء سے دو متماثل حروف کی حرکت کے بارے سوال کرے تو وہ یہ جان لیں گے کہ ان میں پہلا فتحہ کے ساتھ اور دوسرا ضمہ کے ساتھ ہے۔ پس استاذ انہیں یہ بتائے کہ یہ مثلین کی تیسری قسم ہے اور اسے مثلین کبیر کہتے ہیں۔ پس طلباء یہ معلوم کرسکیں گے کہ جب دونوں حروف متحرک

ہوں تو اسے کبیر کہتے ہیں۔

پھر وہ آیت مبارکہ ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ لکھے تو طلباء یہ جان سکیں گے کہ ادغام مثلین کبیر جس طرح ایک کلمہ میں ہوتا ہے، اسی طرح دو کلمات میں بھی ہوتا ہے جبکہ مثلین صغیر صرف ایک کلمہ میں ہی ہوتا ہے۔

پھر استاذ آیت مبارکہ ﴿وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَب مَّعَنَا﴾ لکھے۔ پس وہ آیت کی تلاوت کرے اور طلباء کو سماعت کی طرف متوجہ کرے۔ پس انہیں معلوم ہوگا کہ باء کا میم میں ادغام کیا گیا ہے اور انہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ یہ ادغام ان دو حروف میں ہوا ہے جو متجانسین ہیں اور یہ ادغام تام ہے۔ پس اس مثال کو اس سبق میں اس لیے لے آنا چاہیے کہ غنہ اپنی مکمل صورت میں حرف مشدد میں موجود ہے کیونکہ باء ساکن کو پہلے میم ساکن میں تبدیل کیا گیا ہے اور اس کے بعد میم متحرک میں اس کا ادغام کیا گیا ہے۔

مناقشہ:

درج ذیل منظّم سوالات کے ذریعے ادغام مثلین صغیر کی تعریف اور حکم معلوم کیا جا سکتا ہے؟

سوال (۱): میم ساکن کیا ہے؟

سوال (۲): مثلین سے کیا مراد ہے؟

سوال (۳): اسے مثلین صغیر کیوں کہتے ہیں؟

سوال (۴): میم ساکن کا کیا حکم ہے جبکہ اس کے بعد میم متحرک ہو؟

تطبیق:

سورۃ الشوریٰ کی تلاوت اور مثلین صغیر کے مقامات کی نشاندہی۔

۳۔اظہارِ شفوی

تمہید:

سوال (۱): اخفائے شفوی کیا ہے؟

سوال (۲): اس کے حروف کون سے ہیں؟

سوال (۳): ادغام مثلین صغیر کیا ہے؟

سوال (۴): اس کے حروف کون سے ہیں؟

سوال (۵): اظہار کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں؟

عرض:

مدرس کو چاہیے کہ وہ اس سبق کی تدریس کے لیے ایسے تعلیمی وسیلے کو استعمال کرے کہ جو قاعدے کے تحت آنے والی جمیع جزئیات کا احاطہ کرنے والا ہو۔ ہمارے خیال میں اس سبق میں ویڈیو کا استعمال زیادہ مفید ہے تا کہ صحیح معنوں میں سبق کی تدریس ممکن ہو سکے۔ اس سبق کے حروف کی تعداد ۲۶ ہے جو باء اور میم کے علاوہ حروف تہجی ہیں۔ مملکت سعودی عرب میں پرائمری اسکولوں میں بذریعہ ویڈیو تعلیم کے آلات وافر تعداد میں موجود ہیں۔ اگر تو مدرس کو ویڈیو کے ذریعے تعلیم کی سہولت میسر ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اظہارِ شفوی کے جمیع حروف پر مشتمل ایک سبق تیار کرے اور اگر اسے ایسے وسائل حاصل نہ ہوں تو موضوع کو دو حصوں میں تقسیم کر لے۔ پہلے حصے میں ان آٹھ حروف کا بیان ہو جو میم کے ساتھ کبھی بھی ایک کلمہ میں نہیں آتے بلکہ دو کلمات کے ساتھ آتے ہیں جبکہ دوسرا حصہ ان اٹھارہ حروف کے بیان میں ہو جو میم ساکن کے ساتھ ایک ہی کلمہ یا اس سے علیحدہ اگلے کلمہ کے شروع میں آتے ہیں۔

تعلیمی وسیلہ:

پہلی قسم کے اظہار شفوی کی مثالیں:

حرف اظہار	دو کلمات میں میم کے ساتھ مثالوں کا بیان
ج	﴿وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ﴾
خ	﴿فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً﴾
ظ	﴿أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾
ذ	﴿تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾
ف	﴿وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾
غ	﴿فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ﴾
ق	﴿بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾
ص	﴿إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾

مدرس کی تلاوت:

مدرس متفرق مثالوں کی تلاوت کرے تا کہ طلباء کے لیے اظہارِ شفوی کی مہارت حاصل کرنے میں سہولت پیدا ہو۔

طالب علم کی تلاوت:

طلباء کو چاہیے کہ اظہارِ شفوی کے حروف کے ساتھ میم ساکن کے اظہار کی عملی مشق کا التزام کریں اور مثالوں کی تلاوت کریں۔ طلباء کی یہ تلاوت یکے بعد دیگرے جاری رہے۔

طلباء کے نوٹس:

مدرس طلباء کو تعلیمی وسیلہ کی طرف متوجہ کرے اور انہیں ان مثالوں میں میم ساکن کے مقامات کی تلاش پر لگائے۔ اس کے بعد انہیں میم ساکن کے بعد والے حروف کے نام کے بارے بتلائے۔

پہلے مرحلہ میں طالب علم کو اظہار شفوی کے بارے اتنا بتلا دینا ہی کافی ہے کہ اخفائے شفوی اور ادغام کے دو حروف کے علاوہ اس کے کل چھبیس حروف ہیں۔ اگر میم ساکن کے بعد یہ حروف ہوں گے تو میم ساکن میں اظہار لازم ہوگا۔ استاذ طلباء کو بتلائے کہ ان چھبیس حروف میں سے دو حروف الف اور واؤ ایسے ہیں کہ جن میں احتراس ضروری ہے۔ استاذ بلیک بورڈ پر ان دونوں کی مثالیں بھی لکھے اور ان کی تلاوت بھی کرے۔ اس کے بعد استاذ طلباء کو بتلائے کہ اگر میم ساکن کے بعد ان دونوں حروف میں سے کوئی ایک حرف ہو تو اس کے اظہار میں تاکید کا سبب کیا ہے؟

اعلی اور تخصص کی کلاسز:

بڑی کلاسز کے طلباء کا معاملہ مختلف ہے، انہیں احکام تلاوت میں سے ہر حکم کے بارے مکمل اور تفصیلی معلومات ہونی چاہییں۔ استاذ کو چاہیے کہ اپنے طلباء کو تلاش پر لگائے اور انہیں میم ساکن کے مقامات اور ان کے بعد آنے والے حروف سے متنبہ کرے۔ اس سے طلباء کے علم میں یہ بات آئے گی کہ میم ساکن کلمہ کے آخر میں آتا ہے اور حرفِ اظہار مابعد کلمے کے شروع میں ہوتا ہے۔ پس انہیں یہ واضح ہو جائے گا کہ اظہارِ شفوی کے حروف میم ساکن کے بعد دو طرح سے آتے ہیں۔ ایک تو میم سے علیحدہ کلمہ میں اور دوسرا میم کے ساتھ اسی کلمہ میں۔ پہلی قسم میں آٹھ اور دوسری میں اٹھارہ حروف داخل ہیں۔ استاذ ان حروف کو پردہ سکرین پر ایک ساتھ جمع کر دے تاکہ طلباء کے لیے ان کی پہچان آسان ہو۔ استاذ اپنے طلباء کو یہ بھی بتائے کہ ان حروف کے ساتھ میم میں اظہار کا سبب میم کے مخرج کی ان حروف کے مخارج سے دوری اور صفات کا اختلاف ہے۔

جہاں تک واؤ، فاء اور نون کا معاملہ ہے تو ان میں میم کے ساتھ اظہار کا سبب ذاتی نہیں بلکہ متواتر نقل ہے اور یہی اصل ہے۔ پس میم اور واؤ اگرچہ حروفِ متجانسین میں سے ہیں کہ ان کا مخرج ایک ہی ہے لیکن اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ اور میم اور فاء کے حروفِ متقاربین میں سے ہونے کا بھی اعتبار نہیں ہوگا۔ اسی طرح میم اور نون کے جمیع صفات میں مشترک

ہونے کے باوجود ان کے متجانسین ہونے کا اعتبار نہ ہوگا اور نقل کے مطابق یہاں بھی اظہار ہی ہوگا۔ اس کے بعد استاذ طلباء کو اظہارِ شفوی کی وجہ بتلائے۔ چونکہ اس کے حروف زیادہ ہیں اور وہ کئی ایک مخارج سے نکلتے ہیں لہٰذا اس کی نسبت حروفِ اظہار کے مخارج میں سے کسی ایک مخرج کی طرف کرنا مناسب نہیں ہے۔ البتہ اسے میم کے مخرج کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے جو کہ دو ہونٹ ہیں۔

نتیجہ بحث:

کچھ سوالات کے ذریعے طلباء کو تعریف اور حکم کی پہچان کروائی جائے:

سوال (۱): اظہار شفوی کی تعریف کریں؟

سوال (۲): اس کے حروف کی تعداد کیا ہے؟

سوال (۳): اس واؤ یا فاء کا خاص طور کیا حکم ہے جو میم ساکن کے بعد واقع ہو؟

سوال (۴): اظہار شفوی کے حروف کی اقسام کتنی ہیں؟

سوال (۵): پہلی قسم کے حروف کی تعداد کتنی ہے؟

سوال (۶): دوسری قسم کے حروف کی تعداد کتنی ہے؟

سوال (۷): اس میم ساکن کا کیا حکم ہے کہ جس کے بعد اظہار شفوی کے حروف میں سے کوئی حرف ہو؟

تطبیق:

استاذ اپنے طلباء سے مصاحف کھلوائے اور کسی معین سورت کی تلاوت کے دوران اظہارِ شفوی کے مقامات کی نشاندہی کرے۔

درسی کتاب کا پڑھنا اور زبانی مشقوں کا جواب دینا۔

گھر کا کام:

درسی کتاب کی مشقوں کا حل کرنا۔

لام تعریف (أل)

<u>تمہید:</u>

استاذ اپنے طلباء میں سے کسی سے کہے کہ وہ سورۃ التین کی تلاوت کرے اور طلباء کو سورت میں موجود اسماء میں الف لام کی طرف متوجہ کرے۔ اس کے بعد استاذ کسی دوسرے طالب علم کو سورۃ العادیات کے بارے کہے کہ وہ اس کی تلاوت کرے اور طلباء کو اس سورت میں موجود اسماء پر داخل شدہ الف لام کی طرف متوجہ کرے یہاں تک کہ انہیں یہ واضح ہو جائے کہ ان میں سے بعض میں اظہار اور بعض میں ادغام ہے۔ پس طلباء کے علم میں یہ بات آئے گی کہ جس اسم پر الف لام داخل ہو، اس کی دو حالتیں ہیں۔

پہلی حالت: لام قمری

<u>تعلیمی وسیلہ:</u>

لام قمری کی مثالیں	حرف اظہار	لام قمری کی مثال	حرف اظہار
﴿خَلَقَ الْإِنسَانَ﴾	أ	﴿الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ﴾	خ
﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾	ب	﴿وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ﴾	ف
﴿عَالِمُ الْغَيْبِ﴾	غ	﴿وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا﴾	ع
﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ﴾	ح	﴿وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا﴾	ق
﴿الْجَوَارِ الْكُنَّسِ﴾	ج	﴿لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ﴾	ی
﴿وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتَثَرَتْ﴾	ك	﴿أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ﴾	م
﴿إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾	و	﴿وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾	ه

استاذ کی تلاوت:

مدرس کو چاہیے کہ وہ مثالوں کی تجوید کے ساتھ تلاوت کرے تا کہ طلباء لام تعریف میں اظہار کرنا سیکھ سکیں۔

طلباء کی تلاوت:

استاذ اپنے طلباء کو یکے بعد دیگرے مختلف مثالوں کی تلاوت کی طرف متوجہ کرے۔

طلباء کے نوٹس:

مدرس اپنے طلباء کو تعلیمی وسیلہ کی طرف متوجہ کرے تا کہ وہ مثالوں میں لامِ تعریف ساکن اور اس کے مابعد کے حروف کو پہچان سکیں۔ اور وہ جان لیں کہ یہ چودہ حروف ہیں اور ان سب میں لامِ تعریف میں اظہار ہوگا۔ پس استاذ اپنے طلباء کو لامِ تعریف کی طرف متوجہ کرے یہاں تک کہ انہیں واضح ہو جائے کہ لام پر علامتِ سکون ہے اور اس سے پہلے ہمزہ وصلی ہے۔

پھر استاذ اپنے طلباء کو یہ بتلائے کہ اس لام کو لامِ قمری کہتے ہیں کیونکہ لفظ ''القمر'' میں لام میں اظہار ہے لہٰذا اس کی نسبت اس کی طرف کر دی گئی اور اس کے اظہار کو قمری کا نام دے دیا گیا تا کہ اظہارِ حلقی، اظہارِ شفوی اور اظہارِ مطلق اور اظہار کی اس قسم میں فرق ہو سکے۔

اعلیٰ اور تخصص کی کلاسز:

استاذ کو چاہیے کہ وہ لام تعریف کی مثالیں اپنے طلباء کے سامنے باری باری رکھے۔ مثلاً استاذ اسم سے لامِ تعریف کو ہٹا دے اور پھر اسے لامِ تعریف کے بغیر پڑھے۔ پھر مدرس کو چاہیے کہ وہ بلیک بورڈ پر یہ آیت لکھے:

﴿وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا﴾

اور یہ بھی لکھے:

﴿الآنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنكُمْ﴾

پس وہ ان دو آیات کی تلاوت کرے اور طلباء سے کہے کہ وہ لفظ ﴿وَالْيَسَعَ﴾ اور ﴿الآنَ﴾ میں سے لامِ تعریف ہٹا دیں۔ اس مشق سے طلباء یہ جان سکیں گے کہ لامِ تعریف کے بغیر یہ اسماء سیدھے نہیں ہیں۔ پس لامِ تعریف ہمیشہ اضافی ہوتا ہے، چاہے اس کے بغیر کلمہ سیدھا رہے یا نہ رہے۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل سوالات کے ذریعے مسئلہ کی تعریف اور حکم تک پہنچا جا سکتا ہے:

سوال (۱): لامِ تعریف کیا ہے؟

سوال (۲): اس کی حالتیں کتنی ہیں؟

سوال (۳): لامِ قمری کیا ہے؟

سوال (۴): قمر کی طرف اس کی نسبت کا سبب کیا ہے؟

سوال (۵): لامِ قمری کے حروف کتنے ہیں؟

استاذ اپنے طلباء کو مصاحف کھول کر سورۃ انفطار کی تلاوت اور اس میں سے لامِ قمری کی نشاندہی کا حکم دے۔

درسی کتاب کا مطالعہ اور زبانی مشقوں کو حل کرنا۔

گھر کا کام:

درسی کتاب کی مشقوں کو حل کرنا یا کسی متعین سورت میں موجود لامِ قمری کی مثالیں تلاش کرنا۔

دوسری حالت: لامِ شمسی

تمہید:

سوال (۱): لامِ تعریف کیا ہے؟

سوال (۲): لامِ تعریف کلمہ کی اصل ہے یا اس پر اضافہ ہے؟

سوال (۳): اس کی حالت کیا ہے؟

سوال (۴): لامِ قمری کیا ہے؟

سوال (۵): لامِ قمری کے حروف کیا ہیں؟

عرض:

مدرس ایسا تعلیمی وسیلہ استعمال کرے کہ جس میں قاعدے کے تحت داخل جمیع جزئیات کا احاطہ کیا گیا ہو۔

تعلیمی وسیلہ:

لامِ شمسی کی مثال	حرف ادغام	لامِ شمسی کی مثال	حرف ادغام
﴿الطَّآمَّةُ الْكُبْرَى﴾	ط	﴿وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّاهَا﴾	ن
﴿حُسْنُ الثَّوَابِ﴾	ث	﴿يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ﴾	د
﴿يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ﴾	ص	﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ﴾	س
﴿إِنَّ إِلَى رَبِّكَ الرُّجْعَى﴾	ر	﴿إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾	ظ
﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾	ت	﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾	ز
﴿وَالضُّحَى﴾	ض	﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾	ش
﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى﴾	ذ	﴿وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى﴾	ل

استاذ کی تلاوت:

استاذ اپنے طلباء کے سامنے مختلف مثالوں کی تجوید کے ساتھ ایسی تلاوت کرے کہ طلباء کے لیے لامِ تعریف کا حروفِ ادغام میں ادغام سیکھنا آسان ہو جائے۔

طلباء کی تلاوت:

استاذ اپنے طلباء سے ایک کے بعد دوسری آیت کی تلاوت کروائے۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ اپنے طلباء کو تعلیمی وسیلہ کی طرف متوجہ کرے تا کہ انہیں معلوم ہو کہ لام ساکن ہے

اور اس کے بعد والے حروف چودہ ہیں۔ لامِ تعریف ان چودہ حروف میں مکمل طور مدغم ہے۔ طلباء اس تلاش میں یہ بھی جان سکیں گے کہ لامِ تعریف پر علامتِ سکون نہیں ہے اور اس کے مابعد حرف پر تشدید کی علامت ہے اور اسے ہی ادغام کامل کہتے ہیں۔

پھر استاذ انہیں یہ بتائے کہ اس لام کو لامِ شمسی کہتے ہیں کیونکہ لفظ "الشمس" میں لام میں ادغام ہے لہٰذا اس کی نسبت اس کی طرف کر دی گئی۔ اسے ادغامِ شمسی کا نام اس لیے دیا گیا ہے تا کہ ادغام کی بقیہ اقسام سے اس کی تمیز ہو سکے۔

اعلی اور تخصص کی کلاسز:

استاذ اس موضوع پر بحث کے دوران بلیک بورڈ پر قرآن مجید کی یہ آیت لکھے:

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ﴾

اور یہ بھی لکھے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ﴾

اور طلباء سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اسمِ موصول سے لامِ تعریف ہٹائیں یہاں تک کہ انہیں یہ واضح ہو جائے کہ لامِ تعریف کے بغیر یہ کلمہ سیدھا نہیں رہے گا۔ پس انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ لامِ تعریف اضافی ہی ہوتا ہے، چاہے کلمہ سے اس کو ہٹایا جانا ممکن ہو یا نہ ہو۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل سوالات کے ذریعے مسئلہ کی تعریف اور حکم معلوم کیا جا سکتا ہے:

سوال (۱): لامِ شمسی کیا ہے؟

سوال (۲): وہ حروف کتنے ہیں کہ جن میں لامِ شمسی کا ادغام ممکن ہے؟

سوال (۳): ان حروف کو بیان کریں؟

سوال (۴): لامِ شمسی کا حکم کیا ہے جبکہ اس کے بعد ان حروف میں سے کوئی ایک حرف ہو؟

سوال (۵): شمس کی طرف ان کی نسبت کی وجہ کیا ہے؟

تطبیق:

استاذ اپنے طلباء کو مصاحف کھول کر سورۃ النازعات کی آیات ۱۔۱۴ میں موجود لامِ شمسی نکالنے کو کہے۔

درسی کتاب کا مطالعہ اور زبانی مشقوں کا حل کرنا۔

گھر کا کام:

درسی کتاب کی مشقوں کو حل کرنا۔

لامِ فعل

تمہید:

سوال (۱): لامِ قمری کیا ہے؟

سوال (۲): لامِ قمری میں اظہار کے حروف بیان کریں؟

سوال (۳): لامِ شمسی کیا ہے؟

سوال (۴): لامِ شمسی کا حکم کیا ہے؟

عرض:

استاذ ایسے تعلیمی وسیلے کو استعمال کرے کہ جس کے تحت قاعدے کی جمیع جزئیات داخل ہوں۔

تعلیمی وسیلہ:

مدغم لامِ فعل	حرفِ ادغام	مظہر لامِ فعل	حرفِ اظہار
﴿قُل لَّا تَعْتَذِرُوا﴾	ل	﴿فَأَلْقَى مُوسَى عَصَاهُ﴾	ق
﴿فَقُل لَّن تَخْرُجُوا مَعِيَ﴾	ل	﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ﴾	ب
﴿وَقُل رَّبِّ أَنزِلْنِي مُنزَلًا مُّبَارَكًا﴾	ر	﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ﴾	ع
﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾	ر	﴿أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا﴾	ہ
﴿قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ﴾	ف		
﴿قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ﴾	ك		
﴿وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا﴾	ن		

استاذ کی تلاوت:

استاذ کو چاہیے کہ وہ مختلف آیات کی تجوید کے ساتھ اس طرح تلاوت کرے کہ طلباء کے لیے ساکن لامِ فعل کا حروفِ ادغام میں ادغام کرنا اور حروفِ اظہار میں اظہار سیکھنا آسان ہو سکے۔

طلباء کی تلاوت:

طلباء مختلف آیات کی تجوید کے ساتھ اس طرح تلاوت کریں کہ اس میں ادغامِ کامل میں مہارت سے ادائیگی کا التزام کیا گیا ہو اور اگر استاذ کو اجتماعی تلاوت کی ضرورت محسوس ہو تو وہ ایسا بھی کر لے۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ اپنے طلباء کو تعلیمی وسیلہ کی طرف متوجہ کرے اور انہیں مختلف مثالوں میں لام ساکن تلاش کرنے کا کہے یہاں تک کہ انہیں واضح ہو جائے کہ یہ کلمہ کے درمیان اور آخر دونوں مقامات میں آتا ہے۔

پھر استاذ ان سے یہ تقاضا کرے کہ وہ فعل سے لامِ ساکن کو حذف کر دیں تو انہیں معلوم ہو گا کہ اس کے بغیر فعل سیدھا نہیں رہتا۔ پس وہ یہ بات جان سکیں گے کہ یہ لام اصلی ہے نہ کہ اضافی۔

پھر استاذ انہیں اس لام کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائے اور پہلے مجموعہ میں سے کچھ مثالیں تلاوت کرنے کو کہے تا کہ انہیں لام کی حالتیں معلوم ہو سکیں۔ طلباء کو یہ بھی واضح ہو گا کہ لام کا اپنے مابعد حرف میں ادغام ہوتا ہے۔ پھر انہیں ان حروف کے نکالنے کا کہے کہ جن میں لام کا ادغام ہوا ہو۔ اس سے انہیں یہ معلوم ہو گا کہ لام کا ادغام لام اور راء میں ہوا ہے۔ اس کے بعد استاذ دوسری مرتبہ انہیں لام کی ادائیگی کی طرف متوجہ کرے اور دوسرے مجموعہ سے چند مثالیں تلاوت کرے تا کہ انہیں لام کی دوسری حالت بھی معلوم ہو سکے۔ اس مشق میں وہ یہ جان سکیں گے کہ لام کا اس قسم کے جمیع حروف میں اظہار ہوتا ہے۔ پس طلباء کو یہ واضح ہو جائے گا کہ لام کی دو حالتیں ہیں یعنی ادغام اور اظہار۔ اس کا ادغام دو حروف میں ہو

گا جبکہ بقیہ چھبیس حروف میں اس کا اظہار ہوگا۔

اعلیٰ اور تخصص کی کلاسز:

استاذ سبق میں بحث جاری رکھتے ہوئے طلباء کو لامِ فعل میں ادغام کے اسباب کی طرف متوجہ کرے تا کہ انہیں یہ واضح ہو سکے کہ ادغام کے دو سبب ہیں۔ لام کے لام میں ادغام کا سبب ان کا متماثلین میں سے ہونا اور لام کے راء میں ادغام کا سبب ان کا متقاربین میں سے ہونا ہے۔ طلباء کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ راء مخرج کے اعتبار سے لام سے قریب ترین حرف ہے۔

اس کے بعد استاذ لام کے بقیہ حروف تہجی کے ساتھ اظہار کے سبب کی طرف طلباء کو متوجہ کرے یہاں تک کہ انہیں واضح ہو جائے کہ اس کا سبب ان میں سے اکثر حروف کے مخارج کی لام کے مخرج سے دوری ہے۔

اس کے بعد استاذ انہیں فعل کی ان اقسام کی طرف متوجہ کرے کہ جن میں لام ساکن ہوتا ہے اور اس مشق سے انہیں یہ معلوم ہو گا کہ یہ فعل مضارع، ماضی اور امر میں ہوتا ہے۔

اس کے بعد مدرس قرآن مجید کی درج ذیل آیت کو لکھے:

﴿وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾

اور طلباء کو اس طرف متوجہ کرے کہ ﴿وَأَرْسَلْنَا﴾ اور ﴿فَأَنزَلْنَا﴾ میں لامِ ساکن کو کیسے ادا کرنا ہے۔ اس سے طلباء کو یہ معلوم ہو گا کہ دونوں افعال میں لامِ ساکن میں اظہار کیا گیا ہے۔ اس کے بعد استاذ ان کے سامنے لام کے مخرج کا ذکر کرے اور انہیں بتائے کہ اس کی ادائیگی زبان کے کنارے اور اوپر والے مسوڑھوں سے ہوتی ہے۔

اور انہیں نون کے مخرج کے بارے بھی بتائے کہ اس کی ادائیگی بھی لام کے مخرج سے تھوڑا نیچے زبان کے کنارے اور اوپر والے مسوڑھوں سے ہوتی ہے۔ پھر انہیں دونوں حروف کے مابین تعلق کی طرف متوجہ کرے یہاں تک کہ انہیں واضح ہو جائے کہ اس کی وجہ ان کا متقاربین میں سے ہونا ہے۔

اس کے بعد وہ انہیں یہ واضح کرے کہ اگر ساکن لامِ فعل کے بعد نون آئے تو اظہار ہو گا اگرچہ دونوں مخارج کے اعتبار سے متقاربین میں سے ہیں اور اس بارے دو باتیں قابل وجہ ہیں۔ [1]

قواعد میں اختلاف ہو جائے تو ان میں نقل کو بنیاد بنایا جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ساکن لامِ فعل کے نون میں ادغام سے فعل کے معنی میں کوئی ابہام پیدا نہیں ہونا چاہیے مثلاً لفظ ﴿أَرْسَلْنَا﴾ ادغام کے بعد ﴿أَرْسَنَّا﴾ بن جائے۔ یہاں لامِ فعل اصلی ہے اور اصلی لام میں اظہار زیادہ بہتر ہے جبکہ سبعہ قراء کا اس کے اظہار پر اجماع بھی ہے۔

---

[1] بعض علمائے تجوید نے نون سے پہلے لامِ فعل کے اظہار کی جو علت بیان کی ہے، وہ محل نظر ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ نون کا لام میں بغیر غنہ کے ادغام ہوتا ہے اور [اس کے برعکس] یہ درست نہیں ہے کہ [لام یا] کسی حرف کا نون میں ادغام اس خوف سے کیا جائے کہ نون اور اس کے اخوات (یرملون) میں الفت ختم ہو جائے گی۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جلیل القدر ائمہ سے تواتر سے یہ روایت منقول ہے کہ ساکن لامِ فعل کا نون کے ساتھ اظہار ہو گا اور ہماری نظر میں یہ تعلیل درست نہیں ہے۔ دونوں حروف مخرج کے اعتبار سے متقارب ہیں۔ ان میں سے ایک کا دوسرے میں ادغام محض یہ ثابت کرتا ہے کہ مدغم اور مدغم فیہ میں الفت موجود ہے اور حروفِ متقاربین یا متجانسین میں دوسرے حرف کے پہلے آ جانے سے الفت ختم نہیں ہوتی۔

اور لامِ ساکن کا نون میں ادغام، نون کے ساتھ لامِ تعریف میں بالفعل واقع ہوا ہے اور وہ اس کی یہ تعلیل بیان کرتے ہیں کہ لامِ تعریف کے بعد نون کا واقع ہونا بہت زیادہ ہے لہٰذا لام کا نون میں ادغام ادائیگی میں تسہیل کی غرض سے ہے۔ جبکہ لامِ فعل کے بعد نون کا وقوع قرآن مجید میں بہت کم ہے لہٰذا اس کے اظہار میں مشقت نہیں ہے۔ ان کا یہ جواب بھی محل نظر ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لامِ فعل ساکن کے بعد نون کا وقوع قرآن مجید میں بہت زیادہ ہے جیسا کہ صرف لفظ ﴿جعلنا﴾ قرآن مجید میں ۱۱۸ بار آیا ہے جبکہ اس کے علاوہ الفاظ مثلاً قلنا، أرسلنا، أنزلنا اور جعلنا اس کے علاوہ ہیں۔ لہٰذا اس بارے صحیح توجیہ وہی ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے۔

لامِ ساکن کا نون میں ادغام مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔ امام کسائی نے لامِ حرف کا نون میں ادغام کیا ہے اور وہ قراء سبعہ میں سے ہیں۔ اس سے ہماری اس توجیہہ کی تاکید ثابت ہوتی ہے جو ہم نے لامِ فعل کے نون کے ساتھ اظہار کے سبب کے طور بیان کی ہے۔ امام ابن الجزری نے "النشر" میں کہا ہے یہ لامِ ھل اور لامِ بل کی فصل ہے جیسا کہ امام اصبہانی نے "المبسوط فی القراء ات العشر" میں کہا ہے۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل سوالات کے ذریعے مسئلہ کی تعریف اور حکم معلوم کیا جا سکتا ہے:

سوال (۱): لامِ فعل کیا ہے؟

سوال (۲): اس کی کتنی حالتیں ہیں؟

سوال (۳): ہر حالت کے حرف کتنے ہیں؟

سوال (۴): لام کی یہ قسم فعل کی کن اقسام میں آتی ہے؟

سوال (۵): اس لامِ فعل کا حکم کیا ہے کہ جس کے بعد لام یا راء ہوں؟

سوال (۶): ان دونوں میں لامِ فعل کے ادغام کے اسباب کیا ہیں؟

سوال (۷): لامِ فعل کا نون میں ادغام کیوں نہیں ہوتا؟

تطبیق:

سورۃ الشعراء کی تلاوت کی جائے کہ اس میں لامِ فعل بہت زیادہ ہے اور طلباء سے یہ تقاضا کیا جائے کہ وہ لامِ فعل نکالیں اور اس فعل کی قسم بھی بیان کریں کہ جس میں لامِ فعل موجود ہو۔

گھر کا کام:

درسی کتاب کی مشقوں کا حل کرنا۔

لام حرف (بَل)

تمہید:

سوال (۱): لام فعل کی تعریف کریں؟

سوال (۲): اس کی کتنی حالتیں ہیں؟

سوال (۳): ہر حالت میں اس کا حکم کیا ہے؟

استاذ یہ واضح کرے کہ لامِ حرف قرآن مجید میں صرف ''بل'' اور ''ھل'' دو حروف میں پایا جاتا ہے۔

عرض:

مدرس ایسا تعلیمی وسیلہ استعمال کرے کہ جو قاعدے کی جمیع جزئیات کو شامل ہو۔

تعلیمی وسیلہ:

لام حرف مدغم	حرفِ ادغام	لام حرف مظہر	حرف اظہار
﴿بَل لَّا يُؤْمِنُونَ﴾	ل	﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ﴾	ت
﴿بَلْ لَّمَّا يَذُوقُوا عَذَابِ﴾	ل	﴿بَلْ كُنتُمْ قَوْماً طَاغِينَ﴾	ك
﴿بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ﴾	ر	﴿بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ﴾	ض
﴿بَل رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾	ر	﴿بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ﴾	ه
﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ﴾	ن		

مدرس کی تلاوت:

استاذ کچھ مثالوں کی تجوید کے ساتھ ایسے تلاوت کرے کہ طلباء کے لیے لامِ ساکن کے

ادغام میں مہارت سیکھنے میں آسانی پیدا ہو۔

طلباء کی تلاوت:

طلباء کو چاہیے کہ وہ لامِ ساکن کے حروف ادغام میں ادغام کی مثالوں کی تلاوت کریں اور ادغام کو مہارت سے ادا کریں۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ کو چاہیے کہ وہ طلباء کو تعلیمی وسیلہ کی طرف متوجہ کرے اور انہیں مثالوں میں لامِ ساکن تلاش کرنے کو کہے تا کہ انہیں ان مثالوں میں لام کا مقام معلوم ہو سکے اور وہ یہ بھی جان سکیں کہ یہ ہمیشہ آخر کلمہ میں آتا ہے۔

پھر استاذ انہیں اس کی ادائیگی کی طرف متوجہ کرے اور پہلے مجموعہ میں سے کچھ مثالوں کی تلاوت کرے تا کہ وہ اس لام کی مختلف حالتوں کو جان سکیں۔ پس انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ مابعد حرف میں مدغم ہو جاتا ہے۔ پھر استاذ اپنے طلباء سے کہے کہ وہ ان حروف کو تلاش کریں کہ جن میں لام کا ادغام ہوتا ہے تو طلباء یہ جان لیں گے کہ وہ دو حروف لام اور راء ہیں۔

پھر استاذ اپنے طلباء کو دوسرے مجموعہ کی مثالوں کی طرف متوجہ کرے تا کہ وہ اس میں حرفِ لام کی ادائیگی کی دوسری حالت کے بارے جان سکیں۔ طلباء یہ جان لیں گے کہ یہاں لام کی تمام مثالوں میں اظہار ہو رہا ہے۔ پس انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ لامِ ''ھــل'' کی دو حالتیں ہیں: ادغام اور اظہار۔

طلباء کو یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ لام کا ادغام صرف دو حروف میں ہوتا ہے جبکہ بقیہ حروفِ تہجی میں اظہار ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] لامِ حرف کا لام اور راء میں ادغام ہوگا۔ لام میں تماثل اور راء میں تقارب کی وجہ سے ادغام ہوگا۔ بقیہ چھبیس حروف میں سے کسی حرف کی صورت میں ھل اور بل کے لام حرف میں اظہار ہوگا۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل سوالات کے ذریعے مسئلہ کی تعریف اور حکم معلوم کیا جا سکتا ہے:

سوال (۱): لام حرف کیا ہے؟

سوال (۲): وہ کون سے حروف ہیں کہ جن میں لام ساکن آتا ہے؟

سوال (۳): لامِ بل کیا ہے؟

سوال (۴): اس کی حالتیں کون سی ہیں؟

سوال (۵): ہر حالت کے حروف کی تعداد کتنی ہے؟

سوال (٦): ہر حالت میں لامِ بل کا حکم کیا ہے؟

تطبیق:

درسی کتاب کا مطالعہ اور زبانی مشقوں کا حل کرنا۔

گھر کا کام:

درسی کتاب کی مشقوں کو حل کرنا۔

لامِ حرف (هَلْ)

تمہید:

سوال (۱): لامِ بل کیا ہے؟

سوال (۲): اس کی کتنی حالتیں ہیں؟

سوال (۳): ہر حالت کے حروف کتنے ہیں؟

سوال (۴): ہر حالت میں اس کا حکم کیا ہے؟

عرض:

مدرس ایسا تعلیمی وسیلہ استعمال کرے جو قاعدے کی جمیع جزئیات کا احاطہ کرنے والا ہو۔

تعلیمی وسیلہ:

لامِ حرف مدغم	حرفِ ادغام	لامِ حرف مظہر	حرفِ اظہار
﴿فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَى أَن تَزَكَّى﴾	ل	﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ﴾	أ
﴿هَل لَّنَا مِنَ الأَمْرِ مِن شَيْءٍ﴾	ل	﴿هَلْ مِن مَّحِيصٍ﴾	م
﴿هَلْ نَحْنُ مُنظَرُونَ﴾	ن		
﴿هَلْ يَسْتَوُونَ﴾	ی		
﴿هَلْ تَرَى مِن فُطُورٍ﴾	ت		

لامِ حرف (هَـلْ)، لامِ حرف (بَـلْ) سے اپنی حالتوں اور ہر حالت کے حروف اور حکم کے اعتبار سے مشابہہ ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ لامِ (هَلْ) کے بعد قرآن مجید میں راء نہیں آتی اور راء حروفِ ادغام میں دوسرا حرف شمار ہوتی ہے۔اور اگر وہ قرآن مجید میں لامِ

(هَلْ) کے بعد آتی تو اس کا اس میں ادغام ہو جاتا جیسا کہ حرف (بَلْ) میں ہوا ہے۔ پس بقیہ حروف تہجی کہ جن میں لامِ (هَلْ) کا اظہار ہوگا، وہ لام اور راء کے علاوہ چھبیس حروف ہیں۔ پس لامِ (هَلْ) کی بحث وتلاش میں بھی وہی مراحل ہیں جن کا مطالعہ ہم لامِ (بَلْ) میں کر چکے ہیں۔

لامِ اسم

تمہید:

سوال (۱): لامِ فعل کیا ہے؟

سوال (۲): اس کی حالتیں کیا ہیں؟

سوال (۳): لامِ تعریف کیا ہے؟

سوال (۴): اس کی حالتیں کتنی ہیں؟

سوال (۵): لامِ حرف کیا ہے؟

عرض:

استاذ ایسے تعلیمی وسیلہ کو استعمال کرے جو قاعدے کے تحت آنے والی جمیع جزئیات کو شامل ہو۔

تعلیمی وسیلہ:

لامِ اسم کی مثالیں

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾
﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ﴾
﴿قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ﴾
﴿إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ﴾

مدرس کی تلاوت:

استاذ کچھ آیات اپنے طلباء کے سامنے بطور نمونہ تلاوت کرے کہ جن میں لامِ ساکن میں اظہار ہو۔

طلباء کی تلاوت:

طلباء اپنی صلاحیت کے مطابق کچھ مثالیں تجوید کے ساتھ تلاوت کریں۔

طلباء کے نوٹس:

مدرس اپنے طلباء کو تعلیمی وسیلہ کی طرف متوجہ کرے اور انہیں لامِ ساکن کی تلاش پر لگائے یہاں تک کہ وہ تمام مثالوں میں لامِ ساکن کی نشاندہی کرلیں۔ اس کے بعد مدرس انہیں یکے بعد دیگرے ان کلمات کی پہچان کی طرف متوجہ کرے کہ جن میں لام موجود ہو پس انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ اسم میں ہمیشہ درمیان میں آتا ہے اور علامتِ سکون اس میں اوپر کی طرف ہوتی ہے۔ اس سے انہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس میں ہمیشہ اظہار ہوگا۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل سوالات کے ذریعہ مسئلہ کی تعریف اور حکم معلوم کیا جاسکتا ہے:

سوال (۱): لامِ اسم کیا ہے؟

سوال (۲): اس کی حالتیں کون سی ہیں؟

سوال (۳): لامِ اسم کی علامت کیا ہے؟

سوال (۴): لامِ اسم کلمہ میں کہاں واقع ہوتا ہے؟

سوال (۵): لامِ اسم کا حکم کیا ہے؟

تطبیق:

درسی کتاب کا مطالعہ اور زبانی مشقوں کا جواب یا کسی ایک سورت یا آیت کا تعین کرنا اور اس میں لامِ اسم تلاش کرنا۔

گھر کا کام:

درسی کتاب کی مشقوں کا حل کرنا۔

لامِ أمر

تمہید:

سوال (۱): لامِ اسم کیا ہے؟

سوال (۲): لامِ فعل کیا ہے؟

سوال (۳): لامِ حرف کیا ہے؟

سوال (۴): لامِ "هَلْ" کیا ہے؟

سوال (۵): لامِ "بَلْ" کا حکم کیا ہے؟

عرض:

مدرس ایسا تعلیمی وسیلہ استعمال کرے جو قاعدے کی جمیع جزئیات پر مشتمل ہو۔

تعلیمی وسیلہ:

لامِ أمر اور اس کی شرط

﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ﴾	فاء کے بعد ہو
﴿فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾	فاء کے بعد ہو
﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ﴾	ثم کے بعد ہو
﴿وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾	واؤ کے بعد ہو

مدرس کی تلاوت:

مدرس ایسی آیات کی تجوید کے ساتھ تلاوت کرے کہ جن میں لامِ ساکن میں اظہار کیا گیا ہو۔

طلباء کی تلاوت:

استاذ اپنے طلباء کو تعلیمی وسیلہ کی طرف متوجہ کرے اور مثالوں میں لامِ ساکن کی تلاش پر

لگائے تا کہ وہ لام کے مقامات کی نشاندہی کر سکیں۔اس سے طلباء پر یہ واضح ہو گا کہ لام درمیان میں آتا ہے۔ پھر استاذ انہیں اس طرف متوجہ کرے کہ لام سے پہلے آنے والے حروف کو وہ تلاش کریں، چاہے وہ متصل ہوں یا منفصل، یہاں تک کہ انہیں یہ واضح ہو جائے کہ یہ تین حروف ہیں۔ ایک فاء ہے جو لام سے متصل قبل آتا ہے، دوسرا واوَ ہے جو منفصل آتا ہے اور تیسرا "ثُمَّ" ہے اور یہ بھی منفصل ہی آتا ہے۔

اس کے بعد مدرس لامِ ساکن والے کلمات کو لام کے بغیر ادا کرے تا کہ طلباء کو یہ واضح ہو کہ کلمہ کی نوع کون سی ہے۔ لام کے بغیر ادائیگی سے طلباء یہ جان سکیں گے کہ یہ فعل مضارع ہے اور انہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ لام اضافی ہے۔

پھر استاذ لام داخل کرتے ہوئے ان کلمات کی ادائیگی کرے اور طلباء کو اس تبدیلی کی طرف متوجہ کرے جو لام داخل کرنے سے فعل میں واقع ہو رہی ہے یہاں تک کہ وہ یہ جان لیں کہ لام کے داخل کرنے سے یہ امر کا صیغہ بن گیا ہے۔ پھر استاذ اپنے طلباء کو یہ بتلائے کہ تینوں حروف فاء، واوَ اور "ثُمَّ" ہمیشہ لام سے پہلے آتے ہیں اور یہ اس کی شرط ہیں۔

پھر استاذ انہیں اس لام کی وجہ تسمیہ کی طرف متوجہ کرے اور اس تبدیلی کی طرف بھی اشارہ کرے جو اس لام کے داخل ہونے سے فعل میں واقع ہوتی ہے۔ استاذ اپنے طلباء کو لامِ ساکن کی حالت پر غور کرنے کا کہے یہاں تک کہ انہیں واضح ہو جائے کہ اس کی ایک ہی حالت ہوتی ہے اور وہ اظہار کی حالت ہے۔ اور تمام مثالوں میں علامتِ سکون اس کے اوپر ہوتی ہے۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل سوالات کے ذریعہ مسئلہ کی تعریف اور حکم معلوم کیا جا سکتا ہے؟

سوال (۱): لامِ امر کی تعریف کریں؟

سوال (۲): اس کی حالتیں بیان کریں؟

سوال (۳): اس کی شرط کیا ہے؟

سوال (۴): لام امر اصلی ہوتا ہے یا اضافی۔

سوال (۵): فعل کے صیغہ میں اس سے کیا تبدیلی واقع ہوتی ہے؟

تطبیق:

درسی کتاب کا مطالعہ اور زبانی مشقوں کا حل کرنا۔

گھر کا کام:

درسی کتاب کی مشقوں کا حل کرنا۔

مد اور قصر

تمہید:

استاذ کسی ایک طالب علم کو سورۃ القارعۃ کی پہلی پانچ آیات تلاوت کرنے کا کہے۔ پھر کسی دوسرے طالب علم کو سورت کے آخر تک تلاوت کا کہے۔ اور اس تلاوت میں انہیں حروفِ مد کی ادائیگی میں اہتمام کا کہے تا کہ طلباء سبق کے موضوع سے آگاہ ہوسکیں۔

عرض:

استاذ ایسے تعلیمی وسیلہ کو استعمال کرے جو قاعدہ کے جمیع جزئیات کو شامل ہو۔

تعلیمی وسیلہ:

حرفِ مد	حرفِ مد کی مثالیں	ہر حرف کی شرط
أ	﴿إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾	الف سے پہلے فتحہ
أ	﴿وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا﴾	الف سے پہلے فتحہ
و	﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾	واو سے پہلے ضمہ
و	﴿كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾	واو سے پہلے ضمہ
ی	﴿لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ﴾	یاء سے پہلے کسرہ
ی	﴿خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾	یاء سے پہلے کسرہ

مدرس کی تلاوت:

استاذ اپنے طلباء کے سامنے تجوید کے ساتھ کچھ مثالوں کی تلاوت کرے تا کہ طلباء کے لیے طبیعی مد کی قصر اور اسے دو حرکات سے زیادہ نہ کرنے میں مہارت سیکھنے میں آسانی پیدا ہو۔

طلباء کی تلاوت:

طلباء آیات کی یکے بعد دیگرے تلاوت کریں اور اس میں قصر کی مہارت کا التزام کریں۔ اگر استاذ اجتماعی تلاوت کی ضرورت محسوس کرے تو یہ بھی درست ہے۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ کو چاہیے کہ وہ طلباء کو مثالوں کی طرف متوجہ کرے تا کہ وہ حروفِ مد اور ان کے مقامات کی پہچان حاصل کر سکیں۔ اس بحث سے طلباء یہ جان سکیں گے کہ حروفِ مد تین ہیں: الف ساکن، واؤ ساکن اور یاء ساکن۔ پھر استاذ انہیں ان تینوں حروف سے ماقبل حرکات کی طرف متوجہ کرے یہاں تک کہ انہیں واضح ہو جائے کہ تمام مثالوں میں الف سے پہلے فتحہ، واؤ سے پہلے ضمہ اور یاء سے پہلے کسرہ آتی ہے۔ طلباء کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ الف سے پہلے فتحہ، واؤ سے پہلے ضمہ اور یاء سے پہلے کسرہ کا ہونا شرط ہے۔

پھر استاذ انہیں لغت، اصطلاح اور علمِ تجوید میں مد اور قصر کا معنیٰ بیان کرے۔ پھر انہیں مد کی اقسام بیان کرے:

اوّل: مدِ طبیعی: اس کی تین قسمیں ہیں۔

دوم: مدِ فرعی: اس کی پانچ اقسام ہیں۔

پھر استاذ غور و فکر کے ایک دوسرے پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے طبیعی مد کی مثالیں تلاش کرنے میں طلباء کو لگائے تا کہ طلباء طبیعی مد کی خصوصیات، اس کی وجہ تسمیہ کہ اسے مدِ اصلی یا طبیعی کیوں کہتے ہیں، کے بارے جان سکیں۔

استاذ پہلی مثال کی تلاوت کرے۔ پھر لفظ ﴿إِذَا﴾ اور ﴿زِلْـزَالَهَا﴾ میں سے حرفِ مد کو حذف کر دے۔ اس سے طلباء کو دونوں کے مابین فرق واضح ہو گا اور انہیں یہ معلوم ہو گا کہ پہلی صورت میں حرفِ مد دو حرکات کے برابر ہے اور دوسری میں محذوف ہے۔ پھر طلباء کو حرفِ مد کے حذف کے بعد دونوں کلمات کی ممکنہ صورت کی طرف متوجہ کرے اور ان کے سامنے حرفِ مد کی ضرورت کو نمایاں کرے۔ اس بحث سے طلباء کو یہ معلوم ہو گا کہ حرفِ مد کے

بغیر کلمہ سیدھا نہ رہے گا لہٰذا حرفِ مد دو حرکات کے برابر ہونا چاہیے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ یہ مدِ اصلی ہے کیونکہ مدِ فرعی کی مانند یہ کسی سبب کی محتاج نہیں ہے۔ اسے مدِ طبیعی اس لیے کہتے ہیں کہ صحیح طبیعت کا حامل شخص کبھی بھی اسے دو حرکات سے زیادہ لمبا نہیں کرے گا۔

اعلیٰ اور تخصص کی کلاسز:

استاذ حرفِ مد کی حالتوں اور ان کی وجہ تسمیہ میں درج ذیل بحث کا بھی اضافہ کرے کہ حروفِ مد تین ہیں اور ان پر حروفِ مد اور لین دونوں کا اطلاق ہوتا ہے۔ انہیں حروفِ مد تو اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی ادائیگی کے وقت انہیں کھینچا جاتا ہے اور حروفِ لین اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی ادائیگی اپنے مخرج سے سہولت اور آسانی سے ہوتی ہے۔ یہ حروف پیٹ سے نکلتے ہیں اور حلق اور منہ کے خلاء سے ہوتے ہوئے ادا ہوتے ہیں۔ اور ان کی ادائیگی میں زبان یا ہونٹ کی حرکت ملوث نہیں ہوتی۔ اور یہ پہلی حالت ہے اور مدِ طبیعی کا نام تین حروفِ مد کو دیا جاتا ہے جبکہ ان میں اس کی شرائط پائی جا رہی ہوں۔

جہاں تک دوسری حالت کا تعلق ہے تو یہ واؤ اور یاء کے ساتھ خاص ہے۔ مدرس اس کے بعد آیت مبارکہ

﴿يَوْمَ يَنظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا﴾

لکھے اور طلباء کو لفظ ﴿يَوْمَ﴾ اور ﴿يَا لَيْتَنِي﴾ میں واؤ اور یاء کی طرف متوجہ کرے یہاں تک کہ انہیں یہ واضح ہو جائے کہ یہ دونوں ساکن ہیں اور ان دونوں میں ماقبل فتحہ کی وجہ سے حرفِ مد بننے کی شرط مفقود ہے۔

طلباء کے لیے واضح ہو جائے گا کہ واؤ اور یاء اگر ساکن ہوں اور ان سے پہلے فتحہ ہو تو انہیں حرفِ لین کہتے ہیں۔ پھر استاذ درج ذیل آیت لکھے:

﴿يُدْخِلُ مَن يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾

پس مدرس طلباء کو اس آیت میں واؤ اور یاء متحرک کی تلاش کی طرف متوجہ کرے یہاں

تک کہ انہیں واضح ہو کہ لفظ ﴿يُدْخِلُ﴾ میں یاء پر ضمہ ہے اور لفظ ﴿يَشَآءُ﴾ میں یاء پر فتحہ ہے اور لفظ ﴿وَالظَّالِمِينَ﴾ میں واؤ پر فتحہ ہے۔

اس سے طلباء کو یہ واضح ہو گا کہ واؤ یا یاء پر اگر فتحہ یا کسرہ یا ضمہ ہو تو ان پر حرف علت کا اطلاق ہو گا۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل سوالات کے ذریعے مسئلہ کی تعریف اور حکم معلوم کیا جا سکتا ہے۔

سوال (۱): لغت اور اصطلاح میں مد کسے کہتے ہیں؟

سوال (۲): لغت اور اصطلاح میں قصر کسے کہتے ہیں؟

سوال (۳): حروفِ مد کون سے ہیں؟

سوال (۴): ہر حرف کی شرط کیا ہے؟

سوال (۵): الف، واؤ اور یاء پر حروفِ مد اور لین کا اطلاق کب ہوتا ہے؟

سوال (۶): واؤ اور یاء اگر ساکن ہوں اور ان سے پہلے فتحہ ہو تو انہیں کیا کہیں گے؟

سوال (۷): اگر ان پر حرکت ہو تو انہیں کیا نام دیں گے؟

تطبیق:

درسی کتاب کا مطالعہ۔

گھر کا کام:

درسی کتاب کی مشقوں کو حل کرنا۔

طبیعی مد کی اقسام

تمہید:

سوال (۱): مد کی تعریف بیان کریں؟

سوال (۲): قصر کی تعریف بیان کریں؟

سوال (۳): علمائے تجوید کے نزدیک مد کیا ہے؟

سوال (۴): علمائے تجوید کے ہاں قصر کیا ہے؟

عرض:

استاذ ایسے تعلیمی وسیلہ کو استعمال کرے جو قاعدہ کے تحت جمیع جزئیات کو شامل ہو۔

طبیعی مد کی اقسام		
(۱) ہمیشہ ثابت شدہ	(۲) وقف میں ثابت شدہ	(۳) وصل میں ثابت شدہ
﴿وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا﴾	﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفاً﴾	﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ﴾
﴿يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ﴾	﴿فَالْعَاصِفَاتِ عَصْفاً﴾	﴿فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعاً﴾
﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ﴾	﴿وَالنَّاشِرَاتِ نَشْراً﴾	﴿فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ﴾

مدرس کی تلاوت:

استاذ تجوید کے ساتھ کچھ آیات کی بطور نمونہ تلاوت کرے تا کہ طلباء میں مدِ طبیعی میں قصر کرنے کی مہارت حاصل کرنے میں سہولت پیدا ہو اور وہ دو حرکات سے زیادہ قصر نہ کریں۔

طلباء کی تلاوت:

طلباء کو چاہیے کہ وہ مدِ طبیعی میں قصر کی مہارت کے ساتھ ادائیگی کریں۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ کو چاہیے کہ وہ طلباء کو پہلے مجموعہ میں موجود حروفِ مدہ اور ان کے مقامات کی طرف متوجہ کرے یہاں تک کہ انہیں یہ واضح ہو جائے کہ وصل اور وقف دونوں حالتوں میں مد ہے، چاہے رسم الخط اور الفاظ دونوں میں موجود ہو یا رسم الخط کے علاوہ صرف الفاظ میں ثابت ہو۔ اس کی مثالیں ﴿عُقْبَاهَا﴾ میں باء کے بعد الف اور ﴿فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحاً﴾ میں راء کے بعد الف ہیں۔ اس سے طلباء کو یہ معلوم ہوگا کہ پہلی قسم میں مد ہر صورت میں قائم رہتی ہے۔ اس کے بعد استاذ کو چاہیے کہ بحث کا رخ اس کے متعلقات کی طرف پھیر دے یعنی طلباء کو سورتوں کے شروع میں موجود حروف کی مد کی مشق کروائے۔ یہ حروف پانچ ہیں جنہیں "حي طهر" میں جمع کیا گیا ہے۔ استاذ اس کے بعد سورتوں کے شروع میں موجود حروف کو بلیک بورڈ پر لکھے:

﴿حٰمٓ﴾ ﴿طٰهٰ﴾ ﴿الٓرٰ﴾ ﴿يٰسٓ﴾

استاذ ان سورتوں کے شروع کے الفاظ کی تلاوت کرے تا کہ طلباء کو یہ واضح ہو کہ حاء، طاء، ہاء، یاء اور راء میں دو حرکات کے برابر مد ہوگی۔ ان الفاظ کے دو حروف پر مشتمل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں دوسرا حرف، حرفِ مد ہے۔ استاذ کو چاہیے کہ وہ ان حروف کا تلفظ یوں ادا کرے: حا، یا، طا، ھا اور را۔

اس کے بعد استاذ دوسرے مجموعہ کی طرف متوجہ ہو اور آیات کی تلاوت وصل کے ساتھ کرے۔ پھر انہی آیات کی تلاوت وقف کے ساتھ دہرائے۔ اس طرح استاذ دونوں قسم کی تلاوت کے مابین فرق کو طلباء کے سامنے رکھے تا کہ انہیں معلوم ہو کہ حالتِ وصل میں مفتوح تنوین برقرار رہے گی جبکہ حالتِ وقف میں یہ تنوین دو حرکات کے برابر الف ساکن میں تبدیل ہو جائے گی۔

استاذ اپنے طلباء کو یہ بھی بتلائے کہ اسے مدِعوض بھی کہتے ہیں کہ یہ تنوین کے بدلے میں لائی گئی ہے۔ اس کے بعد استاذ اس سے متعلقہ بحث کی طرف طلباء کو متوجہ کرے اور قرآن

مجید کی درج ذیل آیت لکھے:

﴿وَإِنَّمَا أَنَاْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾

استاذ اپنے طلباء کو معنوی حرفِ مد کی طرف متوجہ کرے۔ پس استاذ آیت کی تلاوت کرے اور حرفِ مد والے کلمہ میں وصل کرے۔ اس کے بعد استاذ اس آیت کی تلاوت دوبارہ کرتے ہوئے حرفِ مد والے کلمہ میں وقف کرے تا کہ طلباء کو یہ واضح ہو کہ یہاں حرفِ مد وقف میں موجود ہے جبکہ وصل میں نہیں ہے۔ طلباء کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ کلمہ ﴿أَنَاْ﴾ الف کے اوپر موجود سکون کی حالت عام علامتِ سکون سے مختلف ہے۔ پھر استاذ درج ذیل آیت مبارکہ لکھے:

﴿وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ﴾

اور اس کی تلاوت وصل کے ساتھ کرے۔ اس کے بعد معنوی حرفِ مد پر وقف کے ساتھ اس کی تلاوت دہرائے یہاں تک کہ طلباء کے لیے واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام ﴿وَقَـالَا﴾ میں وقف کی صورت میں الف باقی رکھا جائے گا جبکہ وصل میں الف کو حذف کر دیا جائے گا تا کہ دو ساکن ایک ساتھ جمع نہ ہوں۔

اس کے بعد استاذ تیسرے مجموعہ کی طرف متوجہ ہو اور آیات میں موجود ضمیر کی مابعد کے ساتھ وصل کرتے ہوئے تلاوت کرے۔ اس کے بعد ضمیر پر وقف کرتے ہوئے اپنی تلاوت کو دہرائے۔ پس طلباء کو یہ واضح ہو گا کہ مد کی یہ قسم صرف حالتِ وصل میں ثابت ہوتی ہے۔ ھاء ضمیر اگر مضموم ہو تو اسے واؤ اور مکسور ہو تو یاء کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ اور اگر اس کے بعد ہمزہ ہو تو اس پر مدِ منفصل کا حکم جاری ہو گا۔

نتیجہ بحث:

طلباء سے درج ذیل سوالات کے ذریعہ مسئلہ کی تعریف اور حکم معلوم کیا جا سکتا ہے:

سوال (۱): مدِ طبیعی کیا ہے؟

سوال (۲): اسے مدِ طبیعی یا مدِ اصلی کہنے کا سبب کیا ہے؟

سوال (۳): اس مد کی مقدار کتنی ہے؟

سوال (۴): اس کی قسمیں کتنی ہیں؟

سوال (۵): ہر نوع کی ایک مثال بیان کریں؟

تطبیق:

درسی کتاب کا مطالعہ اور زبانی مشقوں کا جواب دینا یا کسی متعین سورت کی تلاوت کرنا اور اس میں سے مدِطبیعی کی مثالیں نکالنا۔

گھر کا کام:

درسی کتاب کی مشقوں کو حل کرنا۔

مدِ متصل

تمہید:

سوال (۱): مد کیا ہے؟

سوال (۲): مد کی اقسام کتنی ہیں؟

سوال (۳): مدِ طبیعی کیا ہے؟

سوال (۴): مدِ فرعی کیا ہے؟

سوال (۵): مدِ فرعی کی اقسام کیا ہیں؟

عرض:

استاذ ایسے وسیلے کو استعمال کرے جو قاعدہ کے تحت آنے والی جمیع جزئیات کو شامل ہو۔

تعلیمی وسیلہ:

مدِ متصل کی مثالیں	حرف مد
﴿وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى﴾	أ
﴿وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَ هُمْ يَوْمًا﴾	أ
﴿زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ﴾	و
﴿مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ﴾	و
﴿مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا﴾	ی
﴿سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾	ی

مدرس کی تلاوت:

استاذ تجوید کے ساتھ بطور نمونہ چند مثالوں کی تلاوت کرے تاکہ طلباء میں مدِ زائد کی

ادائیگی کی مہارت پیدا ہو سکے۔

طلباء کی تلاوت:

طلباء ایک کے بعد دوسری مثال کی تلاوت کریں اور دوران تلاوت مد کی مہارت کے ساتھ ادائیگی کی کوشش کریں۔ اور اگر استاذ اجتماعی تلاوت کی ضرورت محسوس کرے تو پختگی کے حصول کی غرض سے ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، خاص طور پر مدِ متصل میں کیونکہ یہ مدِ فرعی کی پہلی قسم ہے۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ اپنے طلباء کو حرفِ مد کی طرف متوجہ کرے اور کلمہ میں اس کے مقام کے بارے انہیں آگاہ کرے یہاں تک کہ طلباء کو یہ واضح ہو جائے کہ پہلی اور دوسری مثال میں حرفِ مد الف ہے جبکہ تیسری اور چوتھی میں واؤ اور پانچویں اور چھٹی میں یاء ہے۔ اسی طرح تمام مثالوں میں حرفِ مد درمیان میں آیا ہے۔

اس کے بعد استاذ اپنے طلباء کو حرفِ مد کے بعد واقع ہونے والے حرف کی طرف متوجہ کرے تا کہ وہ اسے پہچان سکیں۔ پس طلباء کو یہ معلوم ہو گا کہ جمیع مثالوں میں یہ حرف ہمزہ ہے۔ پھر استاذ انہیں کلمہ میں ہمزہ کے مقام کی طرف متوجہ کرے تو انہیں معلوم ہو گا کہ یہ حرفِ مد کے بعد ایک ہی کلمہ میں ہے۔ پس طلباء یہ جان لیں گے کہ حرفِ مد کو کھینچنے کا سبب ہمزہ ہے۔

استاذ ایک مثال کی تلاوت کرے کہ جس میں ہمزہ درمیان میں ہو۔ ایک مرتبہ تو استاذ اس کی تلاوت اس طرح کرے کہ حرفِ مد کو چار حرکات کے برابر کھینچے جبکہ دوسری مرتبہ پانچ حرکات کے برابر۔ پھر طلباء سے دونوں کے مابین فرق معلوم کرے یہاں تک کہ انہیں واضح ہو جائے کہ مدِ متصل چار یا پانچ حرکات کے برابر لمبی کی جاتی ہے۔ استاذ انہیں یہ بھی بتلائے کہ وہ حرکات کا اندازہ کیسے لگائیں گے؟

اس کے بعد استاذ اسی مثال کی تلاوت کرے اور اس کے بعد چوتھی مثال کی تلاوت کرے کہ جس میں ہمزہ کلمہ کے آخر میں ہے اور اسے چھ حرکات تک کھینچے۔ پھر استاذ اپنے

طلباء سے ان دونوں مدوں کے مابین فرق معلوم کرے۔ طلباء کو اس سے یہ واضح ہوگا کہ اگر ہمزہ کسی کلمہ کے آخر میں ہو اور اس پر وقف بھی ہو تو اس صورت میں مد کو چار، پانچ یا چھ حرکات تک بھی کھینچ سکتے ہیں۔

اعلیٰ تعلیمی مراحل اور تخصص کی کلاسز:

استاذ اپنے طلباء کو اس موضوع پر مزید بحث کرواتے ہوئے انہیں ہمزہ کی اس قسم میں جائز وجوہ کی طرف متوجہ کرے کہ اگر ہمزہ متطرفہ پر وقف ہو تو فتحہ، کسرہ یا ضمہ کی صورت میں اسے کس طرح پڑھ سکتے ہیں۔

پہلی قسم: جس میں ہمزہ پر فتحہ ہو، چاہے وہ معرب ہونے کی بناء پر ہو یا مبنی، اور اس پر وقف کرنا صحیح ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ﴾

اور

﴿بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ﴾

پس استاذ اس آیت مبارکہ کو تین مرتبہ تلاوت کرے۔ پہلی مرتبہ مد کو سکون محض کے ساتھ چار حرکات، دوسری مرتبہ پانچ حرکات اور تیسری مرتبہ چھ حرکات کے برابر کھینچے۔

اس سے طلباء یہ نتیجہ نکالیں گے کہ جب ہمزہ کسی کلمہ کے آخر میں متصل ہو اور اس پر معرب یا مبنی ہونے کی بناء پر فتحہ ہو تو اس پر خالص سکون کے ساتھ تین وجوہ میں وقف جائز ہے۔

دوسری قسم: وہ ہمزہ کہ جس پر کسرہ ہو، چاہے معرب ہونے کی وجہ سے کسرہ ہو جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے:

﴿أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوٓءِ﴾ ❶

---

❶ مہموز مفتوح پر طالب علم کے لیے دو طرح وقف جائز ہے۔ ایک قسم کا بیان تو اوپر گزر چکا کہ اختیاری یا اضطراری حالت میں مذکورہ بالا تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کے ساتھ وقف کیا جا سکتا ہے۔ لیکن استاذ کو چاہیے کہ ⇦⇦⇦

یا مبنی ہونے کی وجہ سے کسرہ ہو جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے:

﴿مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ﴾ ❶

استاذ ان آیات کو پانچ مرتبہ پانچ وجوہ کے ساتھ تلاوت کرے۔ محض سکون کے ساتھ چار حرکات اور پانچ حرکات کے برابر مد کو لمبا کرے۔ یہ دو وجوہ ہیں۔ اسی طرح مد کے ساتھ رَوم کرے اور چار اور پانچ حرکات تک اسے کھینچے۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ محض سکون کے ساتھ چھ حرکات تک مد متصل کرے۔ اس سے طلباء کو یہ معلوم ہوگا کہ وہ متصل ہمزہ کہ جس میں کسرہ ہو، اس میں پانچ وجوہ جائز ہیں۔

تیسری قسم: ہمزہ پر ضمہ ہو، چاہے معرب ہونے کی بناء پر ہو یا مبنی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ قِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ﴾

⇦⇦⇦ طالب علم کو یہ بھی بتائے کہ وہ مہموز جو مبنی ہونے کی بناء پر مفتوح ہو تو وہ فعل ماضی ہے اور یہ قرآن مجید میں دو طرح سے نقل ہوا ہے:

اول: ایک صورت تو یہ ہے کہ یہ جملہ مستانفہ کے طور آئے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ اور ﴿وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَن قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ﴾ اور ﴿سَآءَ مَثَلاً الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا وَأَنفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ﴾ میں ہے۔ پس طالب علم کو یہ واضح ہوگا کہ فعل ﴿وَجَاءَ﴾ اور ﴿سَاءَ﴾ میں اختیاری وقف جائز نہیں ہے کیونکہ فعل کو اپنے فاعل کی شدت سے ضرورت ہے۔ پس یہاں صرف اضطراری حالت میں وقف جائز ہے کہ جس میں نفس پر قابو نہ ہو یا تعلیم کی غرض سے جیسا کہ گزر چکا۔

دوم: دوسری صورت یہ ہے کہ جملہ کے آخر میں آئے اور معنی مکمل ہو چکا ہو جیسا کہ قول باری تعالیٰ ﴿وَلاَ يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلاَّ بِمَا شَآءَ﴾ میں ہے۔ اس میں وقف جائز ہے کیونکہ فاعل ضمیر مستتر ہے اور مشیت کا مفعول محذوف ہے کہ جس کی تقدیر "أن يعلمهم به" ہے۔

❶ طالب علم کے لیے اختیاری یا اضطراری دونوں حالتوں میں مبنی مضموم ہونے کی صورت میں آٹھ وجوہ کے ساتھ وقف جائز ہے۔ لیکن استاذ اپنے طالب علم کو یہ بھی بتائے کہ مہموز مضموم کہ جس میں ضمہ مبنی ہونے کی وجہ سے ہو، قرآن مجید میں صرف ایک مقام پر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ﴿وَقِيْلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِيْ مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ﴾ میں ہے۔ پس طالب علم کو یہ واضح رہے کہ لفظ "سماء" پر اختیاری وقف جائز نہیں ہے کیونکہ وقف کی صورت میں یہ شبہہ پیدا ہو سکتا ہے کہ لفظ سماء، لفظِ ارض کے معمول میں مشترک ہو جبکہ ایسا نہیں ہے۔ پس اضطرار یا تعلم کے علاوہ کسی صورت میں یہاں وقف درست نہیں ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

استاذ اس آیت کو تلاوت کرے اور ﴿الْسَّمَاءُ﴾ کے لفظ پر آٹھ وجوہ کے ساتھ وقف کرے۔محض سکون کے ساتھ چار حرکات، پانچ حرکات اور چھ حرکات کے برابر مد کرے اور یہ تین وجوہ ہوئیں۔اسی طرح اشمام کے ساتھ چار حرکات، پانچ حرکات اور چھ حرکات کے برابر مد کرے۔اور رَوم کے ساتھ چار حرکات اور پانچ حرکات کے برابر مد کرے۔

اس سے طلباء یہ اخذ کریں گے کہ متصل ہمزہ جو کلمہ کے آخر میں ہو اور اس پر ضمہ ہو، چاہے وہ ضمہ معرب ہونے کی بناء پر ہو یا مبنی، تو اس میں وقف کے ساتھ آٹھ وجوہ جائز ہیں جیسا کہ مبنی کی مثال ﴿وَيَاسَمَآءُ﴾ ہے۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل سوالات کے ذریعہ مسئلہ کی تعریف اور حکم معلوم کیا جا سکتا ہے:

سوال (۱): مدِ متصل کیا ہے؟

سوال (۲): اس کا سبب کیا ہے؟

سوال (۳): اس کی مقدار کیا ہے؟

سوال (۴): اس کا حکم کیا ہے؟

تطبیق:

استاذ اپنے طلباء کو مصحف میں سے وہ سورت کھولنے کا حکم دے کہ جس میں کثرت سے مدِ متصل موجود ہو، یہ سورۃ الرحمٰن بھی ہو سکتی ہے اور درسی کتاب کا مطالعہ بھی کیا جائے۔

گھر کا کام:

درسی کتاب کی مشقوں کو حل کرنا۔

۲۔ مدِ منفصل

تمہید:

سوال (۱): مدِ متصل کی تعریف بیان کریں؟

سوال (۲): مدِ متصل کا سبب کیا ہے؟

سوال (۳): اس مد کی مقدار کتنی ہے؟

سوال (۴): مدِ متصل کا حکم کیا ہے؟

عرض:

استاذ ایسے تعلیمی وسیلے کو استعمال کرے جو قاعدے کے تحت آنے والی جمیع جزئیات کو شامل ہو۔

تعلیمی وسیلہ:

مدِ منفصل کی مثالیں	حرف مد
﴿لَآ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾	أ
﴿وَمَآ أُرِيْدُ أَنْ يُّطْعِمُوْنِ﴾	أ
﴿وَمَآ أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ﴾	و
﴿اعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْأَرْضَ﴾	و
﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ أَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ﴾	ی
﴿لَعَلِّيْٓ أَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ﴾	ی

مدرس کی تلاوت:

استاذ کچھ مثالوں کی بطور نمونہ تلاوت کرے تا کہ طلباء مدِ منفصل میں مہارت

حاصل کر سکیں۔

طلباء کی تلاوت:

طلباء ایک ایک کر کے مثالوں کی تلاوت کریں اوز اس میں مد کی ادائیگی کا خاص طور دھیان کریں۔ مد کی ادائیگی میں کس مہارت کا خاص خیال رکھنا چاہیے، اس بارے ہم مد متصل کے بیان میں کچھ گفتگو کر چکے ہیں۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ اپنے طلباء کو اس طرف متوجہ کرے کہ وہ کلمہ میں حرفِ مد اور اس کا مقام تلاش کریں یہاں تک کہ طلباء کو یہ واضح ہو گا کہ پہلی اور دوسری مثال میں یہ حرفِ مد، الف ہے۔جبکہ تیسری اور چوتھی مثال میں واؤ اور پانچویں اور چھٹی میں یاء ہے۔اسی طرح انہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ تمام مثالوں میں حرفِ مد کلمہ کے آخر میں آیا ہے۔

اس کے بعد استاذ انہیں اس طرف متوجہ کرے کہ حرفِ مد کے بعد کون سا حرف ہے اور کلمہ میں وہ کہاں واقع ہوا ہے۔طلباء کو اس سے یہ معلوم ہو گا کہ یہ حرف ہمزہ ہے اور یہ حرفِ مد کے بعد والے کلمہ کے شروع میں موجود ہے۔ یہاں استاذ اپنے طلباء کو مدِ متصل اور مدِ منفصل کا فرق بیان کرے۔طلباء کو اس سے یہ معلوم ہو گا کہ یہ فرق ہمزہ کا حرفِ مد سے منفصل ہونا ہے۔

اس کے بعد استاذ مثالوں میں سے کسی ایک مثال کی تلاوت کرے اور ایک مرتبہ چار حرکات کے برابر اور دوسری مرتبہ پانچ حرکات کے برابر مد کرے۔ اس کے بعد طلباء سے ان دونوں مدوں کی مقدار میں فرق معلوم کرے۔طلباء کو اس سے یہ معلوم ہو گا کہ مدِ منفصل چار اور پانچ حرکات کے برابر ہوتی ہے۔اور چار حرکات کے برابر مد ادائیگی میں امام شاطبی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک مقدم ہے۔

اس کے بعد استاذ اسی مثال کی تلاوت کرے اور حرفِ مد کو دو حرکات کے برابر کھینچے۔ اس سے طلباء کو یہ معلوم ہو گا کہ مدِ منفصل میں مد اور قصر دونوں جائز ہیں۔استاذ انہیں یہ بتائے کہ مد کی روایت ”شاطبیة“ کے طریق سے ہے جبکہ حفص کے لیے قصر کی روایت ”طیبة

السنشر“ کے طریق سے ہے۔ اور اس روایت کے خاص قواعد واصول ہیں، جو اسے پڑھنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ان کی تلقی ضروری ہے۔ ❶

تقریباً تمام تعلیمی مراحل میں مد کی روایت کو ہی معتبر خیال کیا جاتا ہے لیکن اسے مدِ جائز کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں مد اور قصر دونوں جائز ہیں۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل سوالات کے ذریعے مسئلہ کی تعریف اور حکم معلوم کیا جا سکتا ہے:

سوال (۱): مدِ منفصل کیا ہے؟

سوال (۲): اس کا سبب کیا ہے؟

سوال (۳): اس کی مقدار کیا ہے؟

سوال (۴): اس کا حکم کیا ہے؟

تطبیق:

استاذ کو چاہیے کہ وہ طلباء کو مصحف میں سے وہ سورت کھولنے کا کہے کہ جس میں مدِ منفصل کی مثالیں زیادہ ہوں اور یہ سورۃ الجن بھی ہو سکتی ہے۔ طلباء مدِ متصل اور مدِ منفصل کے مقامات سے گزرتے ہوئے مہارت سے ان کی ادائیگی کریں اور اس میں پختگی حاصل کریں۔ درسی کتاب کا مطالعہ بھی کریں۔

گھر کا کام:

درسی کتاب میں مقرر مشقوں کو حل کرنا۔

❶ اس بارے ہم نے شاطبی رحمہ اللہ کے مذہب کو اختیار کیا ہے کہ مدِ متصل اور مدِ منفصل کو چار حرکات کے برابر کھینچا جائے۔ قاری کو اس کا اختیار ہے کہ چاہے تو دونوں کو برابر لمبا کرے اور چاہے تو متصل کو زیادہ کھینچے۔ لیکن اگر مد منفصل کو پانچ حرکات کے برابر لمبا کرے تو اس کے لیے لازم ہے کہ مد متصل کو بھی کم ازکم پانچ حرکات کے برابر لمبا کرے۔ (البدور الزاهرة في القراءات العشر: ۱۷)

۳۔ مدِ بدل

تمہید:

سوال (۱): مدِ منفصل کی تعریف کریں؟

سوال (۲): مدِ منفصل کا سبب کیا ہے؟

سوال (۳): اس کی مقدار کیا ہے؟

سوال (۴): اس کا حکم کیا ہے؟

عرض:

استاذ کسی ایسے تعلیمی وسیلے کو استعمال کرے جو ایک قاعدے کے تحت آنے والی جمیع جزئیات کو مشتمل ہو۔

تعلیمی وسیلہ:

مدِ بدل کی مثالیں	حرف مد
﴿وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ اٰمَنَّا بِهِ﴾	أ
﴿اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتَاهُمْ رَبُّهُمْ﴾	أ
﴿فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهِ﴾	و
﴿فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَؤُوْا كِتَابِيَهْ﴾	و
﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِيْمَانًا﴾	ی
﴿فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا﴾	ی

مدرس کی تلاوت:

مدرس درج بالا مثالوں کی تلاوت بطور نمونہ کرے تا کہ طلباء مدِ بدل میں قصر کی مہارت

حاصل کرسکیں۔

طلباء کی تلاوت:

طلباء یکے بعد دیگرے مثالوں کی تلاوت کریں اوراس میں قصر کی مہارت کے ساتھ ادائیگی کا اہتمام کریں۔اس مہارت میں قابل لحاظ امور کا ذکر مدِطبیعی کے بیان میں گزر چکا ہے۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ اپنے طلباء کو مثالوں میں موجود حرفِ مداور ہمزہ کے مقامات کی طرف متوجہ کرے۔طلباء کو یہ معلوم ہو گا کہ تمام مثالوں میں ہمزہ حرفِ مد سے پہلے ہے۔ استاذ بعض مثالوں کی دوبارہ تلاوت کرے اور طلباء کو یہ کہے کہ وہ مد کی مقدار پر غور کریں۔اس سے طلباء کو یہ معلوم ہوگا کہ یہ مدِقصر ہے جو دوحرکات کے برابر ہے۔

استاذ حرفِ مد پر مشتمل کلمات کو ان کی اصل شکل میں لکھے کہ جس میں ان سے پہلے ہمزہ بھی موجود ہو۔ پھرطلباء کوکلمہ کی اصل کی طرف متوجہ کرے تو انہیں یہ معلوم ہو گا کہ اس میں دو ہمزہ جمع ہو رہے ہیں۔ پہلا متحرک ہے اور دوسرا ساکن ہے۔اور دوسرے ہمزہ کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرفِ مد سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔پس انہیں یہ معلوم ہو گا کہ اس مد کو مدِ بدل اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں دوسرے ہمزہ کو حرفِ مد سے تبدیل کیا گیا ہے۔

اعلی تعلیمی مراحل اور تخصص کی کلاسز:

استاذ بحث کو جاری رکھتے ہوئے طلباء کواس طرف متوجہ کرے کہ حرفِ مدِ بدل کے بعد کون سے حروف ہیں؟ طلباء یہ دیکھیں گے کہ کہیں بھی حرفِ مد کے بعد ہمزہ یا سکون نہیں ہے۔ پس انہیں یہ واضح ہو جائے گا کہ مدِ بدل میں یہ شرط ہے کہ اس کے بعد ہمزہ یا سکون واقع نہ ہو۔ [1]

---

[1] کیونکہ اگر مد کے لیے دو سبب جمع ہو جائیں کہ ان میں ایک ضعیف اور دوسرا قوی ہو تو ضعیف کو چھوڑ کر قوی کا اعتبار ہو گا۔

وَ أَقْوَى الْمُدُوْدِ لَازِمٌ فَمَا اتَّصَلَ   فَعَارِضٌ خُذُوا انْفِصَالَ فَبَدَلَ

''اور قوی ترین مد، مدِ لازم ہے۔اس کے بعد مدِ متصل اور اس کے بعد مدِ عارض، اس کے بعد مدِ منفصل اور پھر مدِ بدل ہے۔''

اس کے بعد استاذ بلیک بورڈ پر کچھ ایسے کلمات لکھے کہ جن میں یہ شرط موجود نہ ہو یعنی حرفِ مد کے بعد ہمزہ موجود ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ﴾

ایک اور آیت ہے:

﴿وَجَآءُوٓا أَبَاهُمْ عِشَآءً يَبْكُونَ﴾

پھر ان دونوں آیات کی تلاوت کرے اور طلباء کو کہے کہ وہ مدِ بدل پر غور کریں تو طلباء کو یہ واضح ہو گا کہ مدِ بدل پہلی آیت میں مدِ متصل بن گئی ہے اور دوسری آیت میں مدِ منفصل۔

اس کے بعد استاذ درج ذیل آیات بلیک بورڈ پر لکھے:

﴿وَلَآ آٰمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ﴾ اور ﴿وَحُسْنَ مَآبٍ﴾

پھر استاذ ان آیات کی تلاوت کرے اور طلباء کو مدِ بدل کی طرف متوجہ کرے۔ طلباء کو یہ واضح ہو گا کہ مدِ بدل پہلی مثال میں مدِ لازم میں تبدیل ہو گئی ہے کیونکہ حرفِ مد کے بعد سکون اصلی موجود ہے۔ جبکہ مدِ بدل دوسری آیت میں مدِ عارض میں تبدیل ہو گئی ہے کیونکہ وقف کی وجہ سے حرفِ مد کے بعد عارضی سکون موجود ہے۔

اس کے بعد مدرس قرآن کے مجید کلمات ﴿إِسْرَائِيلَ﴾ اور ﴿مَسْئُولاً﴾ لکھے اور طلباء سے یہ معلوم کرے کہ ان کلمات میں حرفِ مد کی اصل کیا ہے؟ طلباء کو یہ معلوم ہو گا کہ یہاں حرفِ مد ہمزہ ساکن کے بدلے میں نہیں آیا۔ طلباء کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ مدِ بدل میں حرفِ مد غالب طور تو ہمزہ ساکن سے بدلا ہوتا ہے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔

پس اس سے طلباء کو یہ معلوم ہو گا کہ مدِ بدل دو قسم کی ہے:

پہلی قسم: جس میں دوسرے ہمزہ کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرفِ مد میں تبدیل کیا گیا ہو جیسا کہ ﴿ءَامَنُوا﴾ اور ﴿أُوتِيَ﴾ اور ﴿إِيمَٰنًا﴾ کی مثالیں ہیں۔

دوسری قسم: جس میں حرفِ مد سے پہلے ہمزہ ہو لیکن یہ حرفِ مد کسی دوسرے ہمزہ ساکن سے بدل نہ ہو جیسا کہ ﴿قُرْءَانٌ﴾ میں ہے۔

نتیجہ بحث:

سوال (ا): درج سوالات کے ذریعے مسئلہ کی تعریف اور حکم معلوم کیا جا سکتا ہے۔

سوال (ا): مدِ بدل کیا ہے؟

سوال (۲): اس کا سبب کیا ہے؟

سوال (۳): اسے مدِ بدل کیوں کہتے ہیں؟

سوال (۴): اس مد کی مقدار کیا ہے؟

سوال (۵): اس کا حکم کیا ہے؟

تطبیق:

(أ): استاذ اپنے طلباء کو کہے کہ وہ مصحف میں سے سورۃ المدثر کھولیں اور ایک طالب علم اس میں سے آیت ۳۱ کی تلاوت کرے۔ استاذ انہیں ہر مدِ بدل کے مقام پر روکے یہاں تک کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ کلمہ میں حرفِ مد کہاں ہے اور وہ اس کی اصل بھی جان لیں کہ یہ ہمزہ ساکن سے بدل ہے۔

(ب): درسی کتاب کا مطالعہ

گھر کا کام:

درسی کتاب کی مشقوں کا حل کرنا۔

۴۔مدِ عارض ساکن

تمہید:

سوال (۱): مدِ بدل کی تعریف کریں؟

سوال (۲): اس کا سبب کیا ہے؟

سوال (۳): اس کی اصل کیا ہے؟

سوال (۴): اس مد کی مقدار کیا ہے؟

سوال (۵): اس کا حکم کیا ہے؟

عرض:

استاذ کسی ایسے تعلیمی وسیلے کو استعمال کرے کہ جس میں قاعدے کے تحت آنے والی تمام جزئیات شامل ہوں۔

سکون کے باعث مد عارض کی مثالیں	حرف مد
﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاس﴾	أ
﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾	أ
﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾	و
﴿لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ﴾	و
﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾	ی
﴿وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾	ی

مدرس کی تلاوت:

استاذ ان مثالوں کی تجوید کے ساتھ بطور نمونہ تلاوت کرے تا کہ طلباء مدِ اصلی سے زائد

مد کی مہارت حاصل کر سکیں اور وہ مدِ عارض کو چھ حرکات تک لمبا کریں۔

طلباء کی تلاوت:

طلباء ایک ایک کر کے ان مثالوں کی تلاوت کریں اور دورانِ تلاوت مدِ عارض کی مہارت سے ادائیگی کا اہتمام کریں۔ اس مہارت کے بارے گفتگو مدِ متصل اور مدِ منفصل کے بیان میں ہو چکی ہے۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ اپنے طلباء کو کلمہ میں حرفِ مد اور ان کے مقام کی طرف متوجہ کرے۔ پھر ان مثالوں کی دوبارہ تلاوت کرتے ہوئے انہیں چار حرکات کے برابر کھینچے۔ پھر تیسری مرتبہ تلاوت کے دوران ان میں قصر کرے اور دو حرکات کے برابر کھینچے۔ اور طلباء سے یہ تقاضا کرے کہ وہ تینوں صورتوں میں مد کی مقدار کا فرق بیان کریں۔ اس سے طلباء کو یہ معلوم ہو گا کہ سکون کے باعث مدِ عارض میں تین وجوہ جائز ہیں جیسا کہ ذیل میں ہے:

پہلی وجہ: چھ حرکات کے برابر کھینچنا کیونکہ یہ مدِ لازم کے مشابہہ ہے۔ اور مشابہت کی وجہ سبب کا ایک ہونا ہے اور سکون ہے۔

دوسری وجہ: توسط کرنا یعنی چار حرکات کے برابر لمبا کرنا کیونکہ اس کا سکون عارضی ہے۔

تیسری وجہ: قصر کرنا اور اس میں اصل کا اعتبار کیا گیا ہے کیونکہ حالت وصل میں یہ مدِ طبیعی ہے۔

اعلیٰ تعلیمی مراحل اور تخصص کی کلاسز:

استاذ اپنے طلباء کے ساتھ بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے قرآن مجید کی یہ آیت لکھے:

﴿فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ﴾

اس آیت کے آخر میں فتحہ ہے اور اس فتحہ کی وجہ اس کا معرب ہونا ہے۔ اس کے بعد استاذ یہ آیت لکھے:

﴿أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ﴾

اس آیت کا آخر بھی مفتوح ہے لیکن فتحہ مبنی ہونے کی وجہ سے ہے۔ استاذ دونوں آیات کی تین وجوہ کے ساتھ تلاوت کرے اور طلباء کو یہ واضح کرے کہ جب عارضی سکون کی اصل فتحہ ہو، چاہے وہ معرب ہونے کی بناء پر ہو یا مبنی، تو اس سے ماقبل حرفِ مد میں وقف کے وقت تین وجوہ جائز ہیں یعنی چھ حرکات، چار حرکات اور محض سکون کے ساتھ دو حرکات۔ ❶

پھر استاذ درج ذیل آیت لکھے:

﴿وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

اس آیت کا آخر معرب ہونے کی بناء پر مکسور ہے۔ اور استاذ یہ آیت بھی لکھے:

﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾

اس آیت کا آخر مبنی ہونے کی بناء پر مکسور ہے۔ استاذ دونوں آیات کی تین وجوہ کے ساتھ تلاوت کرے۔ پھر ان دونوں مثالوں میں رَوم کے ساتھ قصر کرے کیونکہ رَوم قصر ہی کی طرح ہے۔ ❷

اس سے طلباء کو یہ معلوم ہو گا کہ جب مدِ عارض کا آخر معرب یا مبنی ہونے کی بناء پر مکسور ہو تو اس میں چار وجوہ جائز ہیں اور چوتھی وجہ قصر مع الروم ہے۔

پھر استاذ یہ آیت لکھے:

﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾

---

❶ محض سکون سے مراد خالص سکون ہے کہ جس میں رَوم یا اشمام نہ ہو۔

❷ رَوم سے مراد مخفی آواز کے ساتھ حرکت کا ایک جزء اس طرح ادا کرنا کہ کان لگا کر قریب بیٹھا ہوا تو اسے سن سکے لیکن دور والا نہ سن سکے۔ یہ اس لیے جائز ہے کہ یہ معلوم ہو سکے کہ کلمہ کی اعرابی حالت کسرہ ہے۔ اور یہ مجرور اور مرفوع میں بھی جائز ہے جبکہ اشمام کے قراء کے عرف میں چار معانی ہیں:
(ا) ایک حرف کو دوسرے کے ساتھ خلط کرنا جیسا کہ لفظ "صراط" میں ہے اور لفظ "أصدق" اور "مصطیر" بھی اس کی مثالوں میں شامل ہیں۔ (ب) ایک حرکت کو دوسری کے ساتھ خلط کرنا جیسا کہ لفظ "قیل" اور "غیض" وغیرہ میں ہے۔ (ج) حرکت کو اس طرح چھپانا کہ سکون اور حرکت کے بین بین محسوس ہو جیسا کہ ﴿تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ﴾ میں ہے۔ (د) حرف کے سکون کے بعد دونوں ہونٹوں کو ملانا اور یہ وقف میں ہوتا ہے۔ (إبراز المعانی من حرز المعانی: ص٥٦)

اس آیت کا آخر معرب ہونے کی بناء پر مضموم ہے۔اس کے بعد استاذ یہ آیت لکھے:

﴿وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ﴾

اس کا آخر مبنی ہونے کی بنا پر مضموم ہے۔ استاذ طلباء کو یہ واضح کرے کہ ضمہ معرب ہونے کی بناء پر ہو یا مبنی، دونوں صورتوں میں مذکورہ بالا تین وجوہ کے علاوہ درج ذیل وجوہ بھی جائز ہیں۔

استاذ ایک مرتبہ تو دونوں مثالوں کی تلاوت اس طرح کرے کہ مدِ عارض کو سکون مع الاشمام کے ساتھ چھ حرکات کے برابر لمبا کرے۔ دوسری مرتبہ میں توسط کرے اور سکون مع الاشمام کرتے ہوئے چار حرکات کے برابر لمبا کرے۔تیسری مرتبہ میں قصر کرے اور سکون مع الاشمام کرتے ہوئے دو حرکات کے برابر لمبا کرے۔ چوتھی مرتبہ میں قصر مع الروم کرے۔

اس کے بعد استاذ طلباء کو جائز وجوہ کی طرف متوجہ کرے۔پس طلباء کو یہ معلوم ہو گا کہ اگر تو مدِ عارض اپنی اصل میں مضموم ہو، چاہے وہ ضمہ معرب ہونے کی بنا پر ہو یا مبنی، تو اس میں سات وجوہ جائز ہیں۔

تنبیہ: مدرس کا یہ فرض ہے کہ وہ اس موضوع پر صرف زبانی بیان اور تفصیل پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ طلباء میں رَوم اور اشمام کی ادائیگی کی بھی صحیح معنوں میں صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ ان دونوں کی ادائیگی زبان کی باریک مہارتوں سے تعلق رکھتی ہے لہٰذا اس حوالے سے خاص مشق کی ضرورت ہے تا کہ زبان صحیح طور ان کی ادائیگی پر قادر ہو جائے۔ رَوم اور اشمام کا شمار ان مہارتوں میں ہوتا ہے کہ جن ادائیگی کے لیے محض زبانی تفصیل کافی نہیں ہے۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل سوالات کے ذریعے مسئلہ کی تعریف اور حکم معلوم کیا جا سکتا ہے:

سوال (۱): مدِ عارض ساکن کیا ہے؟

سوال (۲): عارضی سکون کا معنی کیا ہے؟

سوال (۳): مدِ عارض کا سبب کیا ہے؟

سوال (۴): مدِ عارض جو کہ اصلاً مفتوح ہو، اس میں کتنی وجوہ جائز ہیں؟

سوال (۵): مدِ عارض جو کہ اصلاً مکسور ہو، اس میں کتنی وجوہ جائز ہیں؟

سوال (۶): مدِ عارض جو کہ اصلاً مضموم ہو، اس میں کتنی وجوہ جائز ہیں؟

سوال (۷): مدِ عارض سکون کا حکم کیا ہے؟

تطبیق:

کسی بھی سورت کی تلاوت کیونکہ مدِ عارض تقریباً تمام آیات میں موجود ہے۔ درسی کتاب کا مطالعہ۔

گھر کا کام:

درسی کتاب کی مشقوں کا حل کرنا یا کسی متعین سورت میں سے مدِ عارض کے مقامات کی نشاندہی کرنا۔

۵۔ مدِ لین

تمہید:

سوال (۱): مدِ عارض ساکن کی تعریف کریں؟

سوال (۲): اس کا سبب کیا ہے؟

سوال (۳): مدِ عارض ساکن میں کون سی وجوہ جائز ہیں؟

سوال (۴): اس مد کی مقدار کیا ہے؟

سوال (۵): اس کا حکم کیا ہے؟

عرض:

استاذ کسی ایسے تعلیمی وسیلے کو استعمال کرے جو قاعدے کے تحت آنے والی جمیع جزئیات کو شامل ہو۔

مدِ لین کی مثالیں	حرف مد
﴿رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ﴾	ی
﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ﴾	ی
﴿وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ﴾	و
﴿مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ﴾	و

مدرس کی تلاوت:

استاذ ان مثالوں کی تجوید کے ساتھ بطور نمونہ تلاوت کرے تا کہ طلباء کے لیے چھ حرکات کے ساتھ مدِ لین کی مہارت حاصل کرنے میں سہولت پیدا ہو، اور چھ حرکات کے برابر کھینچنا مدِ لین کی جائز وجوہ میں سے ایک وجہ ہے۔

طلباء کی تلاوت:

طلباء ایک کے بعد دوسری مثال کی تلاوت کریں اور دوران تلاوت ادائیگی میں مہارت کا التزام کریں۔ اس مہارت کی اصل کا بیان مدِ متصل اور مدِ منفصل کے بیان میں گزر چکا ہے۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ اپنے طلباء کو مثالوں میں موجود حروفِ لین کی طرف متوجہ کرے پس انہیں یہ معلوم ہوگا کہ پہلی دو مثالوں میں یہ یائے ساکن ہے کہ جس سے پہلے فتحہ ہے جبکہ تیسری اور چوتھی مثال میں یہ واؤ ہے کہ جس سے پہلے فتحہ ہے۔ استاذ پہلی مثال میں مدِ لین کی جائز وجوہ کی تلاوت کرے اور یہ چھ حرکات، چار حرکات کے برابر مد اور دو حرکات کے برابر قصر ہے۔ اس سے طلباء کو یہ معلوم ہوگا کہ مد لین، مد عارض سے مماثلت رکھتی ہے۔

مدرس کو یہ بھی چاہیے کہ وہ اپنے طلباء کو تین وجوہ کے ساتھ تلاوت کی مشق کروانے کا اہتمام کرے کیونکہ زبانی مہارت محض سبق کی وضاحت سے حاصل نہیں ہوتی۔

اعلیٰ اور تخصص کی کلاسز:

استاذ موضوع پر بحث کو جاری رکھتے ہوئے طلباء کے سامنے مدِ لین کی مزید جائز وجوہ کو بیان کرے۔ مثلاً وہ بلیک بورڈ پر یہ آیت لکھے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ﴾

پس اس سے ان کے لیے یہ واضح ہوگا کہ حرفِ لین میں اگر مابعد والا حرف مفتوح ہو، چاہے وہ معرب ہونے کی بناء پر ہو جیسا کہ ﴿الْيَوْمَ﴾ میں ہے یا وہ مبنی ہونے کی بناء پر ہو جیسا کہ ﴿وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ﴾ میں ہے تو اس میں سکونِ محض کے ساتھ مد، توسط اور قصر تین وجوہ جائز ہیں۔

پہلی وجہ مد ہے جو چھ حرکات کے برابر ہے اور اس کی وجہ مد لازم سے اس کی مشابہت ہے۔ اور جہاں تک توسط کا معاملہ ہے تو اس کا سبب عارضی سکون ہے، جو نہ تو مد لازم کی طرح ہمیشہ موجود ہوتا ہے اور نہ ہی بالکل معدوم ہوتا ہے۔ اور قصر کا سبب یہ ہے کہ مدِ عارض لین

ساکن کو مد عارض ساکن کے قائم مقام سمجھا گیا ہے تا کہ ادائیگی میں سہولت رہے کیونکہ اس طرح دو ساکن آپس میں مل جاتے ہیں، ایک تو حرفِ لین ہے اور دوسرا وہ حرف ہے کہ جسے وقف کی وجہ سے ساکن کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مدرس یہ آیت لکھے:

﴿مَا تَذَرُ مِن شَيْءٍ﴾

اور یہ بھی لکھے:

﴿وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ﴾

اور طلباء کو یہ واضح کرے کہ جب حرفِ لین کے بعد والا حرف مکسور ہو اور کسرہ معرب ہونے کی بناء پر ہو یا مبنی تو اس میں چار وجوہ جائز ہیں۔ سکونِ محض کے ساتھ مد، توسط اور قصر تین وجوہ ہیں جبکہ چوتھی وجہ بغیر مد کے رَوم ہے کیونکہ رَوم وصل ہی کی طرح ہے۔ استاذ دونوں آیات کی تلاوت کرے اور رَوم کے ساتھ حرفِ لین پر وقف کرے۔ استاذ اپنی تلاوت کوئی بار دہرائے تا کہ طلباء اس کی ادائیگی سیکھ سکیں کیونکہ اس کے لیے زبان کی جس مہارت کی ضرورت ہے، طلباء کو اس کی مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر استاذ یہ آیت لکھے:

﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ﴾

اور یہ بھی لکھے:

﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ﴾

استاذ ان دونوں آیات کی تلاوت کرے اور چار جائز وجوہ کے ساتھ کسرہ میں تین مزید وجوہ کو بھی بیان کرے۔ پس استاذ لفظ ﴿يَوْمُ﴾ اور ﴿حَيْثُ﴾ پر وقف کرتے ہوئے قصر کرے اور سکون کے ساتھ اشمام کرے۔ اسی طرح توسط میں بھی چار حرکات کے برابر سکون کے ساتھ اشمام کرے اور مد میں چھ حرکات کے برابر سکون کے ساتھ اشمام کرے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ استاذ ان تین وجوہ کے ساتھ تلاوت یا پہلی وجہ یعنی قصر کرتے ہوئے سکون مع الروم کو خاص طور کئی بار دہرائے کیونکہ یہ ایک نئی وجہ ہے۔ جہاں تک دوسری وجوہ کا تعلق ہے تو طلباء کے لیے اس کا بیان اُس مد متصل پر وقف کے ذیل میں گزر چکا ہے کہ جس

کے آخر میں ہمزہ ہو۔

اس سے طلباء کو یہ معلوم ہو گا کہ وہ مدِلین عارض ساکن کہ جس کے آخر میں ضمہ ہو، چاہے معرب ہونے کی بناء پر ہو یا مبنی، تو اس میں سات وجوہ جائز ہیں۔

نتیجہ بحث:

درج سوالات کے ذریعے مسئلے کی تعریف اور حکم معلوم کیا جا سکتا ہے:

سوال (۱): مدِلین عارض ساکن کیا ہے؟

سوال (۲): مدِلین کو یہ نام کیوں دیا گیا؟

سوال (۳): مدِ عارض لین ساکن میں مفتوح ہونے کی صورت میں کیا وجوہ جائز ہیں؟

سوال (۴): مدِ عارض لین ساکن میں مکسور ہونے کی صورت میں کیا وجوہ جائز ہیں؟

سوال (۵): مدِ عارض لین ساکن میں مضموم ہونے کی صورت میں کیا وجوہ جائز ہیں؟

سوال (٦): مدِ عارض ساکن اور مدِلین عارض ساکن میں اختلافی وجہ کون سی ہے؟

تطبیق:

درسی کتاب کا مطالعہ اور زبانی مشقوں کا جواب۔

گھر کا کام:

درسی کتاب کی مشقوں کا تحریری طور جواب دینا۔

٦۔ مدِ لازم

الف: مدِ لازم کلمی

تمہید:

سوال (۱): مدِ عارض ساکن کی تعریف بیان کریں؟

سوال (۲): اس کا سبب کیا ہے؟

سوال (۳): اس مد کی مقدار کیا ہے؟

سوال (۴): اس کا حکم کیا ہے؟

عرض:

استاذ کسی ایسے تعلیمی وسیلے کو استعمال کرے جو قاعدے کے تحت جمیع جزئیات کو شامل ہو۔

تعلیمی وسیلہ:

لازم کلمی مخفف کی مثالیں	کلمی مخفف
﴿آلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ﴾	﴿الْحَآقَّةُ ۝ مَا الْحَآقَّةُ﴾
﴿آلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ﴾	﴿فَإِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى﴾
﴿وَلَا تَحَآضُّونَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾	
﴿مِن قَبْلِ أَنْ يَّتَمَآسَّا﴾	

استاذ کی تلاوت:

استاذ درج بالا مثالوں کی تلاوت کرے تا کہ طلباء کے لیے مدِ لازم کی ادائیگی میں

مہارت حاصل کرنے میں سہولت پیدا ہو۔

طلباء کی تلاوت:

طلباء ایک کے بعد دوسری مثال کی تلاوت کریں اور مد کی مہارت سے ادائیگی کا التزام کریں۔اس بارے مہارت کی اصل کا بیان اس سے پہلے مدِ متصل اور مدِ منفصل کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ اپنے طلباء کو اس طرف متوجہ کرے کہ وہ حرفِ مد اور اس کے بعد آنے والے حرف پر غور کریں۔اس سے انہیں یہ معلوم ہوگا کہ پہلی دو مثالوں میں حرفِ مد کے بعد اصلی حرف ساکن ہے اور اس میں شد نہیں ہے۔

استاذ اپنے طلباء کو درج بالا مثالوں کی تلاوت کرتے ہوئے ان پر غور کرنے کا کہے تا کہ وہ مد کی مقدار معلوم کر سکیں۔استاذ ایک کے بعد دوسری مثال کی تلاوت کرے یہاں تک کہ طلباء کو یہ واضح ہو جائے کہ اسے چھ حرکات کے برابر کھینچنا ہے اور تمام مثالوں میں اس کی ایک ہی کیفیت ہے۔اس سے طلباء کو مدِ لازم کلمی کا حکم اور اقسام معلوم ہوں گی جیسا کہ انہوں نے اس کی وجہ تسمیہ معلوم کی ہے۔

اعلی اور تخصص کی کلاسز:

استاذ موضوع پر بحث کو جاری رکھتے ہوئے بعض کلمات میں جائز وجوہ کا احاطہ کرے۔استاذ بلیک بورڈ پر ان تین کلمات کو لکھے جو قرآن مجید میں دو مقامات پر نقل ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔﴿آلْآنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ﴾	﴿آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ﴾
۲۔﴿آللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ﴾	﴿آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ﴾
۳۔﴿قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ﴾	

اس کے بعد استاذ ان آیات کی تلاوت کرتے ہوئے ﴿آلٰانَ﴾ اور ﴿آللّٰهُ﴾ اور ﴿آلذَّكَرَيْنِ﴾ میں چھ حرکات کے برابر مد کرے۔اس کے بعد دوسری مرتبہ تلاوت تسہیل مع القصر سے کرے۔ ❶ اس سے طلباء یہ جان سکیں گے کہ ان کلمات میں جائز وجوہ کیا ہیں اور یہ بھی کہ ان میں چھ حرکات کے برابر مد کو لمبا کرنا جائز ہے جیسا کہ ان میں تسہیل مع قصر بھی جائز ہے۔ پہلی صورت ادائیگی میں مقدم ہے۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل سوالات کے ذریعے مسئلہ کی تعریف اور حکم معلوم کیا جا سکتا ہے:

سوال (۱): مدِ لازم کیا ہے؟

سوال (۲): مدِ لازم کی اقسام کیا ہیں؟

سوال (۳): مدِ لازم کلمی مخفف کیا ہے؟

سوال (۴): مدِ لازم کلمی مثقل کیا ہے؟

سوال (۵): مدِ لازم کی مقدار کیا ہے؟

سوال (٦): مدِ لازم کا حکم کیا ہے؟

تطبیق:

درسی کتاب کا مطالعہ اور زبانی مشقوں کا جواب یا ان آیات کی تلاوت کہ جن میں مدِ لازم کثرت سے موجود ہو۔

گھر کا کام:

درسی کتاب میں موجود مشقوں کو لکھ کر حل کرنا یا کسی متعین سورت میں سے مدِ لازم کی مثالیں نکالنا۔

---

❶ تسہیل سے مراد یہ ہے کہ ہمزہ کو ہمزہ اور اس کی حرکت کے بین بین ادا کرے۔ اگر تو ہمزہ پر فتحہ ہے تو اسے ہمزہ اور الف، اور کسرہ کو ہمزہ اور یاء اور ضمہ کو ہمزہ اور واؤ کے بین بین ادا کرے۔

(ا) مدِ لازم ...... (ب) مدِ لازم حرفی

تمہید:

سوال (۱): مدِ لازم کلمی کی تعریف بیان کریں؟

سوال (۲): اس کی اقسام کون سی ہیں؟

سوال (۳): اس کی مقدار کیا ہے؟

سوال (۴): اس کا حکم کیا ہے؟

عرض:

استاذ ایسے تعلیمی وسیلے کو استعمال کرے جو مدِ لازم حرفی کے قاعدے کے تحت آنے والی جمیع جزئیات کو شامل ہو۔

تعلیمی وسیلہ:

مدِ لازم حرفی	
حرفی مخفف	حرفی مثقل
﴿الٓمٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّومُ﴾	﴿الٓمٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ﴾
﴿الٓرٰ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ﴾	﴿طٰسٓمٓ﴾
﴿قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ﴾	﴿الٓمٓرٰ﴾
﴿صٓ وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ﴾	

استاذ کی تلاوت:

استاذ درج بالا آیات کی تلاوت کرے تاکہ طلباء مدِ لازم کی ادائیگی میں مہارت سیکھ سکیں۔

طلباء کی تلاوت:

طلباء ایک ایک کر کے ان مثالوں کی تلاوت کریں اور دوران تلاوت مدِ لازم کی مہارت سے ادائیگی کا اہتمام کریں۔ مہارت کے بارے تفصیل مدِ متصل کے بیان میں گزر چکی ہے۔

طلباء کے نوٹس:

استاذ اپنے طلباء کو مجموعہ الف کی مثالوں کے ان حروف کی طرف متوجہ کرے کہ جن میں علامتِ مد موجود ہو۔ اس سے طلباء کو یہ معلوم ہو گا کہ پہلی مثال میں یہ حرف میم ہے، دوسری میں لام، تیسری میں قاف اور چوتھی میں نون ہے۔ اس کے بعد استاذ پہلی مثال کی تلاوت دہرائے اور طلباء کو اس کلمہ میں موجود حروف اور ان کے خط کی طرف متوجہ کرے یہاں تک کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ان میں سے ہر حرف تین حروف سے مل کر بنا ہے اور اس کا درمیان ساکن ہے۔ بہتر ہے کہ استاذ مصحف میں لکھے حروف کو کھول کر بلیک بورڈ پر لکھے مثلاً ﴿الٓمٓ﴾ کو الف لام میم کی صورت میں لکھے۔ اس کے بعد طلباء کو اس کی ادائیگی کی طرف متوجہ کرے تا کہ انہیں مدِ لازم حرفی کی مقدار معلوم ہو سکے اور وہ جان لیں کہ یہ چھ حرکات کے برابر ہے۔

اس کے بعد استاذ اپنے طلباء کو مجموعہ ب کی مثالوں کی طرف متوجہ کرے۔ یہاں بھی وہی طریق کار اختیار کرے جو مجموعہ الف کی مثالوں میں کیا گیا اور حروف کو کھول کر بیان کرے۔ پس جب اس مجموعہ کی بھی مثالیں ختم ہو جائیں تو دونوں مجموعات کی پہلی مثالوں میں سبب مد کے بارے پوچھے۔ یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ استاذ اپنے طلباء کو اس سبب مد تک پہنچا دے مثلاً وہ ان سے دونوں مثالوں میں رنگین حروف کے بارے سوال کرے یہاں تک کہ طلباء یہ پہچان لیں کہ مجموعہ الف میں حرف میم اور مجموعہ ب میں حرفِ لام کو رنگین کیا گیا ہے۔ استاذ اس بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے طلباء کے لیے یہ واضح کرے کہ جب حرفِ لام، حرفِ میم کے ساتھ مل جاتا ہے تو ادغام لازم ہے یعنی میم ساکن، جو کہ پہلے کلمہ کا آخری حرف ہے، کا میم متحرک، جو دوسرے کلمہ کا پہلا حرف ہے، میں ادغام۔ استاذ اس بات کی یوں وضاحت کرے:

لام۔ میم، میم ساکن کے میم متحرک میں ادغام سے ادائیگی میں بھاری پن پیدا ہو جاتا

ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس مد کو ادغام کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تشدید اور غنہ کی وجہ سے حرفی مثقل کا نام دیا گیا ہے۔

اسی طرح استاذ سورۃ الشعراء اور سورۃ قصص کے شروع کے کلمات ﴿طٰسٓمّٓ﴾ کی بھی مثال بیان کرے جو اصل میں طا، سین، میم ہے۔ طلباء کو اس سے یہ معلوم ہوگا کہ حرفِ سین کی مد، نون کے میم میں ادغام کی وجہ سے حرفی مثقل ہے۔ انہیں یہ بھی واضح ہوگا کہ مدِ مثقل صرف حرفِ مدغم میں ہوتی ہے اور یہ اس لام میں ہوتی ہے کہ جو میم سے متصل ہو یا اس سین میں ہوتی ہے جو میم سے متصل ہو اور ایسا صرف دو سورتوں یعنی سورۃ الشعراء اور سورۃ قصص کے شروع میں ہے۔

اعلیٰ اور تخصص کی کلاسز:

استاذ بحث جاری رکھتے ہوئے سورۃ مریم کے پہلی آیت ﴿كٓهٰيٰعٓصٓ﴾ کی تلاوت کرے۔ اور اس آیت کی تلاوت دو مرتبہ دہرائے۔ پہلی مرتبہ حرف عین میں چھ حرکات کے برابر مد کرے جبکہ دوسری مرتبہ چار حرکات کے برابر توسط کرے۔ اس سے طلباء کو یہ معلوم ہوگا کہ اس میں دو وجوہ جائز ہیں:

پہلی: مد کو کھینچنا یعنی چھ حرکات کے برابر لمبا کرنا اور یہ ادائیگی میں مقدم ہے۔

دوسری: مد میں توسط کرنا یعنی چار حرکات کے برابر کھینچنا۔

پھر استاذ اپنے طلباء کو یہ واضح کرے کہ یہ حرف سورۃ الشوریٰ کے شروع میں بھی آیا ہے۔

استاذ بحث کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے سورۃ آل عمران کی پہلی آیت تلاوت کرے اور حرف میم کو چھ حرکات کے برابر لمبا کرے۔ دوسری مرتبہ کی تلاوت کے دوران اس آیت میں وصل کرتے ہوئے اس میں قصر کرے۔ قصر کی صورت میں میم کو فتحہ کی حرکت دے تاکہ دو ساکن حروف جمع نہ ہوں۔ اس سے طلباء کو یہ معلوم ہوگا کہ حرف میم میں دو وجوہ جائز ہیں:

اول: مد یعنی چھ حرکات کے برابر کھینچنا اور یہ حالتِ وقف میں ہے۔

دوم: قصر جو دو حرکات کے برابر ہے اور یہ وصل کی صورت میں ہے اور اس صورت میں

میم کی عارضی حرکت مد لازم کے سبب کو ختم کر دیتی ہے۔

استاذ انہیں یہ بھی بتائے کہ یہ صرف سورۃ آل عمران کی پہلی آیت میں موجود حرفِ میم کے ساتھ خاص ہے۔

نتیجہ بحث:

درج ذیل سوالات کے ذریعے مسئلہ کی تعریف اور حکم معلوم کیا جا سکتا ہے:

سوال (۱): مدِ لازم حرفی کیا ہے؟

سوال (۲): مدِ لازم حرفی کہاں پائی جاتی ہے؟

سوال (۳): اس کے حرف کتنے ہیں؟

سوال (۴): اس کی اقسام کتنی ہیں؟

سوال (۵): مدِ لازم حرفی مخفف کیا ہے؟

سوال (۶): مدِ لازم حرفی مثقل کیا ہے؟

سوال (۷): مدِ حرفی کی مقدار کیا ہے؟

سوال (۸): حرفِ عین میں جائز وجوہ کیا ہیں؟

سوال (۹): سورۃ آل عمران کی پہلی آیت کے میم میں جائز وجوہ کون سی ہیں؟

خاتمہ

تمام تعریفیں اس رب کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ پاکیزہ کلمات اور صالح اعمال اسی ہی کی طرف بلند ہوتے ہیں۔ اور درود وسلام ہو ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ اور ان کی آل اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر کہ جنہوں نے قرآن مجید کے سیکھنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس کی تعلیمات پر عمل کیا۔ اور اللہ کی اس کتابِ ہدایت کو مشرق ومغرب تک پہنچایا۔ دلوں پر پڑے تالوں کو اس سے کھول دیا اور گمراہی کے پردوں کو ہٹا دیا۔ پس اللہ ان سے راضی ہو جائے اور وہ اللہ سے راضی ہو جائیں اس کے بدلے میں جو اللہ نے جنت میں ان کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

اما بعد............

اللہ کے فضل وکرم سے ہم نے قرآن مجید کی فضیلت، تلاوت، درس وتدریس، اس کی تعلیم پر اجرت اور تجوید سیکھنے کے حکم کے بارے بحث مکمل کر لی ہے۔

اللہ نے ہم پر یہ فضل کیا ہے کہ ہمیں تجوید سکھانے کے لیے ایسا طریق کار سجھا دیا جو تربیتی اسلوب پر مبنی ہے۔ اس طریق کار سے طلباء کی کلاس میں دلچسپی بڑھ جاتی ہے اور انہیں جزئی معلومات کے لیے اصولی بنیادیں مل جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ طریق کار طلباء میں سوچنے کے عمل کی بنیاد رکھ دیتا ہے پس وہ تحقیق کرتے ہیں اور معلومات حاصل کرتے ہیں، پھر معلومات کو مرتب اور منظم کرتے ہیں، پھر غور وفکر کرتے ہیں اور نتائج نکالتے ہیں۔ ہمیں اپنے عملی تجربے سے یہ واضح ہوا ہے کہ اس طریقہ تدریس سے نہ صرف طلباء کے ذہن میں متعلقہ معلومات راسخ ہو جاتی ہیں بلکہ اس سے ان کا ذہن بھی کھلتا ہے۔ دوران سبق طلباء بڑی دل جمعی اور چستی سے کلاس میں شریک رہتے ہیں اور سیکھنے کا عمل ان کے لیے بوجھ نہیں رہتا۔

اے اللہ! یہ ہماری چھوٹی سی کاوش ہے، جہاں بھی ہم سے کوئی کمی کوتاہی ہوئی ہے، ہمیں معاف فرما! اور ہمارے اجر وثواب کو بڑھا دے۔ آپ بابرکت اور عالی ہیں، آپ سے بہترین اجر کی امید ہے، بے شک آپ ہی اللہ ہیں، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ عظیم فضل والے ہیں۔

اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور درود وسلام ہو ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ اور ان کی آل اوران کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر۔

ضروری نوٹس

المکتبۃ الرحمانیہ
۹۹-بے ماڈل ٹاؤن-لاہور
نمبر ....

محترم قارئین کرام!

جناب مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

﴿يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ وَ يَبْقَى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيرِ أَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيهِمُ اللّٰهُ بَالَةً﴾ ''نیک لوگ یکے بعد دیگرے رخصت ہو جائیں گے اور ردی کھجوروں وجو کے بھوسے کی طرح بے کار لوگ باقی رہ جائیں گے۔ جن کی اللہ کو کوئی پروا نہیں ہوگی۔''

(صحيح البخاري، كتاب الرقاق باب ذهاب الصالحين، رقم الحديث: ٦٤٣٤)

اگر آپ چاہتے ہیں کہ!

- خالص للّٰہیت کے خطوط اور منہج نبوی ﷺ پر آپ کے بچوں کی تربیت ہو۔
- کتاب و سنت کی روشنی میں پھلنے پھولنے والے افراد تیار ہو کر معاشرے کو روحانی رنگ دیں اور اسلامی تہذیب کے امین بن جائیں۔
- مسلمان عناد و تعصب اور دیگر غلاظتوں سے دور ہو کر محبت اور یگانگت سے ہمکنار ہو جائیں اور ان کو اسلامی افکار سے آشنا کیا جائے۔
- اسلام کے مخالف جملہ فتنوں کی بیخ کنی و سرکوبی ہو اور کلمہ حق کا بول بالا ہو۔
- انحائے عالم و اقطار الارض میں بھٹکی ہوئی امت محمدی ﷺ کو صحیح تعلیم و تربیت و تبلیغ کے ساتھ صحیح عقیدہ و عبادات کا فہم اور اس کی اہمیت کا علم ہو۔

تو آیئے! رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہمارے ہم رکاب ہو کر اپنی حمیت و شعور کا ثبوت دیں شاید کہ امت مسلمہ اپنا کھویا ہوا مقام و وقار حاصل کر سکے۔

وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَ بِهِ الثِّقَةُ وَ عَلَيْهِ التُّكْلَانُ

كلية القرآن الكريم والتربية الإسلامية

ادارۃ الاصلاح ٹرسٹ پاکستان

البدر (بونگہ بلوچاں) نزد پھول نگر قصور

Phone: 049-4513116 Mob: 0333-4358421, 0333-4296679

Fax: 049-4513115 Mob: 0333-4084583, 0300-4306893

www.quraancollege.com Email.quraancollege@hotmail.com